جملہ حقوق نقل و اقتباس، اخذ و التقاط
بہ حق نگار بک ایجنسی محفوظ ہیں

ماجدولین

ترجمہ : حکیم رشید احمد معتصم بریلوی

اصلاح و ترمیم : نیاز فتحپوری

"ماجدولین" یا "زیرِ سایۂ زیزفون" فرانس کے
بیمثال ادیب "الفونس کار" کا ایک شاہکار ہے، جسے
مصر کے ادیب شہیر "مصطفیٰ لطفی المنفلوطی" نے
عربی دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا — یہی
عربی ترجمہ اس اُردو ترجمہ کا ماخذ ہے۔

ماجد و لین کی طرف سے سوزان کے نام

خواہ تم میرے اس خط کو پڑھو یا پھاڑ کر پھینکدو، اس میں تمھیں ایسی کوئی چیز نہ ملے گی جو تمھاری توجہ اپنی طرف جذب کر سکے یا تمھاری معلومات میں کسی اضافہ کا باعث ہو۔

میں تمھیں کونسی نئی خبر سناؤں بجز اس کے کہ موسم گل کے آتے ہی پیڑوں نے ہنس ہنس کر پھولوں سے جھولیاں بھرلی ہیں اور نسیم بہار اس وقت بھی جبکہ میں تمھیں اپنے کمرہ میں بیٹھی ہوئی یہ خط لکھ رہی ہوں، بنفشہ اور یاسمن کی خوشبوؤں میں ڈوبی ہوئی آتی ہے اور میرے دل و دماغ کو معطر کر جاتی ہے۔

ہرچند مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ میرے نزدیک ان باتوں کا کوئی مفہوم ہے تاہم میں تمھیں ایک خبر سناتی ہوں ــ ہمارے مکان کے بالاخانہ پر جو کمرہ خالی تھا، حال ہی میں اسٹیفن نامی ایک نوجوان اُس میں آکر ٹھہرا ہے۔ اُس کی وحشت اور اُس کے انقباض کا عجیب عالم ہے اگر تم اسے دیکھو تو خیال کرو کہ وہ کوئی بڑا ہی بدنصیب اور مصیبت زدہ شخص ہے۔

وہ روز صبح کو اپنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے ہوئے بالاخانہ سے اُتر کر باغ میں آتا ہے، کتاب کھولکر بیٹھ جاتا ہے اور جس راہ پر اس کی نگاہ جا پڑتی ہے اسی پر اپنی نگاہیں جمالیتا ہے اور میں تو سمجھتی ہوں کہ وہ زمین ہی کو تکتا رہتا ہے گو دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ وہ کچھ پڑھ رہا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے سامنے سے مجھے گزرتا ہوا دیکھتا ہے تو سر اُٹھا کر مجھے دیکھنے لگتا ہے، ایک مختصر سا سلام کرتا ہے اور پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر یا تو درختوں میں غائب ہو جاتا ہے یا اپنے بالاخانہ پر چڑھ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ میرے اور اسکے درمیان آج تک کسی قسم کا کوئی ربط پیدا نہیں ہوسکا اور نہ شاید آیندہ ہوسکے، کیونکہ نہ میں اس بات کی متمنی ہوں اور نہ غالباً وہ اس کا خواہشمند ہے۔

بہت ممکن ہے تم بھی مجھسے وہی سوال کرنے لگو جو عام طور سے عورتیں اس موقعہ پر کیا کرتی ہیں، تو میں تمھیں بتائے دیتی ہوں کہ یہ نوجوان کچھ خوبصورت نہیں ہے اور نہ اپنے اندر کوئی خاص کشش رکھتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہ سکتی ہوں کہ اس کے چہرہ میں ایک طرح کی خشونت و سختی ہے جو دیکھنے والے کی نظر کو متنفر کر سکتی ہے، لیکن ہاں اس میں ایک خوبی بھی ہے۔ ایک رات جبکہ میرے کمرہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا، میں نے اسے بہت ہی پُر درد لہجہ میں گاتے ہوئے سُنا، ہوسکتا ہے کہ اس کا گانا اُصول موسیقی پر پورا

نہ اُترتا ہو اور ماہرینِ فن کی نگاہوں میں پسندیدہ نہ ہو، تاہم وہ ایک غم نصیب دل اور ایک مجروح سینہ کو تڑپا دینے والا ضرور تھا۔

میرے والد کو کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنے کا موقعہ ملا ہے، کہتے تھے کہ وہ بڑا ہوشیار نوجوان ہے۔

اے سوزان میرا خیال ہے کہ میں ایک غیر متعلق شخص کا ذکر چھیڑ کر جس کا مجھ سے اور تم سے کوئی تعلق نہیں یقیناً تمھارے لئے باعث کلفت ہوئی ہوں گی، لیکن تم مجھ پر ناراض نہ ہونا کیونکہ ایک لڑکی جو چھوٹے سے گاؤں میں رہتی ہو، تصویروں اور بتوں کی طرح خاموش زندگی گزارتی ہو، جس کے صبح و شام اور رات دن میں کوئی فرق نہ ہو، اور جہاں سورج نہ کبھی کسی نئی چیز پر نکلتا ہو اور نہ کسی عجیب چیز پر ڈوبتا ہو، اس کے علاوہ اور لکھ بھی کیا سکتی ہے۔

"ماجد ولین کا خط سوزان کے نام"

موسم کتنا خوشگوار اور آسمان کسقدر شفاف ہے، زمین گل بوٹے کھلا رہی ہے، درختوں کے ہرے ہرے چمکدار پتے نکھر رہے ہیں اور ہلکی ہلکی ہوائیں جسم سے مس ہو کر عجیب پُر لطف کیفیت پیدا کر رہی ہیں۔ لیکن یہ تمام چیزیں میرے لئے بے حقیقت ہیں اور میری زندگی پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

میں محسوس کرتی ہوں کہ میری زندگی بالکل تاریک ہے اور یہ دنیا اپنی وسعتوں اور پہنائیوں کے باوجود میرے لئے گوشۂ قبر سے زیادہ نہیں، میں نہیں کہہ سکتی کہ دُنیا کدھر جا رہی ہے۔ جو کچھ میں دیکھتی ہوں سمجھ نہیں سکتی اور جو سمجھتی ہوں وہ بیان نہیں کر سکتی۔ کچھ عجیب وحشت ہے، عجیب بےچینی ہے، کسی پہلو آرام نہیں، جب گھر سے گھبرا جاتی ہوں تو باغ میں نکل جاتی ہوں اور جب وہاں بھی چین نہیں ملتا تو پھر گھر میں چلی آتی ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے میں کسی چیز کو ڈھونڈ رہی ہوں اور سچ تو یہ ہے کہ میں اپنی ہی گمشدہ روح کی تلاش میں ہوں لیکن نہیں پاتی، پس جب تھک جاتی ہوں تو زیزفون کے درختوں کے سائے میں ذرا دم لینے کے لئے بیٹھ جاتی ہوں اور جوں ہی میری نگاہ کسی ایسے پھول پر پڑتی ہے جو مجھے زیادہ محبوب ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا میں آہستہ آہستہ اس مادی دنیا سے کسی خیالی مگر خوبصورت دنیا کی طرف منتقل ہو رہی ہوں اور ایک ایسے بلند پرواز طائر کی طرح جو بادلوں کی وسعتوں میں اُڑا چلا جا رہا ہو، اس خیالی دُنیا میں مصروف پرواز ہو جاتی ہوں اور گھنٹوں اسی حالت میں کھوئی رہتی ہوں اور جب تک کہ کتاب میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر نہیں پڑتی مجھے اپنی اس کیفیت کا احساس بھی نہیں ہوتا اور جب مجھے ہوش آتا ہے تو دیکھتی

ہوں کہ میری نگاہ اُسی پھول پر جمی ہوئی ہے جس پر پڑی تھی۔

کہتے ہیں کہ موسم بہار محبت کا زمانہ ہے، جس میں عشق و محبت کے سوئے ہوئے جذبات جاگ اُٹھتے ہیں، روحوں سے روحیں مانوس ہو جاتی ہیں اور دلوں سے دل قریب آجاتے ہیں۔ سبزہ زار اور باغ مختلف قسم کے پرندوں سے بھر جاتے ہیں۔ جو درختوں اور پھولوں کی شاخوں پر بیٹھ کر چہچہانے لگتے ہیں، لوگ ٹولیاں بنا بنا کر نکلتے ہیں اور درختوں کے نیچے گلگشت کرتے ہیں، لیکن اے سوزان مجھے تو ان میں سے ایک چیز بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ میرے نزدیک تو زندگی کی بہترین ساعت وہ ہے جب میں خود اپنے آپ سے ہمکلام ہوں، اپنے ہی دل سے اپنی غم آلود سرگوشیوں میں مصروف ہوں اور دوسرا شخص کوئی نہ ہو۔ میں خود ہی رو رو کر اپنے آتشکدہ دل کو ٹھنڈا کروں اور کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔

اس سے بڑھکر عجیب بات یہ ہے کہ مجھے خود نہیں معلوم کہ میں کیوں اور کس لئے روتی ہوں۔ غم و اندوہ کی جو چنگاریاں میرے سینہ میں سلگ رہی ہیں معلوم نہیں کس انگارے سے پیدا ہوئی ہیں۔ مجھے اپنی یہ حالت دیکھ کر بعض وقت خیال ہوتا ہے کہ شاید میں پاگل ہوں اور میرا یہ خوف و اضطراب روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں اپنے رنج و غم کے اسباب معلوم ہوں، کیونکہ ان کے پاس زندگی کے لئے کم از کم ایک سہارا تو ہے، وہ کوئی آرزو تو رکھتے ہیں، جس کی روشنی سے وہ اپنے مستقبل کو روشن کرسکیں۔ لیکن کس قدر بدقسمت اور کم نصیب ہوں میں کہ مجھے نہ اپنا درد معلوم ہے اور نہ اس کی دوا۔

یوں تو تمام اسباب راحت میرے لئے مہیا ہیں۔ اور میرے والد کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ وہ مجھے خوش نصیب اور ہنستا ہوا دیکھیں اور انکے لئے اس دنیا میں اس سے زیادہ دلخوش کُن بات کوئی نہیں کہ وہ مجھے مسکراتا اور اپنے باغ کے پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھیں، بلکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میری نازبرداری اور دلجوئی نے انھیں پھولوں جیسی عزیز چیز سے بھی بے نیاز بنا دیا پھر میری انتہائی ناشکر گزاری اور ناسپاسی ہوگی اگر اس تمام سامان راحت کے ہوتے ہوئے حرف شکایت زبان پر لاؤں لیکن معلوم نہیں وہ کونسی خلش ہے جو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی اور وہ کیسا درد ہے جو ہر وقت بیقرار رکھتا ہے۔

اے سوزان، مجھے وہ دن اب بھی یاد ہیں جو ہم نے تم نے ایک ساتھ گزارے تھے اور اس مُبارک زمانہ کی یاد ابھی تک تازہ ہے جس کی فضاؤں میں ہم امیدوں اور آرزوؤں کے پر لگا کر اُڑا کرتے تھے۔ آج میں ان پر روتی اور ماتم کرتی ہوں اور ان کی واپسی کی اس طرح مشتاق و متمنی ہوں جس طرح خشک سالی کے بعد بارش کی اور رات کی تاریکی کے بعد طلوع فجر کی تمنا کی جاتی ہے، کاش میری اس رات کے بعد

پھر وہی صبح طلوع ہوتی اور امید کے افق سے کچھ بادل اُٹھ کر میرے ارمانوں کی خشک کھیتی پر برس پڑتے۔

ایڈورڈ کا خط اسٹیفن کے نام

اب مجھے معلوم ہوا کہ تمھیں نہ مجھ پر اطمینان ہے نہ بھروسہ، اور تم مجھے بھی اسی نظر سے دیکھتے ہو جس سے اپنے ان عزیزوں کو جن سے تم نے کنارہ کشی اختیار کی، تم نے مجھ سے وہ بات چھپائی جس کی مجھے امید تھی کہ تم خود بیان کر دو گے اور مجھ سے کچھ نہیں کہا کہ تمھارا مقصد اس سفر سے کیا ہے؟

اے اسٹیفن، ہم دونوں ایک ہی مٹی سے ایک ہی آسمان کے نیچے پیدا ہوئے، ایک ہی فضا اور ایک ہی ماحول میں پلے اور بڑھے۔ لیکن پھر اس طرح جدا ہوئے جیسے ایک مٹی سے اُگنے والے دو درخت اپنی شکل و صورت اور پھل پھول میں مختلف ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تم مجھ سے بھاگتے اور دور رہتے ہو اور میں زندگی کے راستوں میں جس راستے پر چلتا ہوں تم اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کرتے ہو۔

میں جس زندگی کو مبارک اور جس سکون کو سکون سمجھتا ہوں تم اسے نامبارک اور باعث اضطراب خیال کرتے ہو، مجھے جو نغمہ وجد میں لے آتا ہے وہی نغمہ تمھارے کانوں پر گراں گزرتا ہے، تم نہیں چاہتے کہ میری پیشانی میں تمھیں وہ آئینہ نظر آسکے جس میں تم اپنے خد و خال کو روشن اور غیر مبہم دیکھ سکو۔

اے اسٹیفن تمھیں مجھ سے نفرت نہ سہی، پھر بھی تم میری صورت دیکھنا نہیں چاہتے، کیوں؟ صرف اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ زندگی کے متعلق میرے خیالات تمھارے نقطۂ نظر سے جدا ہیں اور میرا مسلک تمھارے مسلک سے علٰحدہ ہے۔

تم میری زبان سے اپنے توہمات و تصورات کے خلاف سنتے ہوئے ڈرتے ہو، تمھیں خوف ہے کہ میری وجہ سے تمھاری وہ لذت عیش جس سے تمھاری خیالی مگر تاریک دنیا معمور ہے، کہیں مکدر نہ ہو جائے اور تم اس چیز سے محروم ہو جاؤ جو عموماً غم نصیب شعراء کے لئے باعث زندگی ہوا کرتی ہے۔

جو چاہو بنو! اور جس طرح چاہو رہو! جوانی ہمیشہ رہنے والی نہیں، اور جب یہ خمار اُترے گا اسوقت تمھارا طائرِ فکر تھک کر میری ہی سرزمین پر گرے گا اور ہم ایک دوسرے کو بھول جانے کے بعد پھر پہچان لیں گے، کٹ جانے کے بعد پھر مل جائیں گے اور جیسے تھے ایک دفعہ پھر ویسے ہی ہو جائیں گے۔

بیشک اب ہمیں الگ ہو جانا چاہئے، کیونکہ ہم متحد نہیں ہو سکتے، لیکن کل یقیناً ہمیں ایک دوسرے سے ملنا ہے اس لئے اگر ہم باہمی خط و کتابت بند نہ کریں تو کیا حرج ہے اور اگر تعلقات دیرینہ کی رعایت

وحفاظت کے لئے نصف ملاقات کے اس دروازہ کو مسدود نہ کریں تو کیا نقصان ہے۔

تمھارے گھر والے تمھاری طرف سے بہت حیران ہیں، ان کا خیال ہے کہ تم نے اپنے اغراض ومقاصد سے بے خبر رکھ کر انھیں دھوکا دیا ہے، تم اپنے ارادے اور نیت سے مطلع کئے بغیر چپکے سے نکل کھڑے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ تمھارے اس طرح چلے جانے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم اس لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتے جسے انھوں نے تمھارے لئے پسند کیا ہے۔

میرے نزدیک ان کا یہ خیال صحیح ہے اور تم اپنے اس ارادے میں یقیناً خطا دار ہو۔ تم خوب جانتے ہو کہ تمھارے والد ایک معمولی حیثیت کے آدمی ہیں، اور بجز اس کے کہ معمولی طور پر زندگی گزار سکیں اور ان کے پاس کیا ہے، ایسی صورت میں اگر تم اس لڑکی سے شادی کر لیتے تو یقیناً تمھاری زندگی سدھر جاتی اور زندہ رہنے کی ایک صورت نکل آتی، مگر اسٹیفن بڑی مصیبت یہ ہے کہ تم شاعر ہو اور ایک شاعر کے نزدیک سعادت و نیک بختی کا مفہوم تمام انسانوں سے مختلف ہوا کرتا ہے۔

تمھارا بھائی تم سے بیحد محبت کرتا ہے اور میری طرح وہ بھی تمھیں ہمیشہ یاد کرتا رہتا ہے۔ اب تم اپنی خیریت اور مفصل کیفیت سے مطلع کرو۔ "والسلام"

"اسٹیفن کے اندیشے"

"رات بہت تھوڑی سی رہ گئی ہے، اور صبح کی پیشانی سے رات کی سیاہ زلفیں اب ہٹنے ہی والی ہیں لیکن نہ مجھے نیند آتی ہے، نہ میری بےچینی کم ہوتی ہے، آرام چاہتا ہوں مگر نہیں ملتا، آنکھیں بند کرتا ہوں مگر سو نہیں سکتا۔

ایڈورڈ اپنے خط میں میرا مذاق اُڑاتا ہے، مجھے بیوقوف بناتا ہے اور اُس دن سے ڈرا رہا ہے جب میں اپنی تمناؤں اور تمام عمر کے دیکھے ہوئے خوابوں کو پورا ہوتے نہ دیکھ سکوں گا، اس کا خیال ہے کہ زندگی کی وہ مسرتیں جو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں، شاعروں کی تخیلی بداعتدالیاں ہیں، جن میں وہ تمام عمر مبتلا رہتے ہیں۔ پھر اگر یہ سچ ہے تو زندگی کتنی تلخ اور دُنیا کس قدر بے مزہ ہے!

لیکن نہیں! جس نے یہ خوشنما آرزوئیں میرے دل میں پیدا کی ہیں وہ اپنے لطف و عنایت سے ان کی آبیاری بھی کرے گا اور جس ذات نے دُنیا کی تمام راحتوں کو چھین کر صرف ایک لذت امید میرے لئے چھوڑ دی ہو، وہ یقیناً کبھی ایسا نہ کرے گا کہ اس حقیر عیش کو جو میرا تنہا سرمایۂ زندگی ہے مجھ سے چھین کر اس وسیع دُنیا کو

میرے اوپر تنگ کردے۔

میں نے کیا نئی بات چاہی ہے، اور کون سی بڑی چیز طلب کی ہے؟ یہی ناکہ اس دنیا کی تمام نیرنگیوں اور اس عالم کی بے پناہ وسعتوں میں ایک ایسا دل چاہتا ہوں جس کا وجود میرے لئے باعث سکون ہو اور جس کے ساتھ رہ کر تلخی حیات کو فراموش کرسکوں۔

پھر وہ کونسی چیز ہے جو خدا کی قدرت سے باہر ہے اور عقول انسانی میں وہ کونسی عقل ہے جو اُن سے زیادہ بلند اور عجیب چیزوں کا تعقل کرسکتی ہے جن کو خدا پیدا کرتا رہتا ہے، ہمارا ذہن جن چیزوں کا احساس کرسکتا ہے اور ہماری عقل جس جولانگاہ میں اُڑ سکتی ہے ——— وہ اس عالم کے حقایق اور اس دُنیا کی بوقلمونیوں کے مقابلہ میں یقیناً بہت ہی حقیر اور بے رنگ ہیں۔

اگر کوئی شخص چڑھتے ہوئے سورج، بڑھتی ہوئی رات، جنگلوں کے حُسن وجمال اور بلند پہاڑوں کی داستانِ عظمت وجلال کو سُنے اور پھر چشم تصور سے نہیں بلکہ اپنی ان آنکھوں سے اُنھیں دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ جمالِ کائنات جمالِ تصورات سے کہیں بڑھ کر ہے، اور دُنیا کی حقیقتیں ہمارے حُسن تخیل سے بہت بلند ہیں اسی وجہ سے میرا یہ عقیدہ ہے کہ جس سعادت کو میں نے اپنے لئے چاہا ہے چونکہ وہ اسی دُنیا کی چیز ہے اس لئے مجھے ضرور حاصل ہوگی اور وہ دن جب میں اپنی امیدوں کو ٹوٹتا ہوا اور رشتۂ آرزو کو کٹتا ہوا دیکھوں میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔

وہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے جو ناآشنائے آرزو ہو، اور وہ دل بھی کوئی دل ہے جو محبت کی تڑپ سے خالی ہو"

"محبت"

ایک روز صبح کو اسٹیفن پائیں باغ میں پہونچا تو دیکھا کہ ماجدولین کا باپ ایک روش کے کنارے اپنی کلہاڑی کے سہارے کھڑا ہوا ہے، اس نے مجبوراً سلام کیا اور موِلر نے بھی بڑے تپاک سے اس کا جواب دیا۔

وہ چاہتا تھا کہ یوں ہی نکلا چلا جائے مگر اس نے دیکھا کہ موِلر کی نگاہیں اُسے روکنا چاہتی ہیں اور الفاظ اس کے ہونٹوں سے نکلنے کے لئے بیتاب ہیں۔ چنانچہ وہ کچھ شرما کر کھڑا ہوگیا۔ اور موِلر بولا:۔

"دیکھو آج سورج کتنا خوبصورت ہے اور آسمان کیسا صاف ہے"

اسٹیفن نے چاہا کہ اس کا جواب دیکر سلسلۂ کلام کو جاری رکھے، لیکن اس کے ذہن میں اسکے علاوہ

اور کوئی بات نہ تھی کہ وہ فقط اسکی لڑکی کی خیریت دریافت کرے۔ لیکن پھر فوراً ہی اسے خیال ہوا کہ اگر اسنے ایسا کیا تو یقیناً موکر کو شک ہوگا۔

اسکے لئے یہ بالکل پہلا موقعہ تھا کہ اسے خیال ہوا کہ ایک مرد کا دوسرے مرد سے اس کی لڑکی کے متعلق کچھ پوچھنا شک میں ڈالنے والی چیز ہے۔

موکر نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا:۔ "اور یہ وقت بھی کس قدر سہانا اور خوشگوار ہے۔ اگر رعشہ کی یہ تکلیف جسے میں اپنے ہاتھ پاؤں میں پاتا ہوں، نہ ہوتی تو میں اس سے بہت لطف اندوز ہوتا۔ سچ تو یہ ہے کہ بڑھاپا بھی بڑی مصیبت ہے اور اس کا ذائقہ نہایت تلخ۔ عہد شباب بھی کیا زمانہ تھا جب نہ طوفانوں کا خوف تھا اور نہ تپتی ہوئی زمینوں کا ۔۔! آہ، وہ دن جب میں ہر روز صبح اُٹھکر ننگے سر ننگے پاؤں پہاڑوں کی چوٹیوں، دریاؤں کے کناروں، لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور لہراتے ہوئے سبزہ زاروں میں کھیلتا کودتا اور میدانوں میں شکار کے پیچھے دوڑتا پھرتا تھا۔ آج یہ دن ہے کہ اس کونے میں بیٹھا ہوا سورج کی سفید شعاعوں سے اپنے جسم مرتعش کے لئے چادریں بنتا رہتا ہوں اور اس عہد گزشتہ کو یاد کرتا ہوں ۔۔۔ ماجد ولین کی چھوٹی چھوٹی سہیلیاں جب اس چھوٹے سے سفید ٹیلے پر آکر اس کے ساتھ کھیلتی ہیں تو میری آنکھوں کو کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔"

اس موقعہ پر اسٹیفن گفتگو کے میدان کو ذرا وسیع پاکر بول اُٹھا:

"آج ماجد ولین اپنی حسب عادت نیچے نہیں اُتریں، اچھی تو ہیں؟"

"ہاں بخیریت ہیں کل شام ہمارے عزیزوں میں سے ایک صاحب مہمان آئے ہیں اس لئے مجبوراً انکی خاطر مدارات کے لئے گھر پر چھوڑ آیا ہوں، اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ باغ میں آئے بغیر اُسے چین نہیں پڑسکتا، اور سورج کی وہ چند سفید شعاعیں جو روشن دان سے اس کے کمرے میں پہونچ جاتی ہیں، اُسے کھلے ہوئے آفتاب کے نظارے سے بے نیاز نہیں بنا سکتیں۔"

اس کے بعد وہ دونوں مختلف عنوانات پر گفتگو کرتے رہے کہ یکایک گھر کا دروازہ کھلا اور "ارشمید" و "ماجد ولین" آپس میں ہنستے بولتے گھر سے باہر نکلے، جب وہ ماجد ولین کو مخاطب کرتا تو اس کا چہرہ شگفتہ ہوجاتا، اور جب وہ اس سے بات کرتی تو وہ مسکرا دیتا۔ ان کا انداز گفتگو کچھ ایسا تھا جیسے دو چاہنے والے باہم لطف و محبت کی باتیں کررہے ہوں۔

اس وقت اسٹیفن نے وہاں ٹھہرنا کچھ مناسب نہ سمجھا کیونکہ یہ منظر اسے تکلیف پہونچا رہا تھا، اب وہ دونوں اسکے قریب آچکے تھے اور اسٹیفن ذرا ہٹ کر پھولوں کے دیکھنے میں مشغول ہوگیا تھا۔ وہ یہاں سے

بھاگ جانا چاہتا تھا مگر مشکل یہ تھی کہ وہ دونوں اس کے راستے میں حایل تھے۔ ان دونوں نے قریب آکر اسے سلام کیا اور اسٹیفن نے بڑی سرد مہری اور ڈوبی ہوئی آواز میں سلام کا جواب دیا اور اُنھیں وہیں چھوڑ کر ایک طرف کو چلا گیا، ابھی وہ چند ہی قدم چلا ہوگا کہ اس نے پیچھے سے نوجوان کے قہقہے کی آواز سُنی، اُسے یقین ہوگیا کہ وہ دونوں اُسی پر ہنس رہے ہیں۔ چنانچہ اس نوجوان کی طرف سے اس کے دل میں ایک جذبۂ نفرت پیدا ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اگر اسے موقعہ مل جاتا تو شاید اس کے چہرے کو خون سے رنگ دیتا اور بتا دیتا کہ وہ کسی کے مذاق کا نشانہ نہیں بن سکتا۔

اس کے بعد وہ کچھ سوچنے لگا اور اس عجیب و غریب کیفیت کا جو اس وقت اس پر طاری تھی محاسبہ کرنے لگا "مجھے اس نوجوان سے کیا واسطہ؟ میں کیوں اپنے دل میں اس کی طرف سے غم و غصّہ کے جذبات پاتا ہوں؟ کچھ میں اس لڑکی پر عاشق تو نہیں ہوں اور نہ اسے اس کے ہاتھ سے چھین لینا چاہتا ہوں، اور خود وہ بھی میری محبت میں حایل نہیں ہے پھر کیوں میں اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں"؟

وہ دیر تک اپنے آپ سے اسی قسم کے سوالات کرتا رہا جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا، اور نہ انکی عقل اس معاملہ میں اس کی رہنمائی کرنے کو طیار تھی۔ اس کے بعد وہ کان لگا کر چاروں طرف سننے لگا، ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی اور ہر جگہ سکون مسلط تھا چنانچہ وہ جھاڑیوں کی اوٹ سے باہر آیا اور اپنے سامنے کسی کو نہ پاکر درختوں اور جھاڑیوں سے ہوتا ہوا ایک عالم بیخودی میں باغ سے باہر نکل گیا، اور جب ذرا شام ہونے لگی تو وہ اپنے کمرہ کی طرف واپس ہوا اور اپنے بالاخانہ پر چڑھ گیا، لیکن جوں ہی وہ ماجد ولین کے کمرے کے سامنے سے گزرا اندر سے باتوں کی آواز اس کے کانوں میں آنے لگی اور ابھی ابھی جس چیز کو بھلا چکا تھا پھر اس کی یاد تازہ ہوگئی کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس وقت ماجد ولین اپنے عزیز ارشمید سے ہمکلام ہے اور یہ خیال اس پر بہت شاق و گراں گزرا، چنانچہ اس کے قدم سُست پڑ گئے۔ اور جب اسے یقین ہوگیا کہ اگر وہ دروازے کے قریب پہونچ گیا تو کسی کو اس کی موجودگی کی خبر نہ ہوگی تو وہ آگے بڑھا اور ان کی باتوں کو کان لگا کر سننے لگا، لیکن باوجود کوشش کے ایک حرف بھی نہ سُن سکا اس کے بعد وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ اور ایک نہایت ہی غمگین اور پر درد لہجے میں ماجد ولین گانے لگی، جو یقیناً اسٹیفن کے لئے بہت ہی خوشگوار ہوتا اگر کوئی دوسرا شخص اس موج کوثر و تسنیم میں، ڈوبنے کے لئے موجود نہ ہوتا۔ اس کے بعد گانا ختم ہوگیا، اور اسٹیفن نے کسی کو دروازے کی طرف آتے ہوئے محسوس کیا۔ چنانچہ وہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اور وہی نوجوان دروازے سے باہر نکلا۔ اور اسکے پیچھے پیچھے ماجد ولین اسے رخصت کرنے کے لئے باہر آئی۔

وہ ایک، نہایت ہلکے اور سفید لباس میں ملبوس تھی جسے لڑکیاں عموماً اسی وقت پہنتی ہیں جب وہ اپنے

دوستوں یا ہم عمر عزیزوں کے سامنے ہوں۔

آج اسٹیفن کو ماجدولین میں ایک نئی شکل نظر آرہی تھی جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اور خود اسے اپنے پہلو میں ایک عجیب و غریب کیفیت محسوس ہو رہی تھی جو آج سے پیشتر اسے دیکھ کر کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی اسے رخصت کرکے وہ اپنے کمرہ میں لوٹ آئی اور اندر جاکر دروازہ بند کرلیا۔ اسٹیفن بھی وہاں سے ہٹ کر پھر اپنی پہلی جگہ پر لوٹ آیا۔

وہ خوب سمجھ رہا تھا کہ آج جو چیز اس کی طبیعت پر مستولی ہے، اور جس خلش کو وہ اپنے سینہ میں محسوس کر رہا ہے، محض وسواس یا جنون نہیں ہے اور نہ بخار کی گرمی بلکہ یہ وہی چیز ہے جسے محبت کہتے ہیں۔

"دعوت"

ایک روز موئر، ماجدولین کے پاس آیا اور کہنے لگا:۔

"بیٹی میں نے اپنے پڑوسی کو جو ہمارے مکان کے بالاخانہ پر رہتا ہے، آج شام کو کھانے پر مدعو کیا ہے اس کے لئے تمھیں کو کھانے کا انتظام کرنا ہوگا، اور ہاں تمھیں ہماری خاطر آج شب میں کچھ گانا بھی پڑیگا کیونکہ میں اس سے وعدہ کرچکا ہوں۔ میں اس شخص کی بلند ہمتی، ذہانت اور علم نباتات میں اس کی وسعت معلومات کا اس قدر معترف ہوں کہ اس سے محبت کرنے پر مجبور ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس سے دوستانہ تعلقات پیدا کروں" اتنا کہکر موئر وہاں سے اُٹھا اور باغ میں چلا گیا، جب شام ہونے لگی تو وہ گھر واپس آیا اور اپنے کمرے کی اُس کھڑکی کے پاس بیٹھ کر جو باغ کی طرف کھلتی تھی اپنے مہمان کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ بیٹھا ہی ہوا تھا کہ یکایک اس نے اسٹیفن کو باغ کے دروازے سے نکلتے اور بڑی تیزی سے بھاگتے ہوئے دیکھا! اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا، چنانچہ وہ چلاکر اپنی لڑکی سے کہنے لگا:۔

" ماجدولین میرا خیال ہے کہ ہمارے پڑوسی نے اپنے وعدے کا کچھ خیال نہیں کیا۔ میں نے اسے ابھی ابھی باغ کے دروازے سے نکلتے اور بڑی تیزی سے سامنے والی سڑک پر بھاگتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ماجدولین کہنے لگی:

"بہت ممکن ہے اُسے اس وقت کوئی ایسا کام پیش آگیا ہو جس کا پہلے سے اُسے خیال نہ آیا ہو، ہمیں ضرور اس کا انتظار کرنا چاہئے۔"

غرض وہ دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ ماجدولین بُنتی رہی اور موئر اپنی سگرٹ سے اپنا وقت کاٹتا رہا اور جب انھیں یقین ہوگیا کہ وہ واپس نہیں آئے گا تو انھوں نے اُٹھکر کھانا کھایا اور پھر سونے کے لئے چلے گئے۔

"ملاقات"

موتر اپنی بیٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اُس نے ستاروں پر ایک غلط انداز نگاہ ڈالی اور کہنے لگا:

"میرا خیال ہے کہ آج رات بڑی زور کی بارش ہوگی"

ماجد ولین کہنے لگی:

"لیکن ابا جان آپ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ سیکڑوں غریب مسافر ایسی اندھیری راتوں اور سر پر پڑتی ہوئی پانی کی بوچھاروں اور راستہ کی دلدلوں سے کیسی کیسی ناقابل برداشت تکلیفیں اُٹھائیں گے، میں تو سمجھتی ہوں کہ شقاوت و بدبختی ہر چیز میں پنہاں ہے اور وہی ایک چیز جو ایک کے لئے پروانۂ رحمت ہے، دوسرے کے لئے باعث زحمت ہوتی ہے"

موتر کو یہ تنقید کچھ پسند نہیں آئی اور کہنے لگا:

"ہاں ماجد ولین ان کی شقاوت و بدبختی میں کسے شبہ ہوسکتا ہے اور یقیناً اسٹیفن بھی انھیں بدنصیب انسانوں میں سے ہے۔ غضب خدا کا، رات آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے اور وہ ابھی تک نہیں لوٹا۔ حالانکہ وہ کل رات بھر کہیں باہر رہ چکا ہے"

اس جملہ نے ماجد ولین پر گہرا اثر کیا، اس نے اپنا سر جھکا لیا اور ایک عالم محویت میں کتاب کے ورقوں سے کھیلنے لگی۔

یہ دونوں اسی طرح خاموش بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آہستہ آہستہ کسی نے دروازے پر دستک دی، ماجد ولین پریشان ہوگئی اور موتر بھی گھبرا گیا، جنفاف (خادمہ) اُٹھکر گئی اور دروازہ کھول کر دیکھا تو اسٹیفن کھڑا ہوا تھا، اس نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور یہ کہتا ہوا اندر داخل ہوا:

"حضرت! معاف فرمائیے گا آپ کو ضرور خیال ہوا ہوگا کہ میں نے اپنے وعدہ کے ایفا کا کچھ لحاظ نہیں رکھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مجھے میرے بھائی کا ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ میں اس سے لشکرگاہ میں جاکر مل لوں اور لڑائی پر جانے سے پہلے اس سے رخصت ہو لوں۔ اس خط کو دیکھ کر مجھے خیال نہیں رہا اور اس عجلت میں، آپ سے اپنی غیر حاضری کی معذرت بھی نہ چاہ سکا، میں یہاں سے نکل کر سیدھا دس میل تک چلا گیا اور ایک ایسے دل سے اسے رخصت کیا جس میں رنج و خوشی دونوں ملے ہوئے تھے، خوشی تو اس بات کی کہ میں نے اسے بہت ہی خوش و خرم دیکھا وہ کبھی رجز پڑھتا تھا، کبھی اپنے گھوڑے سے کھیلتا تھا اور کبھی خود پہنکر اور تلوار لگا کر اکڑا اکڑ کر چلتا تھا، لیکن غم اس بات کا کہ مبادا مشیت خداوندی مجھ سے پہلے اسکی طرف

سبقت کرے اور میرے اور اس کے درمیان حائل ہوجائے اور میں اس نامراد دنیا میں اتنا تنہا اور بے یار و مددگار رہ جاؤں کہ نہ میرے آس پاس کے دلوں میں کوئی دھڑکتا ہوا دل مجھے غمزدہ دیکھ کر آزردہ ہو۔ اور نہ ان بے شمار دیکھنے والی آنکھوں میں کوئی آنکھ مجھے روتا ہوا دیکھ کر اشک آلود ہو"

اتنا کہکر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور قریب تھا کہ ماجد ولین بھی رونے لگے، لیکن اسکی نسوانی شرم و حیا مانع ہوئی اور اپنی غم آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی، لیکن وہ نہ دیکھ سکا کیونکہ جوں ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اس نے اپنی نگاہیں پھر اپنی کتاب کے صفحہ پر جمادیں۔

اسٹیفن کو اس طرح آبدیدہ دیکھ کر موتر کہنے لگا:

"اے میرے بچے روؤ نہیں، غم نہ کرو" اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر چار کی میز پر لے گیا اور دونوں بیٹھ کر چائے پینے لگے۔

اس وقت موتر اپنے مہمان سے چائے اس کی جائے پیدائش، اس کے طریق کاشت، اس کے پتوں اور ڈنٹھلوں، اس کے مختلف اقسام و الوان، اس کے طریق استعمال اور پکانے کے آداب اور علماء و نباتات کی رایوں اور ان کی باہمی اعتراضات و جوابات کا ذکر کرنے لگا اور اس خیال سے کہ اسٹیفن ان کی گفتگو کو ہمہ تن گوش ہوکر سن رہا ہے بحث کو طول دیتا رہا۔ حالانکہ اسے خبر بھی نہیں ہوئی کہ موتر نے کیا کہا۔ وہ تو اس فکر میں تھا کہ کسی طرح چپکے چپکے دزدیدہ نگاہوں سے ماجد ولین کو دیکھے، اور وہ بھی جب اسے موقعہ مل جاتا تو ایک نگاہ اس پر ڈال لیتی تھی، یہاں تک کہ وہ دونوں چائے سے فارغ ہوگئے اور موتر نے اپنی بیٹی سے گانے کی فرمائش کی۔

چنانچہ اس نے ایک ایسا نغمہ شروع کیا جس میں خوف کی کپکپاہٹ اور غم کی تھرتھراہٹ شامل تھی اور یہ نغمہ ابھی ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اسٹیفن پر بےخودگی سی طاری ہونے لگی، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا دنیا اسکے سامنے گھوم رہی ہے۔ اور زمین و آسمان بدل گئے ہیں وہ گھبرا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ وارفتگی باعث رسوائی ہو، چنانچہ وہ جانے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ موتر بھی اس کے ساتھ دروازہ تک آیا اور کہنے لگا:

"اے اسٹیفن کبھی کبھی چلے آیا کرو۔ تمھاری پذیرائی کے لئے یہ دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے۔"

اسٹیفن ایک نئے دل و دماغ کے ساتھ وہاں سے واپس ہوا، اور آج اس کے پہلو میں ایک نئی چمک تھی جس کا احساس اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

"عورت"

ماجد ولین نے ساری رات عبادت خانہ میں سربسجود گزاری اور یہی دعا کرتی رہی کہ خدا اس کی مدد کرے اور

اس نئی زندگی کی تاریکیوں میں جو اس کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہیں اس کی رہنمائی فرمائے۔ اس وقت اس کا دل عجیب و غریب خیالات کا جولانگاہ تھا۔ خوف و محبت رنج و راحت امیدیں اور مایوسیاں سب ایک جگہ جمع تھیں وہ کبھی ہنسنے لگتی اور کبھی اس قدر روتی کہ چادر تک تر ہو جاتی تھی۔ اسے کچھ خبر نہ تھی کہ کیوں ہنستی ہے اور کیوں روتی ہے۔ غرض دیر تک ان کی یہی حالت رہی اور پھر وہیں اپنی جا نماز پر لیٹ کر سوگئی۔

ادھر اسٹیفن نے ساری رات اپنے کمرے کی کھڑکی میں بیٹھے بیٹھے گزار دی، وہ سر اُٹھا اُٹھا کر آسمان کو دیکھ لیتا تھا، گویا آسمان کے تاروں سے اس نے کوئی عہد بیداری کیا تھا اور اس وقت جو راحت و مسرت اسے حاصل ہوئی تھی اس کا پیغام انھیں پہونچا رہا تھا۔

جو چیز اس کے لئے باعث مسرت تھی وہ یہ تھی کہ جس گم شدہ محبت کی اسے مدت سے تلاش تھی وہ اسے مل گئی، اور وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا:

"خدا کا شکر ہے میں جس زندگی کو پسند کرتا تھا مجھے مل گئی اور جس عورت کا تصور میں نے اپنے ذہن میں قائم کیا تھا وہ مجھے حاصل ہوگئی۔ سچ تو یہ ہے کہ عورت ہی وہ افق ہے جہاں سے آفتاب سعادت طلوع ہو کر اس دنیا کی تاریکیوں کو دھو دیتا ہے، اور یہی وہ مُبارک قاصد ہے جس کے ہاتھوں معبود حقیقی کے انعامات بندوں تک پہونچتے ہیں، اور یہی وہ نسیم خوش خرام ہے جو انسان کی زندگی میں روح عمل پھونکا کرتی ہے، عورت ہی وہ معراج ہے جس کے ذریعہ سے انسان اس دنیائے آب و گل سے بلند ہو کر عالم ارواح کی بلندیوں تک پہونچ سکتا ہے اور یہی خدا کا وہ پیامبر ہے جس کے خد و خال میں جمال و جلال الٰہی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ جس لڑکی سے آج میری ملاقات ہوئی ہے اس کی پیشانی میں مجھے اپنی زندگی اپنی سعادت اور اپنے یقین و ایمان کی جھلک نظر آتی ہے۔"

وہ دل ہی دل میں یہ سب کچھ کہہ رہا تھا اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جس محبت نے اسکے دل کی فضا کو معمور کر دیا ہے وہ چھلک کر کائنات کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی ہے، وہ اسوقت آسمان کے نیلگوں دامن میں محبت کی صورت دیکھ رہا تھا۔ آج اسے ہر ہر ذرہ ہنستا ہوا اور درختوں کی ایک ایک ٹہنی بربط و رباب نظر آرہی تھی۔

وہ انھی خیالات و تصورات میں رات بھر جاگتا رہا یہاں تک کہ صبح کی پیشانی سے رات کا آنچل ڈھلکنے لگا اور وہ کچھ دیر کے لئے سوگیا۔ سو کر اُٹھا تو باغ میں آیا اور ماجد ولیمن کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن دوپہر ہوگئی اور وہ نہ آئی۔ اب اس کے دل میں مختلف شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ اور موٹر کے پاس جانے کے علاوہ کوئی دوسری تدبیر سمجھ میں نہیں آئی۔ چنانچہ وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ وہاں پہونچا اور دروازہ پر دستک دی۔ اس وقت اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے دل کا کوئی

ٹکڑا علحدہ ہوکر کہیں دور جا گرا ہے۔ اور بولنے اور بات کرنے کی طاقت اس سے سلب ہو چکی ہے، اسے سخت شرمندگی اور ندامت تھی کہ اس نے یہاں آنے کے بجائے کوئی دوسرا ذریعہ کیوں نہ اختیار کیا اور چاہ رہا تھا کہ کاش خادم کو یہاں تک آتے آتے اتنی دیر لگ جائے کہ وہ اپنے ہوش و حواس مجتمع کر سکے اور اتفاقاً اس کی یہ آرزو پوری ہوئی کیونکہ جنفیاؔن نے اس وقت تک کواڑ نہیں کھولے جب تک کہ وہ اپنے کام سے فارغ نہیں ہوگئی

اسٹیفن نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا "موکر کہاں ہے؟"

جنفیاؔن نے اسے لیجا کر مہمانوں کے کمرے میں بٹھا دیا اور خود موکر کو اطلاع دینے چلی گئی جو اس وقت اپنے کتب خانہ میں بیٹھا ہوا مطالعہ میں مصروف تھا۔

اسٹیفن جب تنہا رہ گیا تو اس نے اس کمرے کا ایک عام جایزہ لینا شروع کیا۔ اس نے اپنے قریب ہی ایک دروازہ دیکھا جو اتفاق سے کھلا ہوا تھا اور اس کی دوسری طرف ایک سیاہ مسہری بچھی ہوئی تھی وہ سمجھ گیا کہ یہ ماجدولین کا کمرہ ہے۔ وہ دروازہ کے قریب آیا اور کان لگا کر سننے لگا مگر کمرہ خالی تھا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس کا شوق اور بڑھا اور اندر جانے لگا، وہ جانتا تھا کہ اس کا یہ اقدام مناسب نہیں لیکن اس وقت وہ اس دور سے گزر رہا تھا جب عقل دل کا ساتھ نہیں دیتی۔

چنانچہ وہ اندر چلا گیا اور اس نے دیکھا کہ بستر پر شکنیں ابھی تک موجود ہیں، اور تکیہ کا وہ حصہ جس پر ماجدولین اپنا سر رکھ کر سوئی تھی ابھی تک دبا ہوا ہے، مسہری کے سامنے پانی سے لبریز ایک تشت رکھا ہوا ہے اور اسی کے برابر ایک کرسی پر ایک بھیگی ہوئی چادر پھیلی ہوئی ہے۔ پھر اس نے زمین کو دیکھا جس کی نمی میں چھوٹے چھوٹے قدموں کے نشانات اب بھی موجود تھے، وہ سمجھ گیا کہ یہ وہی بستر ہے جس پر ماجدولین سوئی تھی، یہ وہی پانی ہے جس سے اس نے اپنا منھ دھویا تھا یہ وہی تولیہ ہے جس سے اس نے اپنا منھ پوچھا تھا اور یہ وہی زمین ہے جس پر وہ اپنے پاؤں دھوکر چلی تھی۔

وہ ایک سنگین بُت کی طرح ساکت و صامت اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "کس قدر خوش نصیب ہے یہ مسہری جس پر وہ سوتی ہے، کتنا قابل رشک ہے یہ تولیہ جس سے وہ اپنا منھ پوچھتی ہے، کیسی مقدس ہے یہ زمین جس پر وہ اپنے قدم رکھتی ہے، اور کیسا خوش قسمت ہے وہ پانی جسے وہ اپنے بدن پر ڈالتی ہے"۔

یہ کہتے کہتے وہ کرسی پر پڑی ہوئی تولیہ کی طرف بڑھا اور اسے چومنے لگا جس طرح کوئی پوجاری اپنے مندر کے پردے کو چومتا اور آنکھوں سے لگاتا ہے۔ وہ زمین پر جھک گیا اور دیر تک ماجدولین کے نشانات قدم پر پیشانی رگڑتا رہا۔ اتنے میں کسی کے آنے کی آہٹ اُسے محسوس ہوئی اور وہ فوراً اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔ وہ

بیٹھا ہی تھا کہ موکر اندر داخل ہوا اور سلام کے بعد کہنے لگا:

"اے اسٹیفن معاف کرنا مجھے تمھارے پاس آنے میں اس لئے دیر لگی کہ میں لغت کی کتابوں میں علم نباتات کے بعض ناموں کی تحقیق کر رہا تھا اور آج کا تمام دن اسی میں صرف ہوگیا، کیا تم اس میں میری مدد کر سکتے ہو اگر ایسا ہے تو وعدہ کرو کہ کھانا کھانے سے پہلے تم یہاں سے نہیں جاؤ گے۔"

اسٹیفن یہ سُنکر مسکرایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اتنا وقت وہ ماجدولین کے گھر گزاریگا، اور اس سے زیادہ خوش بختی اس کی اور کیا ہو سکتی تھی۔

وہ دونوں اُٹھکر کتب خانہ میں چلے گئے اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ تب موکر نے اسٹیفن کے سامنے اُن تمام ناموں کو پیش کیا جو آج ان کی تمام مشغولیت کا باعث تھے اور ان کے مطالب و معانی انکے مصادر و اشتقاق کے متعلق علمار نباتات کی رائیں اور پھر اپنی تحقیق بیان کرنے لگا، جہاں کہیں اثنائے کلام میں کسی کتاب کا ذکر آتا وہ فوراً کتابوں کی الماری کی طرف جاتا اور کتاب نکال کر اسکے اوراق کو لوٹنے لگتا اور جب وہ موضوع اسے مل جاتا تو ایک تبسم کے ساتھ اسے پڑھتا اور کہتا کہ "دیکھو فلاں عالم کا اس کے متعلق یہ خیال ہے، لیکن میرا عقیدہ اس کے برعکس ہے اور اس میں حرج ہی کیا ہے اگر میری تحقیق اس کی تحقیق کے خلاف ہو، علم کسی خاص مصنف یا مولف کی میراث نہیں ہوتی بلکہ وہ حجت سے حجت کے ٹکرانے اور رائے کا رائے سے مقابلہ کرنے ہی کا نام ہے۔"

وہ یوں ہی مجذوب کی طرح بڑبڑا رہا تھا اور اسٹیفن ان تمام باتوں سے بےخبر، رہ رہ کر دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا اس خیال سے کہ شاید وہ ماجدولین کو اندر آتے ہوئے دیکھ سکے۔

موکر اس کی اس کیفیت کو سمجھ گیا اور کہنے لگا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بار بار دروازے کی طرف دیکھتے ہو۔ شاید تمھیں خیال ہے کہ کوئی غیر شخص اندر آکر ہماری تنہائی میں مخل ہوگا تو تم مطمئن رہو کہ اس گھر میں کوئی شخص مداخلت نہیں کر سکتا اور میری اجازت کے بغیر میرے کمرے میں قدم نہیں رکھ سکتا۔"

اتنے میں خادمہ کی آواز آئی جو اسے کھانے پر بلا رہی تھی۔ مگر اس نے اپنی گفتگو کا سلسلہ ختم نہیں کیا، خادمہ نے پھر آواز دی اور موکر بڑی گرانی اور آہستگی کے ساتھ اُٹھا اور اسٹیفن سے باتیں کرتا ہوا کھانے کے کمرے میں چلا گیا۔

اسٹیفن کو یہ دیکھ کر بہت صدمہ ہوا کہ میز کے آس پاس صرف دو کرسیاں پڑی ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ ایک تو اسکے لئے ہے اور دوسری موکر کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی، فرطِ غم اور شدت الم سے اس کی زبان بند ہوگئی اور چُپ چاپ بیٹھا ہوا کھانا کھاتا رہا، نہ اس نے کوئی لفظ کہا اور نہ ایک حرف سُنا یہاں تک کہ وہ دونوں کھانے سے فارغ ہوگئے۔

موکر کہنے لگا:- "تمھیں یہاں بھیجکر خدا نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے آج مجھے اس تنہائی میں کسی مونس اور اس دسترخوان پر کسی رفیق کی امید نہ تھی کیونکہ آج ہی صبح میری لڑکی اپنی ایک سہیلی سے ملنے گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ شام سے پیشتر واپس نہیں ہو سکے گی۔ اگر کوئی حرج نہ ہو تو تھوڑی دیر کے لئے باغ میں چلو اور کچھ چہل قدمی کر لو"۔

چنانچہ وہ دونوں باغ میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد ہی خادمہ نے کھڑکی میں سے چلاکر ماجد ولین کے آنے کی خبر دی۔ موکر نے اسٹیفن کو رخصت کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھادیا اور اُسے مبہوت و متحیر چھوڑ کر چلتا ہوا، آج اسکے رنج و غم کی کوئی حد و انتہا نہ تھی۔

"حیرت"

اس کے بعد سے اسٹیفن کی یہ حالت ہوگئی کہ جب کبھی وہ ماجد ولین کو باغ میں دیکھ لیتا تو فوراً اس کے سامنے سے ہٹ جاتا اور اُس راستہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتا وہ اپنے لئے ایک ایسی تنہائی کا طالب تھا جہاں وہ اپنے آپ کو عالم تصور میں ماجد ولین کے سامنے دیکھے اور ایک محبت بھرا اسلام اس تک پہونچا سکے، لیکن قبل اس کے کہ اس کا یہ ارادہ پورا ہو، ماجد ولین اپنے کمرہ کی طرف لوٹتی ہوئی نظر آتی، یہ دیکھ کر اسے اس قدر صدمہ ہوتا کہ راتوں کی نیند اُڑ جاتی بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا اور کسی پہلو قرار نہ ملتا۔ وہ مجبور ہو کر جنگلوں اور ویرانوں میں نکل جاتا پہاڑوں کی چوٹیوں اور دریا کے کناروں پر حیران و سرگرداں پھرتا رہتا کہ شاید اسی طرح روح کی حدت اور دل کی جلن میں کوئی کمی ہو۔

ان باتوں کو ایک عرصہ گزر گیا، وہ نہ باغ میں گیا نہ اس نے ماجد ولین کو دیکھا اور نہ موکر ہی سے اس کی ملاقات ہوئی، آخر اس کا دل بیٹھنے لگا اور ہر طرف سے مایوس ہو گیا، ایک روز جب وہ کہیں سے واپس ہوا تو اس کو تیز بخار چڑھا ہوا تھا، بےچینی اور کمزوری انتہا کو پہونچ چلی تھی، وہ اپنے کمرے میں آکر گر پڑا اور پھر کئی روز تک اُٹھنے کے قابل نہ ہو سکا اس کا جسم اور جان دونوں علیل تھے اور قوت برداشت بالکل مفقود تھی۔

جنفیاف کو اس کی علالت کی خبر ہو چکی تھی، چنانچہ اس نے جاکر موکر سے کہا موکر اس کی بیماری کا حال سُن کر اس کی عیادت کے لئے اوپر آیا لیکن پوچھنے پر بھی اس نے اپنی صحیح صحیح کیفیت سے مطلع نہیں کیا بلکہ یونہی سی کچھ بات بنادی، موکر اس سے ایک گھنٹہ تک باتیں کرتا رہا اور جب جانے لگا تو اسٹیفن نے بنفشہ کے پھولوں کا ایک گلدستہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر اشارہ کیا جو اسکے سرہانے گلدان میں بڑی خوبصورتی سے رکھا ہوا تھا اور کہنے لگا:-

"یہ چند پھول میں نے ماجد ولین کے لئے چنے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں اُنھیں ان پھولوں سے بہت دلچسپی ہے

امید ہے کہ آپ میری طرف سے یہ گلدستہ ان کی خدمت میں پیش کردیں گے۔"

موکر نے شکریہ کے ساتھ اسے لیا اور رخصت ہوگیا۔

اس کے کئی دن بعد جب وہ اچھا ہوگیا تو ایک روز باغ میں اُترا اور اپنے دل میں ماجد ولین کے سامنے سے نہ بھاگنے کا پختہ ارادہ کرکے اُترا اور یہ عزم کرلیا کہ کچھ ہو اس کے پاس جاکر ضرور سلام کرے گا اور اس سے بات چیت کرنے کی کوشش کرے گا، ابھی وہ اسی خیال میں محو تھا کہ ماجد ولین سامنے سے آتی ہوئی نظر آئی۔ بھاگ جانا اسکے لئے ممکن نہ تھا اس لئے بڑھ کر سلام کیا۔ ماجد ولین نے بھی جواب دیا، اسٹیفن نے نگاہیں نیچی کرلیں اور ماجد ولین نے سر جُھکا لیا۔ دونوں خاموش تھے اور متحیر۔ وہ اس سکوت کو توڑنے کے لئے الفاظ تلاش کر ہی رہا تھا کہ ماجد ولین نے ابتدا کی اور کہنے لگی:

"آپ کے چہرے سے ضعف و نقاہت کے آثار ابھی تک ظاہر ہیں۔ طبیعت کی افسردگی اور پژمردگی بتلاتی ہے کہ اس مرتبہ آپ نے سخت تکلیف اُٹھائی۔"

اسٹیفن کے منھ سے بجز ہاں کے اور کچھ نہ نکل سکا۔ اور پھر وہ کہنے لگی: "میں آپ کے اس قیمتی ہدیہ اور خوبصورت تحفہ کی جو آپ نے میرے لئے بھیجا تھا بیحد ممنون ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر کس قدر حیرت ہوئی کہ آپ نے وہی پھول بھیجے جو مجھے بیحد پسند ہیں، سچ تو یہ ہے کہ یہ اتفاق نہیں بلکہ الہام ہے۔ مجھے شاعروں پر تعجب ہے کہ وہ اپنے اشعار میں بنفشہ کے پھولوں کا ذکر کبھی نہیں کرتے حالانکہ جن پھولوں کا وہ ذکر کرتے ہیں وہ ان کے مقابلہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے اور نہ اپنے حُسن و جمال میں اُن کے برابر ہو سکتے ہیں۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ سوائے "گیٹے" کے کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر ان کی تعریف میں میں نے کبھی پڑھا ہو۔"

اس موقعہ پر اسٹیفن کو شعر و شاعری پر اظہار خیال کرنے کے لئے ایک وسیع میدان ہاتھ آگیا اور اس موضوع پر بہت دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ ماجد ولین کی واپسی کا وقت آگیا اور وہ رخصت ہوگئی۔ اسٹیفن بھی اپنے بالاخانہ پر چڑھ گیا۔ آج وہ طے کر چکا تھا کہ جس چیز کو وہ اس سے زبانی نہیں کہہ سکا ہے اسے لکھ کر اس کے سامنے پیش کرے گا۔

سوزان کا خط ماجد ولین کے نام

"اے ماجد ولین، میں اپنے والد کے ہمراہ تمھارے گاؤں تم سے ملنے کے لئے آنے والی تھی لیکن ایک عجیب و غریب واقعہ مانع آیا۔ ہم لوگوں کو ہمارے ایک دوست نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی اس کا گھر ہمارے گاؤں سے کوئی تین میل کی مسافت پر ہے اور غالباً تمھارے گھر سے تو بہت ہی قریب ہے۔ ہم لوگ ایک روز صبح کو ان کے یہاں گئے

اور چند گھنٹے تک ٹھیرے رہے، ذرا دن ڈھلے سب لوگ اپنے اپنے گھروں سے سیر و تفریح کے لئے میدانوں، باغوں اور سبزہ زاروں کی طرف نکل کھڑے ہوئے، اور اے ماجد ولیین تمھیں تو معلوم ہی ہے مجھے فطرت کی اُن تمام نیرنگیوں اور بوقلمونیوں سے جن کا شعراء ذکر کیا کرتے ہیں کبھی کوئی دلچسپی نہیں ہوئی، جنگلوں اور بیابانوں کے نظارے پہاڑوں اور ریگستانوں کے مناظر میرے لئے اپنے اندر کوئی سامانِ مسرت نہیں رکھتے، پانی کی روانی اور نسیم کا خرام بادلوں کی گرج اور سورج کی تپش پہاڑوں کی چوٹیاں اور ریگستانوں کے نشیب و فراز میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، تاہم میں ان کے ساتھ گئی، میں خاموش تھی اور یہ لوگ گاؤں کی دلچسپ فطرت کے محاسن کے بیان میں رطب اللسان تھے مگر ان لوگوں کی حالت بھی ان مکار اور زمانہ ساز مصنفوں سے کچھ بہتر نہ تھی جو دہقان کی اہمیت اور اس کی تعریف میں ورق کے ورق سیاہ کر دیتے ہیں اور اُس کے ہاتھوں کی ثنا و صفت میں جو نوع انسانی کی خدمت کے لئے وقف ہیں قصیدے لکھ مارتے ہیں۔ لیکن یہی مسکین اگر کبھی ان لوگوں کے پاس سے نکل جاتا ہے اور غلطی سے مصافحہ کے لئے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیتا ہے تو ان کے ہاتھ رک جاتے ہیں، اس ڈر سے کہ کہیں اس کے میلے اور کالے ہاتھ انکے نرم و نازک ہاتھوں کو آلودہ نہ کر دیں۔

ہم لوگ اسی طرح باتیں کرتے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ دریا کے قریب پہونچ گئے، ہم نے دیکھا اور یہ دیکھ کر ڈر گئے کہ دریا کے دوسرے کنارے پر بہت سے لوگ جمع ہیں، ایک دوسرے کو ڈھکیل رہے ہیں انگلیاں اُٹھا اُٹھا کر پانی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور ہر طرف سے "دوڑو پکڑو، ڈوبا ڈوبا" کی آوازیں چلی آ رہی ہیں ان کی یہ چیخ پکار سن کر ہم بھی اسی طرف کو دیکھنے لگے جدھر یہ لوگ اشارے کر رہے تھے۔

ہم نے دیکھا کہ ایک شخص موجوں کی قربانگاہ پر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ وہ موت اور موت اس پر قابو پانا چاہتی ہے۔ جب وہ اُبھرتا تھا تو لوگوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا تھا لیکن کوئی ہاتھ اسے اپنی طرف اُٹھتا ہوا نظر نہیں آتا تھا اور جب بیٹھ جاتا تھا اور پانی کی سطح اس کے اوپر ہموار ہو جاتی تھی تو خود ہمیں بھی اس کی موت کا یقین ہو جاتا تھا، الغرض وہ اسی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ڈوبتا اُچھلتا رہا، یہاں تک کہ اس کے بازو شل ہو گئے اور قوتیں جواب دے گئیں اس کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور رنگ بدل گیا تھا۔ دیکھنے والے کچھ تو رو رہے تھے اور کچھ چیخ رہے تھے اور کچھ ایک دوسرے کی طرف اس امید میں دیکھ رہے تھے کہ کون نیک دل اور بلند ہمت شخص اس کی مدد کے لئے بڑھتا ہے ہم ابھی اسی امید و بیم میں تھے ایک شخص برہنہ تن، بھیڑ کو چیرتا لوگوں کو ہٹاتا تیر کی طرح نکلا اور دریا میں کود پڑا اور دریا کی موجوں سے لڑتا ہوا ٹھیک اس جگہ پہونچ گیا جہاں وہ شخص ڈوبا تھا۔ وہاں پہونچکر اس نے غوطہ لگایا۔ پانی طرفۃ العین میں پھٹا اور وہ اس شخص کا بازو پکڑے ہوئے پانی کے اوپر لے آیا۔ لوگوں نے اس کی ہمت و جرأت پر آفریں کہی، لیکن قبل اس کے کہ ہمارے ہوش و حواس بجا ہوں، پہلے سے بھی زیادہ خوفناک نظارہ ہمارے سامنے تھا، ہم نے دیکھا کہ

ڈوبنے والا شخص اپنے بچانے والے کو دیکھ کر کچھ دیوانہ سا ہوگیا، شاید اسے خیال ہوا کہ یہ شخص اس کے ساتھ دشمنی کر رہا ہے اور اس کے بازو کو اس لئے پکڑے ہوئے ہے کہ اسے پانی کی گہرائیوں میں پہونچا کر اس کی قسمت پر آخری مہر لگا دے چنانچہ اس نے اپنے آپ کو اس کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کی اور پوری قوت کے ساتھ اس کے سینہ میں ایک گھونسا مارا، اپنی انگلیاں اسکی گردن میں پیوست کر دیں اور اُسے اپنی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں رکھ کر کچھ اس زور سے دبایا کہ ہم تو یہی سمجھے کہ اس کی ہڈیاں چور چور ہوگئی ہوں گی۔ چنانچہ وہ خود بھی اپنی زندگی سے ناامید ہوگیا اور سمجھ گیا کہ اب موت یقینی ہے۔ اس نے اسی وقت اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا دئے اور کسی کا نام لیا اور اے ماجد ولین شاید وہ تمھارا ہی نام تھا۔ میں کچھ نہ سمجھ سکی کہ اُس کا کیا مقصد ہے اور یہ کون ماجد ولین ہے۔ اتنے میں موجوں نے پھر ان دونوں کو اپنی آغوش میں لے لیا اور حسب معمول اتراتی ہوئی اوپر سے نکل گئیں۔ ہمارے دلوں کی دھڑکن تیز ہوگئی ہونٹ خشک پڑ گئے گلوں میں پھندے پڑنے لگے گردنیں اونچی ہوگئیں خون کی روانی ہلکی اور جسم کے جوڑ جوڑ ڈھیلے پڑ گئے کئی منٹ اسی طرح گزر گئے نہ ہوائیں سنکیں اور نہ موج اُٹھی۔ میں حیران و پریشان اپنے والد کے پاس آئی اور پوچھنے لگی: "کیوں ابّا جان کیا ڈوب کر مرنے والوں کو بھی موت کی تکلیف ہوا کرتی ہے" مجھے روتا ہوا دیکھ کر میرے والد بھی آبدیدہ ہوگئے اور کہنے لگے: "ہاں بیٹی بہت تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات تو یہ صورت ہوتی ہے کہ ڈوبنے والا پانی کی گہرائیوں میں کسی پتھر کو تلاش کرتا ہے تاکہ اس کی ایک ہی ضرب سے اپنے مصائب و آلام کا خاتمہ کردے"۔

یہ سُن کر میں ریت کے ایک ٹیلے پر بیٹھ گئی اور ہاتھ اُٹھا کر خدا سے دعائیں کرنے لگی۔ میں اپنی دعاؤں میں کھوئی ہوئی اپنے گرد و پیش سے بےخبر تھی کہ یکایک دریا کے کنارے سے پھر وہی شور اُٹھا۔ اب دریا اس شخص کو پھر اُگل رہا تھا اور وہ تن تنہا پانی کی سطح پر اُبھر رہا تھا۔ لوگ اسے زندہ دیکھ کر اپنی اپنی طرف بلانے لگے کیونکہ اب خود اس کی اپنی زندگی خطرہ میں پڑ چکی تھی۔ اس نے ایک مرتبہ پھر غوطہ لگایا اور ڈوبنے والے کو کندھے پر لئے ہوئے نکل آیا اور بصد مشکل اسے کنارے تک لیجانے میں کامیاب ہوا۔ یہاں پہونچکر وہ دونوں گر گئے اور سب لوگ انھیں سنبھالنے میں مشغول ہوگئے۔ یہانتک کہ ڈوبنے والے کو ہوش آگیا اور رخصت ہوگیا۔ اُس کے بعد جب سب لوگ اِدھر اُدھر چلے گئے تو بچانے والا شخص بھی اپنی جگہ سے اُٹھا کپڑے پہنے اور بدقت تمام بنفشہ کے اُن پیڑوں کی طرف جو ساحل کے برابر برابر دور تک پھیلے ہوئے تھے روانہ ہوگیا اور اس کے پھول توڑ توڑ کر اپنے دامن میں جمع کرنے لگا۔

بہت ممکن ہے اس واقعہ کی یادگار میں کوئی گلدستہ بنانا چاہتا ہو۔ پس ہم لوگ اسے اسی حال میں چھوڑ کر خاموشی اور افسردگی کو اپنے ساتھ لئے ہوئے اپنے گھروں کو واپس آگئے۔ اور اے ماجد ولین تمھاری ملاقات کی امید اُس روز پوری نہ ہوسکی۔

میں اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتی۔ کیونکہ جب مجھے اس واقعہ کا خیال آجاتا ہے تو مجھے اس قدر اذیت

دتکلیف پہونچتی ہے گویا یہ سب کچھ اسی وقت میری آنکھوں کے سامنے سے گزر رہا ہے۔ اچھا اب پھر لکھوں گی خدا حافظ"۔

"انکشاف"

سورج اُفق مغرب کی طرف اُترنے لگا، تاریکی روشنیوں پر چھانے لگی، خاموشی ہر طرف بڑھ چلی اور گھونسلوں میں بسیرا لینے والے پرندوں کی آوازوں کے علاوہ تمام آوازیں خاموش ہوگئیں۔ اسٹیفن اسوقت باغ میں زیزفون کے درختوں کے نیچے بیٹھا ہوا ماجد ولین کے آنے کا انتظار کر رہا ہے، اس نے ماجد ولین کے نام ایک خط لکھا ہے اور جس چیز کے اظہار سے اس کی زبان قاصر تھی اسے زبانِ قلم سے ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس وقت اس خط کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے پڑھ رہا ہے اس کا خیال ہے کہ یہ خط کچھ زیادہ موثر و دلکش نہیں ہے اور اس کے ہر ہر جملہ میں کوئی نہ کوئی کمی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نے طے کرلیا کہ وہ دوسرا خط لکھے گا جو اس سے زیادہ دلکش و موثر ہوگا وہ ابھی اسی خیال میں تھا کہ اس نے ماجد ولین کو ہاتھ میں ایک خط لئے ہوئے اور اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ قریب آکر وہ مسکرائی اور کہنے لگی:

"کیوں جناب آپ کو وہ جگہ تو یاد ہوگی جہاں سے بنفشہ کے وہ پھول لاکر آپ نے مجھے تحفتہً بھیجے تھے؟"

اسٹیفن اس سوال سے کچھ پریشان تو ہوا لیکن پھر سنبھل کر بولا:۔

"جی ہاں، یہاں سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک دریا ہے جسکے کنارے بنفشہ کے بہت سے درخت لگے ہوئے ہیں"

وہ خط اس کی طرف بڑھا کر کہنے لگی لیجئے اسے پڑھئے اس میں آپ ہی کا ذکر خیر ہے، اسٹیفن نے وہ خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور شروع سے آخر تک کئی مرتبہ پڑھا، یہ سوزان کا خط تھا۔ پڑھ کر اس نے خاموشی سے واپس کردیا وہ حیران تھا کہ کیا کہے۔ آخر ماجد ولین نے خود ہی اس سکوت کو توڑا اور کہنے لگی:

"اسٹیفن تم مجھ سے اپنے دل کی باتیں چھپاتے ہو۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ دریا کے اس حادثہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا اور تم پر کیا گزرا اور یہ اسی کا اثر تھا کہ تم اتنے دن بخار میں مبتلا رہے"۔

یہ کہکر اس نے اسٹیفن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ہاتھوں کا ملنا تھا کہ دل دھڑکنے لگے گویا بجلی کے دو تار تھے جن کے ملتے ہی فانوس روشن ہوگئے۔ تھوڑی دیر تک وہ دونوں اسی طرح خاموش بیٹھے رہے اور کچھ نہ بول سکے۔ مگر محبت کے اُن روشن نقوش کو جو ایسے وقت میں پیشانیوں پر اُبھر آتے ہیں نگاہیں ضرور پڑھتی رہتی ہیں۔ اسٹیفن نے بھی ماجد ولین کے چہرے میں محبت کی تمتماہٹ، عشق کا التہاب، غم کی جھلک اور اضطراب محسوس کیا اور اسٹیفن کے چہرے میں ماجد ولین نے بھی محبت، اور اس کی جگمگاتی ہوئی مسرتوں کو اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں میں دیکھ لیا، آخر کار وہ بھی ضبط نہ کرسکی اور محبت کا پہلا آنسو اس کی آنکھ سے ٹپک پڑا۔ اسٹیفن اُسے

روتا ہوا دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اور انتہائی دردمندی کے ساتھ اس نے ماجد وکین کا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لیا۔

اس طرح شاید وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ جس محبت کا اظہار وہ زبان سے نہ کر سکا تھا جس دردِ پنہاں کی تصریح الفاظ سے ممکن نہ تھی اور جس آتش شوق کی لپٹیں اس تک نہ پہونچ سکیں تھیں وہ اسے خود محسوس کرلے، اور اس کے دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے، اس کے بعد وہ اس کے قدموں پر جھک گیا اور کہنے لگا:۔

"کیوں ماجد وکین کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟"

مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے پھر وہی سوال کیا لیکن وہ پھر بھی خاموش رہی اب اسنے نہایت ہی عاجزی سے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا اور کہنے لگا:

"اے ماجد وکین رحم کرو، مجھے ڈر ہے کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں، اور یہ سب کچھ میرے ان خیالات کا پرتو تو نہیں جو خوابوں ہی میں میرے لئے وجہ سکون و سامان مسرت ہوا کرتے ہیں اور جب بیدار ہوتا ہوں تو طعنۂ نایافت کے علاوہ کچھ بھی میرے پاس نہیں ہوتا۔ لہذا اے ماجد وکین آج تم مجھ سے محبت کا اقرار کرلو تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ تم میرے سامنے موجود ہو اور میں خواب نہیں دیکھ رہا ہوں"۔

وہ دونوں بہت دیر تک اسی طرح بیٹھے رہے اور زندگی کی یہ ساعتیں کسقدر قیمتی تھیں، اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھیں اپنے زمانہ شباب میں یہ مبارک دن کبھی نصیب ہوا ہو، اس وقت انھیں محسوس ہو رہا تھا گویا وہ دُنیا اور اسکے ہنگامہ سے گزر کر، عافیت و سکون کے ایک ایسے گوشہ میں پھر پہونچ گئے ہیں جو جنت سے کم نہیں ہے اور اس وقت ان کی روحیں قید جسم سے آزاد ہو کر فضاء بسیط میں کبھی آسمانوں پر سیاروں کی حرکت کا مشاہدہ کرتی ہیں اور کبھی فرشتوں کی صفوں سے گزر کر ان کی تسبیح و تہلیل کو اپنے کانوں سے سنتی ہیں اور کبھی فردوس میں پہونچکر اس کے لولو و مرجان کو پرکھتی اور اس کے باغ میں تفریح کرتی پھرتی ہیں۔

وہ اسی طرح عالم بیخودی میں کھڑے ہوئے تھے کہ ماجد وکین نے جنفیاف کے پکارنے کی آواز سُنی، وہ اُٹھ بیٹھی اور "کل اسی وقت اسی جگہ پھر ملوں گی" کہتی ہوئی اس نے اسٹیفن کی طرف رخصت کا ہاتھ بڑھایا، اس نے بھی اپنی تحویت میں کچھ سوچے سمجھے بغیر اس کی طرف اپنا ہاتھ پھیلا دیا، وہ چلی گئی اور وہ اسے دیکھتا رہا، یہاں تک کہ اس کے دوپٹہ کا آخری سرا بھی اس کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا۔

اسٹیفن کچھ دیر تو اسی جگہ اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھا رہا جیسے ابھی تک ماجد وکین اس کے سامنے بیٹھی ہے، لیکن جب دروازہ بند ہونے کی آواز اس کے کانوں میں پہونچی اور اس نے اپنے چاروں طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل تنہا ہے۔

ماجد وکین کے چلے جانے کے بعد اسٹیفن کا جدھر کو منھ اُٹھا نکل گیا، وہ اس وقت بڑی تیزی سے چلا جا رہا تھا

اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آج وہ آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، میدانوں اور دریاؤں بلکہ کائنات کے ہر ہر ذرہ کو اپنی خوش نصیبی اور مسرت پر گواہ بنانا چاہتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ سعادت جو اسے نصیب ہوئی ہے اس کی طاقت برداشت سے باہر ہے۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ ہر اس شخص سے جو اسے راستہ میں ملے اپنا قصّہ سُنائے اور اپنی خوش بختی کا کچھ حصّہ اسے بھی بخشدے۔

وہ کھیلتے ہوئے بچّوں کے پاس سے گزرا اور انھیں اپنے آس پاس جمع کر کے ایک ایک کو پیار کرنے لگا اور جو کچھ اسکی جیب میں تھا وہ سب تقسیم کر دیا اور اگر اس کے پاس آج کائنات کے پوشیدہ خزانوں کی کُنجیاں ہوتیں تو ان لمحات محبت کی یاد میں وہ ان خزانوں کو لُٹا دیتا اور صفحۂ زمین پر کسی کو بدقسمت اور بدنصیب نہ رہنے دیتا۔

وہ اسی طرح تاریکی کے پردوں کو چیرتا چلا جا رہا تھا، کہ باغ کے دروازہ کو کُھلا ہوا دیکھ کر اس میں داخل ہو گیا اور اُسی جگہ جا کر بیٹھ گیا جہاں اب سے کچھ دیر پہلے بیٹھا ہوا تھا اور ماجد ولین کے کمرے کی اس روشنی کو جو پردے میں سے چھن چھن کر آرہی تھی دیکھنے لگا۔

اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا وہ اس کے اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ اور کتاب کے ورق لوٹنے کی آواز سُن رہا ہے۔ وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ روشنی گل ہو گئی اور وہ اپنے کمرہ میں واپس آکر ایسی میٹھی نیند سویا اور ایسے ایسے دلفریب خواب دیکھے جو بچپن کے بعد سے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

"اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام"

"میں جس جگہ کل تمھارے سامنے کھڑا تھا اُس کی یاد ابتک میرے ذہن میں تازہ ہے اور اس وقت بھی میرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا ہوا ہے اور میں اپنے دل کو تلاش کر رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں، کہیں اس مسرت کی تاب نہ لاکر میرا دم نہ گھٹنے لگے۔

اے ماجد ولین، حُسن و جمال کی وہ نعمت جو خدا نے تمھیں بخشی ہے مجھے نہیں دی ہے۔ اور دلکشی و لطافت احساس کا جو زیور تمھیں ملا ہے میں اس سے عاری ہوں، اس لئے اے ماجد ولین اگر تم نے مجھ سے محبت کی ہے تو یہ ایک ایسے شخص کی محبّت ہے جو نوجوانوں کی بعض پسندیدہ خوبیوں سے خالی ہے اور اس کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ تمھاری طرف اسی وسیلہ سے پہونچ سکے جس وسیلہ سے تم اس کی طرف پہونچی ہو، یا اُس سعادت کے بدلے تمھیں حاصل کر سکے جو تم نے اسے بخشی ہے۔ پس اگر تم سمجھتی ہو کہ پُر خلوص محبت، پاس عہد اور خالص جاں سپاری جس میں تاسف و شرمندگی کی آمیزش نہ ہو کچھ ایسی باتیں ہیں جن سے محبت کی جا سکتی ہے تو اے ماجد ولین، میں یہ سب چیزیں تمھاری جناب میں پیش کرتا ہوں۔ تم میری طرف سے انھیں قبول کرلو اور کہدو کہ تم نے اسے قبول کر لیا ہے۔"

عہد

اسٹیفن نے یہ خط اپنے ہاتھ سے ماجد ولین کو دیا، وہ اسے دیکھ کر گھبرا گئی اور بڑی حیرت سے اُسے دیکھنے لگی، لیکن جب اسٹیفن نے اپنی ملتجی اور رحم طلب نگاہوں سے اُسے دیکھا تو وہ خط اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا اور کہنے لگی:

"اے اسٹیفن، کیا یہ صحیح ہے جیسا کہ سوزان نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ جس وقت تم اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اس وقت آخری لفظ جو تمھاری زبان سے نکلا وہ میرا نام تھا"

اس نے کہا "ہاں! اور یہ اسی نام کی برکت تھی کہ مجھے موت سے نجات ملگئی"

ماجد ولین بولی:

"اے اسٹیفن، یہ ضرور ہے کہ تمھیں اس حادثہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھانا پڑیں، لیکن اس واقعہ کے بعد سے تمھارا شمار دنیا کے محسنین میں ہونے لگا ہے"۔ اس نے کہا "نہیں یہ بات تو نہیں ہے، لیکن اے ماجد ولین اس روز میرے اوپر جو کچھ گزرا وہ حقیقت میں میری قوت برداشت سے باہر تھا اور ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا میں کسی گڈھے میں گرتا چلا جا رہا ہوں مگر جب میں نے تمھیں یاد کیا تو تمھاری یاد نے مجھے عجیب راحت بخشی اور میں جب کبھی بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ تم ہی میری نجات کا سبب تھیں۔ کنارے پر پہونچکر میں نے وہ چند پھول جمع کئے تھے جو تمھارے اس احسان عظیم کی یاد میں تمھیں بھیجے تھے"

یہ سنکر ماجد ولین نے جیب میں سے جوہی کے پھولوں کا ایک گلدستہ نکالا اور کہنے لگی:

"آج صبح میرے والد نے میرے لئے یہ چند پھول جمع کئے تھے اور میں تمھاری اس پیشکش کے جواب میں یہ گلدستہ تمھیں نذر دینے لائی ہوں"

اسٹیفن نے وہ گلدستہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اسے توڑ کر اس کے پھولوں کو اپنے سامنے بکھیر دیا اور پھر انھیں ایک نئے دھاگے میں گول حلقے کی شکل میں گوندھنے لگا یہاں تک کہ وہ ایک خوبصورت تاج کی طرح ہو گیا۔ پھر اسے ماجد ولین کے سر پر رکھ کر کہنے لگا کہ:

"جو شخص بھی اس چمکتے ہوئے تاج کو اس روشن پیشانی پر دیکھے گا یہی کہیگا کہ شادی کا سہرا دُلہن کے سر پر بندھا ہوا ہے"

اس جملے نے ماجد ولین پر بہت گہرا اثر کیا اور اس نے شرما کر گردن نیچی کر لی۔ پھر تھوڑی دیر بعد جب سر اُٹھایا تو دو خوبصورت اور چمکدار آنسو اُسکی آنکھوں میں چمک رہے تھے، اسٹیفن کہنے لگا:

"ہائیں، اے ماجد ولین، کیوں روتی ہو، اس دنیا میں کوئی قوت ایسی نہیں ہے جو میرے اور تمھارے درمیان حایل ہو سکے"

ماجد ولین بولی:

"میں تو محبت کے خوف سے روتی ہوں، تمھیں معلوم ہے کہ میں ایک غریب بے ماں کی لڑکی ہوں اور ہر اس لڑکی کی طرح جو اپنی ماں کی محبت سے محروم ہو چکی ہو، مسرت کے خیال سے کانپ اُٹھتی ہوں"

اسٹیفن بولا:

"اے ماجد ولین محبت سے نہ ڈرو، یاد رکھو، جس خدا نے سورج کو چمک، پھولوں کو مہک اور آنکھوں کو نور بخشا ہے اسی خدا نے دلوں کو درد محبت دیا ہے اس لئے اے ماجد ولین تم میری طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ اور میرے ساتھ قسم کھاؤ کہ ہم کبھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور اگر بدقسمتی سے ہمیں کسی روز جدا ہونا پڑا تو وہی دن ہماری زندگی کا آخری دن اور وہ فراق ہمارا دائمی فراق ہوگا"

چنانچہ ماجد ولین نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا اور دونوں نے محبت کی قسم کھائی

"اسٹیفن کی طرف سے ماجد ولین کے نام"

"میں نے تمھیں بہت بہت لکھا، لیکن تم نے تو مجھے تھوڑا یا بہت کچھ بھی نہ لکھا۔ غالباً دوسری لڑکیوں کی طرح تمھارا بھی یہی خیال ہے کہ وہ عورت جو اپنے حبیب کو محبت کا خط لکھتی ہے وہ یا تو گنہگار ہے یا جوہر شرافت سے خالی ہے، لیکن اس کے برخلاف میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو یہ اس کا تصنع ہے۔ کیونکہ وہ لڑکی جو اپنے دل کو خالص محبت کے زیر اثر واقعی اور حقیقی طور پر کسی کے نذر کر چکی ہو، وہ اسے عیب نہیں سمجھ سکتی کہ اپنے حبیب کو اسی طرح خط لکھے جس طرح وہ اس سے باتیں کیا کرتی ہے۔

اظہار محبت میں احتیاط در حقیقت ان عورتوں کا طریقہ ہے جو ہر روز اپنے لئے ایک نیا شخص تلاش کرتی ہیں اور پوری دیانتداری کے ساتھ اسے یقین دلاتی ہیں کہ اس سے پہلے ان کی آغوش محبت کبھی کسی دوسرے شخص کے لئے نہیں کھلی تھی، کیونکہ وہ ڈرتی ہیں کہ مبادا آج وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھیں جو کل ان کے حق میں ان کے بازار کو سرد کر دے لیکن شریف عورتیں، بہت بلند ہوتی ہیں ان کا عشق کامل اور محبت سچی ہوتی ہے وہ جو بات زبان سے کہتی ہیں اس کو لکھ بھی سکتی ہیں۔

اے ماجد ولین، جو شخص تمھاری باتوں کو نہاں خانۂ دل میں چھپا سکتا ہے وہ تمھارے خطوط کی حفاظت بھی کر سکتا ہے اور خوب سمجھ لو کہ جو شخص تمھارے خطوں کو تمھارے خلاف پیش کر کے تمھیں بدنام کرنے کی کوشش کرے، وہ میرے علاوہ کوئی اور شخص ہوگا اور جو لڑکی اس بات پر راضی ہو جائے کہ اپنے دل کو ایک ایسے شخص کی نذر کر دے جو عورتوں کے بھیدوں سے تجارت کرنے کا خواہشمند ہو وہ تمھارے علاوہ کوئی دوسری لڑکی ہوگی۔

"سمندر"

اس کے بعد ایک زمانہ گزر گیا کہ ماجدولین اور اسٹیفن کبھی گھر میں، کبھی باغ میں، کبھی جنگل میں اور کبھی دریا کے کنارے برابر ایک دوسرے سے ملتے رہتے، اکثر وہ دونوں بنفشہ کی جھاڑیوں کے پاس بیٹھ جاتے اور دریا کے حادثہ کا ذکر اور اُس گلدستہ کی یاد ان کی گفتگو کا موضوع بن جاتی اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ دونوں ایک چھوٹی سی کشتی پر سوار ہوکر سمندر کی سیر کو نکل جاتے۔

چنانچہ ایک روز وہ دونوں کشتی میں سوار ہوکر سمندر کی سیر کو روانہ ہوئے، شام ہو چکی تھی اور ڈوبتے ہوئے سورج کی سُرخ چادر اُفق مغرب پر پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سورج غروب ہو گیا اور چاند نمودار ہوکر اسکی نیابت کے فرائض انجام دینے لگا۔

وہ دونوں اس دلچسپ نظارہ سے متاثر ہوکر سمندر کو غور سے دیکھنے لگے۔ سمندر کا پانی آئینہ کی طرح شفاف تھا اور ہوا بہت لطیف تھی، سناٹا ہر طرف چھایا ہوا تھا اور سمندر میں گرتے ہوئے پانی کے علاوہ کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ چاند خوب روشن تھا اور تاریکی کے پردے اُٹھ چکے تھے۔ اور اس کی نیلگوں شعاعیں کشتی، سمندر ساحل اور آس پاس کی تمام چیزوں پر برس رہی تھیں۔

یہ دلفریب نظارہ، یہ ہمہ گیر خاموشی اور یہ مکمل تنہائی کچھ اس درجہ بے اختیار کر دینے والی تھی کہ انھوں نے کشتی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا، اور باتوں میں مصروف ہو گئے۔

اسٹیفن، ماجدولین سے کہہ رہا تھا:

"اے ماجدولین، میرا دل چاہتا ہے کہ آیندہ ہمارا گھر کسی دریا کے کنارے ہو، اور ہمارے پاس اس سے ذرا بڑی ایک کشتی ہو تاکہ چاندنی راتوں میں ہم اس میں بیٹھ کر دریا کی سیر اور مچھلیوں کا شکار کیا کریں، اس کے علاوہ میری یہ تمنا بھی ہے کہ ہمارے گھر میں ایک چھوٹا سا باغ ہو جس میں ہم اپنی خواہش کے مطابق انگوروں کی بیلیں، پھلوں کے درخت اور پھولوں کے پودے لگایا کریں، اور بنفشہ کے درخت تو میں خود تمھارے لئے اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا اور پھر گھر کے متعلق میرا ایک خیال یہ بھی ہے کہ اس میں دو طبقے ہونا چاہئیں، بالائی منزل میں چار کمرے ہوں، ایک مہمانوں کے لئے، دوسرا کتابوں کے لئے، تیسرا کپڑوں کے لئے" یہ کہکر وہ ایک لمحہ کے لئے رکا اور پھر کہنے لگا اور چوتھا کمرہ صرف تمھارے اور میرے لئے"

ماجدولین بولی:

"لیکن تم دو اور کمروں کا ذکر کرنا بھول ہی گئے ایک تمھارے بھائی اور دوسرا میرے والد کے لئے"

اسٹیفن نے کہا:

"بیشک یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ ایسی صورت میں ضروری ہے کہ بالائی منزل میں چھ کمرے ہوں، اور نیچے کے طبقہ میں ایک کمرہ کھانے کا، دوسرا سامان کا اور تیسرا ملازمین کا ہو، مگر ایک حمام ہونا بھی ضروری ہے اور ایک ایسے کمرے کی بھی ضرورت ہے جو گھر کی بعض دیگر ضروریات کے لئے خالی رہے۔

ماجدولین کہنے لگی:

"لیکن ایک بات آپ پھر بھول گئے، باغ اسی وقت خوشنما ہوسکتا ہے جب اس کے درمیان ایک چھوٹا سا فوارہ بھی ہو جس سے صاف و شفاف پانی اُچھلتا اور قطرے ہو ہو کر پھیلتا رہے"۔

اسٹیفن بولا:

"تم ٹھیک کہتی ہو، ہم اس حوض میں رنگ رنگ کی مچھلیاں بھی پالیں گے۔ لیکن اے ماجدولین، ہمیں اُسکے چاروں طرف کافی بلند جنگلا لگانا پڑے گا، ورنہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچّوں کی پوری طرح حفاظت نہ ہوسکے گی"۔

یہ سُن کر ماجدولین شرما گئی، اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور بہت دیر تک سر جھکائے بیٹھی رہی اور رونے لگی۔

اسٹیفن گھبرا گیا اور کہنے لگا:

"اے ماجدولین، کیوں رو رہی ہو"۔ اس نے کہا:

"اے اسٹیفن، زمانہ بہت بخیل ہے وہ دُنیا کی تمام نعمتیں کسی ایک شخص کو نہیں دے سکتا۔ مجھے ڈر ہے کہیں ہم اپنی ان آرزؤں میں ناکام نہ ہوں اور اپنے مستقبل کے اس تصور میں غلطی پر نہ ہوں۔ اس لئے میں تو یہ کہتی ہوں کہ زمانہ اگر آئندہ کسی وقت بھی ہمارے اور ہماری مسرتوں کے درمیان حائل ہوسکتا ہے تو وہ اسی وقت اپنا بیرحم ہاتھ ہماری طرف بڑھا کر اُس وقت سے پہلے ہی ہماری روحوں کو نکال لے تاکہ موت کی تلخی ہمارے لئے کچھ ہلکی ہو جائے"۔

اسٹیفن بولا: "اے ماجدولین، ڈرو نہیں زمانہ کا بیرحم ہاتھ دو محبّت کرنے والوں کو اس وقت تک برباد نہیں کرتا جب تک کہ محبّت کرنے والے خود ہی اس چیز کے خواہشمند نہ ہوں، اس لئے مایوس نہ ہو تاکہ میں تمھاری محبّت و قوت کی طاقت سے جری ہو کر مصائب کو دعوتِ مقابلہ دے سکوں"۔

یہ سُن کر وہ چُپ ہو گئی اور پھر دریا اور اس میں کشتی کی روانی کو دیکھ کر کہنے لگی: — "اگر انسان اپنے لئے ہر چیز کی تمنا اور خواہش کر سکتا تو میں بھی تمنا کرتی کہ یہ راستہ جس پر ہم اس وقت چل رہے ہیں ابدیت اور دوام کا راستہ ہوتا اور یہ کشتی جو ہمیں لئے ہوئے بہتی چلی جارہی ہے اس وقت تک کہیں نہ رکتی جب تک آسمان کے دروازوں میں داخل نہ ہو جاتی"۔

اس کے بعد اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگی: — "اے اسٹیفن اب بس کرو، چاند چھپنے کے

قریب ہے اور میں اسے چھپتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ ڈرتی ہوں کہیں اس کے چھپتے ہی ہماری مسرتوں کا چاند بھی نہ چھپ جائے۔"

یہ سُن کر وہ بھی اس کی طرف خاموش اور غم آلود نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا خود اس کا دل بھی انھیں خطرات کا جولانگاہ بنا ہوا ہے، چنانچہ وہ اُٹھا اور پتوار اُٹھاکر کشتی کا رُخ پھیر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کنارے پر پہونچ گئے اور جب جدا ہونے لگے تو اسٹیفن نے ماجدولین کے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں سے قریب لاکر چومنا چاہا، لیکن جب وہ اس پر راضی نہ ہوئی تو اس کی پیشانی چوم لی۔ ماجدولین کانپنے لگی اور اسٹیفن پر ایک نگاہ خشم آلود ڈالتی ہوئی لوٹ گئی۔

"ماجدولین کی طرف سے اسٹیفن کے نام"

"اے اسٹیفن یہ تم نے کیا غضب کیا۔ گزشتہ رات میرے صبر و سکون کو لوٹ لیا۔ میں جب خیال کرتی ہوں کہ تم نے میری پیشانی کو داغدار بنا دیا تو میری حالت دگرگوں ہو جاتی ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اب بھی میری پیشانی پر دہکتا ہوا انگارا رکھا ہے، افسوس میری کتاب زندگی کا جو ورق کل رات سے پہلے آئینہ کی طرح شفاف تھا، آج میں اسمیں ایک سیاہ دھبہ دیکھ رہی ہوں، میں نے اس کو دھونے مٹانے اور دور کرنے کی ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکی رات بھر میری آنکھوں سے جوئے خون بہتی رہی ہے اور تمام شب میں جناب باری میں سربسجود رہی ہوں، معلوم نہیں میرا کیا حشر ہو اور اس جُرم کی پاداش کیا ملے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اس سیاہ پیشانی کو لیکر قیامت میں کس طرح خدا کے سامنے ہو سکوں گی اور اپنی یہ گناہگار صورت کیونکر دکھا سکوں گی۔

اگر میں اپنے دل کو یہ کہکر تسلی نہ دے لیتی کہ اس گناہ کی تمامتر ذمہ داری تم پر ہے اور میری رضا و رغبت اس میں شامل نہ تھی تو یقیناً میں خودکشی کر چکی ہوتی، اے اسٹیفن آیندہ اس قسم کی جرأت کبھی نہ کرنا، ورنہ خوب سمجھ لو مجھے زندہ نہ دیکھ سکو گے۔

"اسٹیفن کی طرف سے ماجدولین کے نام"

"اس سے پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ لڑکی جو محبت کرتی ہے اور خلوص و صداقت کے ساتھ پیمان وفا باندھتی ہے اپنے محبت کرنے والے کے پیار سے اس قدر مکدر ہو سکتی ہے۔ حالانکہ وہ پیار اس پیار سے کہیں زیادہ معصوم ہوتا ہے جو ایک بھائی اپنی بہن کی پیشانی کو چوم کر ظاہر کرتا ہے۔

اے ماجدولین میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سمجھ کر کہ تمھیں مجھ سے محبت ہے خود اپنے آپ کو دھوکہ دیا ہے، کیونکہ تمھیں مجھسے محبت نہیں ہے۔

اب مجھے معلوم ہوا کہ تمہاری آنکھوں کا میرے سامنے اشک آلود ہونا، تمہارے ہاتھ کا میرے ہاتھوں میں کانپنا اور تمہارے دل کی تڑپ کا مجھے دیکھ کر سوا ہو جاتا، کچھ اس لئے نہ تھا کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے بلکہ صرف اس لئے کہ تم مجھ سے ملتے ہوئے ڈرتی ہو۔

تم مجھ سے کہتی ہو کہ رات بھر تم ایک عذاب الیم میں مبتلا رہیں، نہ چین سے لیٹیں نہ سو سکیں، لیکن میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اس رات سے زیادہ مبارک رات اپنی زندگی میں کبھی بسر نہیں کی، کیونکہ تمام رات میں تمہاری پیشانی سے چُنے ہوئے پھولوں کی یاد میں محو رہا۔

اے ماجد ولین مجھے معاف کرنا، میں نے تمہاری پیشانی کو اپنے ہونٹوں سے اگر آلودہ کیا تو صرف اس خیال سے کہ میں تمہیں اپنا شریک زندگی سمجھتا تھا، میرے نزدیک صدق و اخلاص کے اُس عہد و پیمان میں جو خلوتکدۂ محبت میں کیا جاتا ہے اور شادی کے اُس اقرار میں جو کسی کاہن کے سامنے ہو، کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔

میں اُس مختصر مسرت کے لئے جو تمہاری محبت کی رہین منت ہے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت تک میں نے اس عہد کو جو تم سے کیا تھا نہیں توڑا ہے اور تم کو ہمیشہ محبت کی اسی نگاہ سے دیکھتا رہوں گا، کیونکہ میری محبت کچھ تمہاری محبت کا جواب نہ تھی اور نہ اس لئے تھی کہ تم بہت خوبصورت ہو، بلکہ اے ماجد ولین، میری محبت صرف محبت کے لئے تھی اور بس"۔

"ماجد ولین کی طرف سے اسٹیفن کے نام"

"اسٹیفن مجھے معاف کر دو، یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ تم میرے خط سے اتنا گہرا اثر قبول کرو گے، یا میرے مختصر سے الفاظ تمہارے لئے اتنا وسیع مفہوم پیدا کر دیں گے۔ خیر مجھے معاف کرو میں غلطی پر تھی۔ خدا گواہ ہے میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے کہا تھا۔ آج اگر میں نے اپنے آپ کو تم سے بچایا تو اس لئے کہ کل کو اسے تمہارے حوالہ کر دوں، آج تم میرے محبوب ہو اور کل میرے شوہر ہو گے اور میں اپنے محبوب سے یہی چاہتی ہوں کہ وہ مجھے میرے شوہر کے پاس پاک و صاف بھیجے۔ جس مکر و فریب کا ذکر تم نے اپنے خط میں کیا ہے اس کے متعلق میرا یہ اعتقاد ہے کہ تم میرے متعلق ایک ایسی بات کہہ رہے ہو جس کے غلط ہونے کا خود تمہیں بھی یقین ہے۔ لیکن چونکہ تم غصہ میں ہو اس لئے اپنے علم و ضمیر کے خلاف کہہ رہے ہو"۔

"مولر کا خط اسٹیفن کے نام"

"میں تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں، اور ندامت سے میرا ہاتھ کانپ رہا ہے، غم و اندوہ سے میری روح بے چین ہے۔ میں کبھی یہ خیال بھی نہ کر سکتا تھا کہ میری زندگی میں کوئی وقت ایسا بھی آئے گا جب میں اپنے ایک ایسے دوست سے جس کی انتہائی عزت

کرتا ہوں یہ کہنے پر مجبور ہوں گا کہ میں آج سے اسے اپنے گھر میں خوش آمدید نہیں کہ سکتا۔ بلکہ یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ جس گھر میں میں اور میری بیٹی ہو اس میں وہ اپنی سکونت برقرار رکھے۔ مجھے اپنی شرافت کا پاس دوستوں کی دوستی سے کہیں زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود میں تم سے بھی امید کرتا ہوں کہ میری طرح تم بھی مجھے اپنا مخلص دوست سمجھتے رہوگے اگرچہ زمانہ ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر رہا ہے"۔

"گفتگو"

ماجد ولین اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی اپنے لباس کی طیاری میں مشغول تھی، شاید وہ اپنی شادی کے لئے کوئی کپڑا تیار کر رہی تھی کہ اس کی سوئی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی، اس نے سر اُٹھایا تو اپنے والد کو دروازے میں کھڑا ہوا دیکھا۔ وہ نہایت اطمینان سے ماجد ولین کی طرف بڑھا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا:

"اے ماجد ولین تمھیں خبر ہے میں نے ابھی جنفیاف کو ایک خط دیکر اسٹیفن کے پاس بھیجا ہے۔ آج سے میں نے اسے اپنے گھر آنے سے روک دیا ہے بلکہ اس مکان میں رہنے سے بھی منع کر دیا ہے"۔ ماجد ولین بولی: "مجھے ان باتوں کی مطلق خبر نہیں اور نہ مجھے یہ معلوم کہ آپ نے ایسا کیوں کیا"۔

موکر نے کہا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے"۔ اس نے کہا: "نہیں وہ مجھسے محبت تو نہیں کرتا ہاں مجھسے شادی کرنے کا خواہشمند ضرور ہے"۔ موکر بولا: "مگر ایسا نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ تمھارے شوہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا"۔

ماجد ولین نے کہا: "میں جانتی ہوں کہ اسے آپ نے اپنی دوستی کا شرف بخشا ہے، اور آپ اس کی شرافت اور علمی قابلیت کے بھی بہت مداح ہیں۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ اپنی دوستی کے لئے تو اس کا انتخاب کر لیتے ہیں لیکن وہ آپ کی لڑکی کا شوہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا"۔

موکر نے کہا "ہاں، میں اسے اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ ایک نیک نفس اور خوش دماغ انسان ہے، لیکن اسے اپنا داماد نہیں بنا سکتا کیونکہ وہ فقیر اور تہید ست ہے۔ آج مجھے اس کا ایک خط پڑا ہوا ملا ہے اور میں اسے پڑھکر اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس کے پاس اتنا بھی نہیں کہ وہ خود زندہ رہ سکے، چہ جائیکہ وہ کسی اور کا بار اُٹھا سکے"۔

ماجد ولین کہنے لگی: "آپ ہی نے تو مجھ سے کہا تھا کہ وہ ایک ہونہار اور سمجھدار نوجوان ہے اور ایسا شخص مصارفِ زندگی میں کبھی بے دست و پا نہیں ہو سکتا"۔

موکر نے کہا: "بیٹی اس کے اخلاق و عادات میں خودداری اور خود پروری کی وہ جھلک دیکھی ہے جو اسکے اور اس کی کامیابیوں کے درمیان ہمیشہ حایل رہے گی"۔

ماجد ولین بولی: "شاید آپ واقف نہیں کہ محبت اخلاق کی ہر کجی کو درست کر دیتی ہے اور بہت سی مردہ تمناؤں کو

حیاتِ تازہ بخشتی ہے، اس لئے اگر آپ نے ایسا کیا تو یقین کیجئے اس کی زندگی کی تباہی آپ کے سر ہوگی اور اس کی امیدوں کا خون آپ کی گردن پر ہوگا۔"

"موکر نے کہا: "اے بیٹی لوگوں کے عادات و اخلاق اور انسانی نفسیات سے جس قدر میں واقف ہو تم نہیں ہوسکتیں اس شخص سے شادی کرکے میں تمھارے مستقبل کو برباد نہیں کرسکتا۔"

ماجد ولین یہ سُنکر اس کے سامنے جھک گئی اور رونے لگی لیکن اس کے بہتے ہوئے آنسوؤں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا، آخر وہ تھک گئی اور اس کے قدموں پر گر پڑی اور موکر اسے اسی حالت میں چھوڑ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ "آج جس چیز کو تو نہیں سمجھتی کل اُسے سمجھوگی۔"

خبر

جس وقت جنفیاف، اسٹیفن کے کمرے میں داخل ہوئی وہ چراغ کی دھیمی روشنی کے سامنے بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا۔ جنفیاف نے وہ خط اس کے ہاتھ میں دیا اور اُلٹے پاؤں واپس آئی۔

اُس کے نام یہ موکر کا پہلا خط تھا، وہ لفافہ چاک کر رہا تھا اور اس کا ذہن مختلف خیالات کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ مگر یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ وہ اسے اس طرح لکھ سکتا ہے۔ لیکن خط پر ایک نظر ڈالتے ہی حقیقت روشن ہوگئی۔

اگر کسی تیر انداز کا کوئی تیر اس کے سینہ کے پار ہو جاتا تو شاید اس کی وہ کیفیت نہ ہوتی جو اس خط کو پڑھ کر ہوئی اس پر سکتہ طاری ہوگیا، اس کی آنکھوں کی جنبش ختم ہوگئی، دل نے دھڑکنا اور نبضوں نے تڑپنا بند کردیا۔ اگر کوئی شخص اس کو اس حالت میں دیکھتا تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہونچتا کہ موت و حیات کے درمیان کوئی ایسی منزل بھی ہے جہاں احساسات کی روانی اگرچہ ختم تو نہیں ہوتی لیکن محسوسات کو دماغ تک پہونچانے کی قوت ضرور ختم ہو جاتی ہے۔

کچھ دیر وہ اسی طرح خاموش لیٹا رہا، پھر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ وہ گھبرا گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا گویا کسی کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کر رہا ہے کہ اس کی نگاہ موکر کے خط پر پڑی جو اس کے پاس ہی پڑا ہوا تھا اور اسے اُٹھا کر دوبارہ پڑھنے لگا پھر اس نے اپنی پیشانی پر ایک ہاتھ مارا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا:

"افسوس اُمید کا جو ایک سہارا تھا آج وہ بھی ختم ہوا۔ میں بھی موجود ہوں اور یہ خط بھی میرے سامنے ہے نہیں خواب دیکھ رہا ہوں اور نہ یہ خط ہی دھوکہ دے رہا ہے۔ بیشک آج موکر نے مجھے اپنے گھر سے نکال کر میری تمام امیدوں کو ختم کردیا۔ اس نے ماجد ولین کو مجھ سے علٰحدہ نہیں کیا بلکہ میری روح کو میرے جسم سے جدا کردیا۔ اس نے یہ سب کچھ کیا، لیکن اسے کچھ خبر نہیں کہ اس نے کیا کیا۔

اس نے میرے اوپر مصیبت کا وہ پہاڑ توڑا ہے جو کبھی کسی نے کسی پر نہیں توڑا۔ وہ جانتا ہے کہ میں فقیر اور تہیدست

ہوں اور اس کے خیال میں فقیر ہونا ایک جُرم ہے جس کی سزا قتل ہے لہٰذا اس نے مجھے قتل کر دیا۔"

یہ کہتے کہتے اس پر ایک مجنونانہ کیفیت طاری ہونے لگی۔ وہ ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح اپنی جگہ سے اُٹھا (ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا مَوکر اس کے سامنے موجود ہے) اور ایک قہر آمیز انداز میں اُس کی طرف بڑھا اور اس طرح گرجنے لگا:

"اے بیوقوف بڑھے ٹھہر جا، شاید تو نے مجھے بھی کوئی ناتواں بکری سمجھ رکھا ہے کہ اپنے آپ کو تیری تیز چھری کے حوالے کر دوں گا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، مجھے ایسی تمناؤں کی ضرورت ہے جن کے سہارے زندہ رہ سکوں، اور میں ان کو حاصل کرنے کی اس وقت تک کوشش کرتا رہوں گا جب تک میں اسے حاصل نہ کر لوں یا اس کے حصول میں اپنی جان نہ دیدوں۔ اے شخص تیرا خیال غلط ہے تو محبت کے مقدس رشتہ کو کاٹنے کی طاقت ہرگز نہیں رکھتا۔

بیشک تو مجھے اپنے گھر سے نکال سکتا ہے، کیونکہ تو اس گھر کا مالک ہے اور تو اپنی بیٹی کو بھی اپنے کمرے میں مقید کر سکتا ہے اس لئے کہ تو اس کا باپ ہے۔ لیکن ہمارے دلوں کو باہمی محبت سے روکنا اور ہماری روحانی مواصلت میں حائل ہونا تیری قدرت و اختیار سے باہر ہے۔

تو بڑا حریص اور لالچی ہے۔ تو دیکھ رہا ہے کہ تیری زندگی کا پانی اب خشک ہونے والا ہے اور تو ہماری طرف اسلئے بڑھ رہا ہے کہ ہماری نئی اور تر و تازہ زندگی کو تقسیم کرلے۔ تیری مثال اس ظالم بادشاہ کی سی ہے جو بچوں کا خون اس لئے پیا کرتا تھا کہ ان بچوں کی زندگی جس قدر کم ہوگی اُسی قدر اس کی زندگی بڑھے گی۔

تو نے اپنے خط میں اخوت، محبت اور صداقت و خلوص کا ذکر بھی کیا ہے اور گھر میں نہ گھسنے کا حکم امتناعی مجھے اس طرح لکھ رہا ہے گویا دعوتِ ولیمہ کا کوئی کارڈ ہے، تو ایک ایسے شخص کی تعظیم و تکریم کے لئے اپنی ٹوپی اُتار رہا ہے، جس کے خون سے تو اپنے خنجر کو آلودہ کرنا چاہتا ہے۔"

یہ کہتے کہتے وہ تھک گیا، زمین پر مُنھ کے بل گر پڑا اور بچوں کی طرح رونے لگا اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر فریاد کرنے لگا:

"خدایا! مجھ پر رحم کر۔ تجھے معلوم ہے کہ میں ایک کمزور انسان ہوں جس کا مددگار اور دستگیر کوئی نہیں، تو ہی میری دستگیری کر اور مدد کو پہونچ، خداوندا مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنے نفس کے دھوکے میں مبتلا ہو کر تیری جناب قدس میں سوءِ ادب کا باعث ہوا ہوں اور جانتا ہوں کہ اپنے قوت بازو پر بھروسہ کرکے ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو چکا ہوں۔

بیشک میں تیرے قضا و قدر کو بھول گیا اور لاریب مجھے یاد نہیں رہا کہ نیک بختی و بدبختی کے بخشنے اور واپس لے لینے کی طاقت تیرے علاوہ کسی میں نہیں۔ میں اپنے لئے مستقبل کی تمام سعادتیں اور برکتیں سمیٹے بیٹھا ہوں حالانکہ میں ان میں سے کسی ایک کا بھی مالک نہیں ہوں۔ اور نہ تیری امداد و اعانت کے بغیر ان تک دسترس ممکن ہے۔

میرے مالک میرے گناہوں کو بخش دے اور اس مصیبت میں میری مدد کر، میری قوتیں جواب دے رہی ہیں اور دامنِ صبر ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے"۔

طوفان آنے کے بعد جس طرح سمندر خاموش ہو جاتا ہے، اسٹیفن بھی اس ہذیان کے بعد بہت دیر تک صامت و ساکت بیٹھا رہا۔ اس کے ہاتھ اب بھی پھیلے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اُٹھا ہوا تھا، شاید وہ کسی ندائے غیبی کا منتظر تھا۔

کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھے رہنے کے بعد اپنی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کے اندر سے اس نے کسی نورانی چیز کو اپنے سامنے چمکتے ہوئے دیکھا۔ چراغ پہلے ہی خاموش ہو چکا تھا اور اب صرف چاند کی کرنیں اس کے کمرہ میں اپنا عکس ڈال رہی تھیں۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے آنے والی چیز کو دیکھا تو وہ ماجد ولین تھی۔

"رخصت"

ماجد ولین اپنے والد کے چلے جانے کے بعد اپنے کمرے میں پڑی ہوئی اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتی رہی۔ اسے اپنی زندگی کی تاریک اور بھیانک راتوں میں کوئی روشن ستارہ یا امید کی کوئی ہلکی سی کرن تک نظر نہیں آتی تھی۔ وہ برابر روتی رہی یہاں تک کہ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا اور صبح قریب آگئی، اس وقت اس نے ایک فیصلہ کیا اور دبے پاؤں اُٹھکر چلی۔

محبت کی آگ اس کے سینہ میں بھڑک رہی تھی اور اس کے دل کی دھڑکن سے زینہ کا سینہ دھڑک رہا تھا وہ زینے کے قریب پہونچکر رُک گئی لیکن پھر آہستہ آہستہ سیڑھیوں پر چڑھنے لگی۔ اس کے بعد وہ اسٹیفن کے کمرے کی طرف بڑھی اور کمرے کے دروازے کو تھوڑا سا کھول کر اندر جھانکنے لگی، اُس نے دیکھا کہ اسٹیفن دو زانو بیٹھا ہوا دعا میں مصروف ہے، یہ دیکھ کر اس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی اور اسے روتا دیکھ کر خود بھی رونے لگی، یہاں تک کہ اسٹیفن نے آنکھیں کھولیں تو ماجد ولین اسکے سامنے موجود تھی۔ اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑکنے لگا، اس کی نگاہیں ماجد ولین پر جم کر رہ گئیں، جسم کے جوڑ جوڑ ڈھیلے پڑگئے اور حرکت کرنے کی قوت سلب ہو گئی اور اس نے ماجد ولین کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا جو اس کے قریب آ کر کہنے لگی:

"اے اسٹیفن میں تمھیں رخصت کرنے کے لئے آئی ہوں اور دیر تک تمھارے پاس نہیں ٹھہر سکتی۔ میں تم سے صرف یہ پوچھنے آئی ہوں کہ کیا تم مجھ سے یہ پختہ عہد کر سکتے ہو کہ غم، مایوسی و نومیدی کو کبھی اپنے دل میں جگہ نہیں دوگے، یہاں تک کہ خدا ہم دونوں کو پھر ملا دے"۔

اسٹیفن کہنے لگا: "یہ چیز تمھارے ہاتھ میں ہے۔ تمھیں مجھ میں مشکلات کا مقابلہ کرنے کی قوت بخش سکتی ہو۔ اور تمھیں یاس و نومیدی کا کفن پہنا کر موت کی نیند سلا سکتی ہو"۔

ماجد ولین کہنے لگی: "اے اسٹیفن آج میں تمھارے سامنے اس چیز کا اظہار کرتی ہوں جس کے اظہار سے میری نسوانی

شرم وحیا آج تک مانع ہوئی۔ اور دیکھو کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور میں نے خدا اور اپنے ضمیر کے سامنے تم سے شادی کا اقرار کیا ہے میں اپنے ضمیر سے خیانت اور اپنے خدا سے غلط بیانی نہیں کر سکتی۔ پس اے اسٹیفن اب تم اٹھو اور سفر کی طیاری کرو اور جس جگہ اور جس راستے سے بھی سعادت حیات ملے اسے ڈھونڈھ نکالو اور اس سفر سے واپس ہو کر پھر تم میرے پاس آؤ میں جب تک زندہ ہوں تمھاری رہوں گی۔ اے اسٹیفن تمھارا جہاں دل چاہے جاؤ۔ ایک دو دس یا اس سے بھی زیادہ سالہائے دراز کے بعد جب تم لوٹو گے مجھے ویسا ہی پاک صاف اور مخلص و وفادار پاؤ گے۔ اے اسٹیفن تم کل یہاں سے رخصت ہو جاؤ اور جس نیک و بد سے واسطہ پڑے اس کی اطلاع مجھے دیتے رہو تاکہ میں بھی تمھارے رنج و راحت میں تمھاری شریک رہوں۔ میں بھی تمھارے خطوں کا جواب برابر دیتی رہوں گی"۔

یہ سنکر اس کا جوش کچھ ٹھنڈا پڑ گیا اور کہنے لگا: "اے ماجد ولین میرا یہ سفر بہت طویل ہو گا کیا تم مجھے کوئی ایسی چیز دے سکتی ہو جو اس عالم غربت میں میری غمگسار ہو سکے"۔

ماجد ولین نے اپنا ہاتھ اپنے بالوں کی طرف بڑھایا اور ان میں سے ایک لٹ کاٹ کر اسٹیفن کو دیدی، جس کے جواب میں اس نے بھی اپنے بالوں کی ایک لٹ ماجد ولین کے حوالے کی اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

سفر

اسٹیفن روانگی کی صبح ذرا سویرے اٹھا اور اپنے کمرے کی اس کھڑکی میں سے جو باغ کی طرف کھلتی تھی، جھانکنے لگا اس نے دیکھا کہ رات اپنے سیاہ پروں کو آہستہ آہستہ سمیٹ رہی ہے۔ اور سورج زرکار لباس پہنے ہوئے خراماں خراماں اُفق سے نمودار ہو رہا ہے۔ پھر اس نے دیکھا کہ اُفق میں بادلوں کے ٹکڑے ہر طرف آسمان پر بکھرے ہوئے ہیں اور سورج کی سُرخ شعاعوں کا خون ان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ پھر اُس نے دیکھا کہ سورج کی سفید شعاعیں پھولوں پر پڑے ہوئے شبنم کے قطروں پر عجیب رنگ آمیزی کر رہی ہیں۔ گویا وہ الماس کے ٹکڑے ہیں۔

اس وقت فضا خاموش تھی اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے سوا کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دیتی تھی اُسنے اس منظر کا ایک عام جائزہ لیا اور جب اس کی نگاہیں اس کو دیکھ کر واپس ہوئیں تو وہ آنسوؤں سے لبریز تھیں، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اب اس گھر کو چھوڑ رہا ہے اور رخصت ہو رہا ہے۔ زیزفون (درخت) کے اُس سائے سے جہاں وہ ماجد ولین کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا، دریا کے اُس ساحل سے جہاں وہ دونوں ٹہلا کرتے تھے، اس کشتی سے جس میں بیٹھ کر وہ دونوں دریا کی سیر کیا کرتے تھے، باغ کی اس کرسی سے جس پر بیٹھ کر وہ ماجد ولین کے آنے کا انتظار کیا کرتا تھا، اس کمرے سے جس کی کھڑکی سے وہ اُس کی شیریں آواز کے نغمے سننے کے لئے اکثر جھانکا کرتا تھا اور بنفشہ و یاسمین کے ان گلدستوں سے جو ماجد ولین اسے تحفتہً بھیجا کرتی تھی، اور جن میں وہ اس کی خوشبو سونگھا کرتا تھا۔

وہ دیر تک روتا رہا اور قریب تھا کہ روتے روتے اپنے تئیں ہلاک کر دے، لیکن ماجدولین کی باتیں اسکو یاد آنے لگیں اور اس کے خلوص و وفاداری نے اس کے فراق کے صدمہ کو کچھ ہلکا کر دیا۔

اس کے بعد وہ اُٹھا اور اپنے کپڑے اپنے بکس میں رکھ کر باغ میں اُتر آیا اور وہاں کی ایک ایک چیز سے رخصت ہونے لگا ایسا کوئی درخت نہ تھا جسے اس نے نہ چوما ہو ایسی کوئی شاخ نہ تھی جسے اس نے اپنی آنکھوں سے نہ لگایا ہو، اور ایسی کوئی کرسی نہ تھی جس پر اس نے اپنے رخسار نہ ملے ہوں، اور اپنے آنسوؤں سے اسے نہ دھویا ہو۔ اس نے ہر درخت سے پھول توڑ کر ان سب کا ایک گلدستہ بنایا اور باغ کی ایک کرسی پر ماجدولین کے لئے چھوڑ دیا۔

اس کے بعد مالی کے پاس آیا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اسے اپنے گھوڑے پر بٹھا کر کوبلانس تک پہونچا دے۔

"ماجدولین کا خط اسٹیفن کے نام"

"اے اسٹیفن، تم چلے گئے اور مجھ سے بہت دور ہو گئے۔ اب کیا امید کروں کہ تم سے جلد ملاقات ہو سکے گی، آہ، میں بھی کتنی بدنصیب ہوں۔

مینے تمھیں یہاں سے چلے جانے کا مشورہ دیکر سخت غلطی کی۔ میں سمجھتی تھی کہ میرے پہلو میں اتنا صبر و قرار ہے کہ فراق کے تلخ گھونٹ کو حلق سے اُتارنے پر مجھے قوی دل بنا دیگا لیکن تمھاری صورت نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ میں بہت ہی بدنصیب لڑکی ہوں اور وہ تمام نصیحتیں جو اس روز میں نے تمھیں کیں تھیں، عقل کی نصیحتیں تھیں، قلب و ضمیر کی آوازیں نہیں تھیں۔

میں بیتاب تھی کہ جس وقت تم یہاں سے رخصت ہو رہے ہو، میں اپنی کھڑکی میں کھڑے ہو کر تمھیں آخری سلام کروں اور محبت کی آخری نگاہ سے تمھیں رخصت کروں۔ لیکن ڈرتی تھی کہ کہیں مجھے روتا دیکھ کر تم بھی نہ رونے لگو۔ اور کہیں تمھیں آزردہ دیکھ کر میں اپنے تئیں ہلاک نہ کر لوں۔ اللہ اللہ رخصت کا وقت بھی کیسا سخت وقت ہے اور وہ فراق اس سے بھی زیادہ سخت ہے جو رخصت کے بغیر نصیب ہو۔

میں تمھارے چلے جانے کے بعد باغ میں گئی تو ایک کرسی پر پھولوں کا ایک گلدستہ رکھا ہوا تھا جسے تم اپنی روانگی سے پہلے میرے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اُسے اُٹھا کر مینے اپنے ہونٹوں سے لگایا اور سچ تو یہ ہے کہ اُسے نہیں بلکہ تمھارے ہاتھوں کو۔ پھر میں اس کرسی کی طرف گئی جس پر ہم دونوں زیرفون کے پیڑوں کے نیچے بیٹھا کرتے تھے اور اس پر بیٹھ گئی اور تمھارے پچھلے خط اپنے سامنے پھیلا لئے۔ میں انھیں پڑھ رہی تھی اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا تم میرے سامنے بیٹھے ہوئے مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔ مگر آہ، زندگی کے وہ دلکش لمحے ختم ہو گئے، جنھیں ہم دونوں اس نیلگوں آسمان کے نیچے شاخوں کی جھرمٹ میں بیٹھ کر گزارا کرتے تھے۔"

"ماجد ولین کا خط اسٹیفن کے نام"

"رات میں نے سخت پریشانیوں اور تکلیفوں میں گزاری۔ آفتاب پردۂ اُفق میں ابھی پوری طرح چھپا بھی نہ تھا کہ ایک زبردست آندھی نے در و دیوار کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اور آسمان اپنی گہرائیوں میں سکڑنے سمٹنے اور سیاہ ہونے لگا۔

مجھے خیال ہوا کہ تم ابھی راستے ہی میں ہوگے اور اس وقت منزل کی تکلیفوں اور سردی کی شدت سے سخت مصیبت میں ہوگے۔ چنانچہ میں بھی اپنی چادر اُوڑھ کر کمرے کے ایک کونہ میں بیٹھ کر رونے لگی۔ کبھی تمھاری جدائی پر روتی اور کبھی اپنی بدقسمتی پر۔ رات کا بیشتر حصہ اسی حالت میں گزر گیا۔ لیکن صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو ہوا ٹھہر چکی تھی، سورج نکلا ہوا تھا اور موسم بہت خوشگوار تھا، میں یہ دیکھ کر خوش ہوگئی اور خدا کا شکر ادا کرنے لگی۔

اے اسٹیفن میں گھڑیاں گن رہی ہوں اور تمھارے خط کے انتظار میں سخت بےچین ہوں، دیکھوں منزلِ مقصود تک تمھارے بخیریت پہونچنے کی نوید جانفزا مجھے کب تک ملتی ہے"

"ماجد ولین کا خط اسٹیفن کے نام"

"گزشتہ چالیس گھنٹے بھی میرے غم و اندوہ میں کوئی کمی نہیں کر سکے۔ اور اب کیا کہوں کہ میں نے یہ اوقات کس طرح بسر کئے میں اسی وحشت و سراسیمگی میں تمھارے کمرے میں جا پہونچی، صرف اس خیال سے کہ شاید کچھ دیر وہاں ٹھہرنے سے میرے دل کو کچھ سکون ملے، لیکن جب میں وہاں پہونچی اور دروازہ کھولنے کے لئے اس کی کنڈی پر اپنا ہاتھ رکھا تو میرا ہاتھ کانپنے لگا اور میں سر سے پاؤں تک لرز گئی، میں ایسا محسوس کر رہی تھی کہ اگر میں نے دروازہ کھول لیا تو تم اس کے پیچھے کھڑے ہوگے اور ہنستے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دوگے، لیکن دروازہ کھولنے پر سوائے وحشت، خاموشی، گرد آلود پلنگ، اور بکھرے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے کمرے کو درست کیا، بکھرے ہوئے کاغذوں کو جمع کیا، کھڑکیوں اور کرسیوں کو صاف کیا، در و دیوار پر جمی ہوئی خاک کو دور کیا اور کمرے کو اسی طرح صاف ستھرا بنا دیا جس طرح تمھارے زمانہ میں رہا کرتا تھا۔ آج سے میں خود اس کمرے میں رہوں گی اور اب بھی یہ کمرہ تمھارے ہی نام سے پکارا جائے گا خواہ تم اُس میں رہو یا نہ ہو۔

وہیں مجھے بٹوے میں ایک کرسی پر رکھے ہوئے چند روپئے بھی ملے، میں سمجھ گئی کہ یہ کرایہ اس کمرے کا ہے جس کا تقاضہ میرے والد نے کیا ہوگا اور چونکہ تم ان کی صورت دیکھنا نہیں چاہتے تھے اس لئے یہاں چھوڑ گئے ہو۔ وہ روپے میں نے اُٹھا لئے ہیں اپنے والد کو دیدوں گی اور انھیں اس پر راضی کرلوں گی کہ وہ ان روپوں سے میرے لئے کپڑا یا کوئی اور اچھی سی چیز خرید لیں اور میں اسے تمھارا تحفہ سمجھ کر استعمال کروں گی۔

اے اسٹیفن میں تمھاری جدائی پر صبر سے کام لوں گی اور اپنے دل کو یہ کہکر تسلی دوں گی کہ تم مجھ سے صرف اس لئے جدا ہوئے ہو کہ اور زیادہ قریب ہو جاؤ، اور اگر آج تم نے مجھے چھوڑ دیا ہے تو صرف اس لئے کہ تم اس غیر مطمئن ملاقات پر اس یکجائی کو ترجیح دیتے ہو جس میں فراق کا کھٹکا اور جدائی کا خوف نہ ہو۔

پس اے میرے محبوب تم اپنے راستہ پر برابر چلے جاؤ۔ اور راہ میں جو دقتیں بھی پیش آئیں انھیں اپنے یقین اپنے عزم اور اپنی ہمت سے دور کردو، تاکہ اس کے بعد جب ہم تم ایک دوسرے سے ملیں تو میرے حال کی لذت ہمارے غم آلود ماضی کی تلخی کو دور کردے"۔

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

"کل تک ہم دونوں ایک ساتھ اور ایک گھر میں رہتے تھے اور آج ہمارے درمیان پچاس میل کی مسافت حایل ہے تمھارے ہاتھ کی گرمی آج میرے ہاتھ کو محسوس نہیں ہوتی، میری انگلیاں تمھارے بالوں سے آج نہیں کھیلتیں، میرے مشام جان کو تمھاری عنبریں سانسیں معطر نہیں کرتیں اور تمھاری پیاری آواز آج میرے دل کے گوشوں میں نہیں گونجتی، پہلے کی طرح آج آسمان میں اب وہ صفائی و دلفریبی نہیں، موسم میں وہ پہلی سی دلکشی نہیں۔ پانی میں وہ شیرینی اور ہواہیں وہ لطافت نہیں، باغوں میں وہ پھول اور پھولوں میں وہ مہک نہیں۔ اے ماجد ولین، شاید کائنات کے حسن و جمال کا راز تمھیں تھیں۔

کوبلانس پہونچکر میں نے اپنے والد، دیگر اعزہ اور اکثر اہل وطن سے ملاقاتیں کیں، لیکن یہ ملاقاتیں مجھے تمھاری یاد سے غافل نہیں کرسکیں، اور نہ میں نے ان کے چہروں میں انس و محبت کی وہ پہلی سی جھلک دیکھی جو تمھاری ملاقات سے پیشتر نظر آتی تھی۔ خدا جانے یہ میری غربت و مسافرت کا زمانہ کب ختم ہوگا۔

مجھے یہ معلوم کرکے سخت رنج ہوا کہ تمھیں میری وجہ سے سخت دقتیں اور تکلیفیں اٹھانا پڑ رہی ہیں، لیکن اے ماجد ولین تم مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہو کیونکہ تم ایسی جگہ زندگی گزار رہی ہو جس نے ہماری خوش نصیبی کے دن دیکھے ہیں، لیکن میں اپنے ماحول میں بالکل اجنبی ہوں، اے ماجد ولین، میں تمھارے حکم کے مطابق ضرور جرأت و ہمت سے کام لوں گا اور ہر اس سنگ گراں کو جو میرے اور تمھارے راستے میں حائل ہوگا، پوری کوشش سے ہٹادوں گا۔ تم مجھے جلد جلد خط لکھتی رہو اور تمام ان واقعات و حالات سے جو تمھیں پیش آئیں مطلع کرتی رہو۔ تاکہ تم سے دور رہکر بھی تمھاری باتوں سے لطف حاصل کرتا رہوں۔

"محفلِ رقص"

ایک روز اسٹیفن کے والد نے اپنے گھر میں محفل رقص و سرود قایم کی اور اسٹیفن کو بھی اس کی شرکت پر مجبور کیا۔

اسٹیفن آج تک کبھی اس قسم کی محفلوں میں شریک نہیں ہوا تھا۔ مگر والد کے اصرار پر بادل ناخواستہ اسے منظور کرنا پڑا۔

جب سب لوگ جمع ہو گئے اور ناچنے کا بڑا کمرہ عورتوں اور مردوں سے کھچا کھچ بھر گیا تو اسٹیفن نے حیرت و خجالت سے اُس بھیانک اور ڈراؤنے منظر کو دیکھا۔ وہ حیران تھا کہ کیا کرے اور کہاں جائے۔ اسے یاد آیا کہ ان محفلوں میں اُٹھنے بیٹھنے کے کچھ قاعدے اور آنے جانے کے کچھ قوانین ہیں اور جو شخص ان قوانین سے ناواقف ہوتا ہے، مذاق و استہزار کا ہدف بنجاتا ہے، وہ کسی طرح بھی اس ماحول میں بیٹھنا نہیں چاہتا تھا اور اپنی جگہ سے اُٹھ جانے کے لئے بیقرار تھا۔

اس نے دیکھا کہ کچھ فاصلے پر بہت سی موم بتیوں کے درمیان ایک بتی ٹمٹما رہی ہے اور اس کی زندگی کا چراغ عنقریب گل ہونے والا ہے، اس لئے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اس کی روشنی کو درست کرنے کے بہانے اُٹھ کر اُس کی طرف چلدیا۔ آج وہ اپنے ان کپڑوں میں بہت ہی عجیب معلوم ہو رہا تھا کیونکہ وہ اس کے اپنے کپڑے نہ تھے۔ بلکہ اپنے کسی عزیز سے مستعار لئے تھے، وہ شخص اسٹیفن سے زیادہ چوڑا چکلا اور بلند و بالا تھا۔ غرض جب وہ موم بتی کے قریب پہونچا تو اُسنے دیکھا کہ بتی کا ایک حصہ موم پگھلنے سے کالا ہو گیا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ پگھلے ہوئے موم کا حصہ صاف کردے لیکن جوں ہی اسنے قینچی کو بتی پر رکھا وہ گل ہو گئی اور اس کا موم اُڑ کر اس کے کپڑوں پر پھیل گیا۔ چاروں طرف سے اس پر آوازے کسے جانے لگے اور وہ گھبرا کر ایک خالی کرسی میں کرسی پر بیٹھ گیا اور قینچی کی دھار سے جمے ہوئے موم کو کھرچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کا والد بھی وہاں آ پہونچا اور پھر اسے زبردستی اُٹھا کر لے گیا اور وہاں جا کر بٹھایا جہاں وہ لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جسے وہ اُس سے منسوب کرنا چاہتا تھا۔

اس کے بعد اسٹیفن کے والد نے سب لوگوں کے سامنے اس کو سمجھانا شروع کیا کہ: "میں سال بھر سے اسی کوشش میں تھا کہ اس لڑکی سے تیری شادی کردوں جس سے تیری ہی فلاح و بہبود مقصود تھی لیکن تو اپنی نافرمانی اور سرتابی سے باز نہیں آیا اور چلا گیا۔ لیکن اب جو تو واپس آیا تو مجھے خیال گزرا کہ شاید تیری خودسری ختم ہو چکی ہے اور اسی لئے یہ محفل منعقد کی تاکہ تو اس موقعہ سے فایدہ اُٹھا کر اس لڑکی سے جس کو ہم نے تیرے لئے پسند کیا ہے، ابتدائی ربط و ضبط پیدا کرے لیکن افسوس تو نے ہماری ساری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا اور اپنی سرکشی و سرتابی سے ہماری تمام تجویزوں کو ٹھکرا دیا۔ شاید تجھے یہ خیال ہو کہ میں تمام عمر تیری کفالت اور سرپرستی کے لئے بیٹھا رہوں گا یا تو یہ سمجھتا ہے کہ تیرا یہ علم جس پر تجھ کو ناز ہے کوئی سونے کی کان ہے جو آج تیرے اور کل تیری اولاد کے لئے سونا اُگلتی رہے گی۔ پھر اگر تو اس فریب میں مبتلا ہے تو تجھے معلوم ہو جانا چاہئے کہ میرا کل سرمایہ صرف اسی قدر ہے کہ میری زندگی کے لئے کافی ہو سکے۔ رہا تمہارا ذوق سو یاد رکھو یہ فنون لطیفہ جو تمہارا سرمایہ حیات میں ہرگز یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ کس وقت بھی تمہارے لئے ذریعہ معاش بن سکیں اس لئے اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے تو خدا کی زمین بہت وسیع ہے، جہاں چاہو چلے جاؤ اور جس طرح چاہو کماؤ، تمہارا اس بیکاری اور بیروزگاری کی حالت میں میرے گھر پڑا رہنا مجھے گوارا نہیں۔"

اسٹیفن نے یہ سنکر اپنا سر اُٹھایا اور اپنے والد کی طرف متوجہ ہوکر بولا:۔ "مجھے اعتراف ہے کہ آپ نے زمانۂ گزشتہ میں میرے اوپر احسانات کئے ہیں۔ لیکن ان احسانات کا ذکر آپ کو کچھ زیب نہیں دیتا، کیونکہ بہرحال آپ والد ہیں اور اس رشتہ کی قیمت کچھ نہ کچھ ضرور ہے جو آپ کو ادا کرنا چاہئے تھی لیکن سچ پوچھئے تو آپ نے کبھی مجھ پر شفقت و محبت صرف نہیں کی، میری ماں کے مرتے ہی آپ نے مجھے اور میرے بھائی کو اپنے گھر سے نکال دیا اور میری عمر ابھی سات برس کی بھی نہ تھی کہ آپ نے دوسری شادی کرلی اور اپنے سے دور مجھے ایسے تنگ دل لوگوں میں بھیجدیا، جو کبھی کسی سے محبت نہیں کرسکتے۔ اس کے بعد اگر کبھی اتفاقاً میں آپ کے پاس آیا بھی تو آپ نے سرد مہری سے میرا استقبال کیا۔ آپنے کبھی کسی اچھے لفظ سے مجھے یاد نہیں کیا اور نہ کبھی محبت کی آنکھ سے مجھے دیکھا۔ میں بیمار ہوا اور اکثر راتیں جاگ جاگ کر کاٹیں لیکن آپ نے کبھی اپنے عیش و آرام کو نہیں چھوڑا۔ مجھے تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا دیکھ کر آپ کا دل کبھی نہیں دُکھا۔ نہ مجھے دیکھ کر آپ کبھی متبسم ہوئے اور نہ میری جدائی سے غمگین۔ پھر جب اس دنیا میں کوئی ایسا نہ ملا جس سے میں محبت کرتا یا جسے اپنے لئے منتخب کرسکتا تو میں اپنے نفس اور اپنی آزادی سے محبت کرنے لگا۔ اس لئے آج میں ہرگز یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی شخص میرے اس انتخاب پر مجھے خطا وار ٹھیرائے یا میرے اس حق کو چھین لینے کی کوشش کرے میری زندگی میرے لئے ہے اور میں اپنی قسمت کا آپ مالک ہوں۔ مجھ پر میرے علاوہ کسی کو کوئی اختیار نہیں اور نہ میرے معاملات میں کسی کو دخل دینے کی ضرورت ہے میں اپنا راستہ آپ ہموار کروں گا۔ اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے مستقبل کی بنیادیں رکھوں گا۔ میں صرف اسی لڑکی سے محبت کرسکتا ہوں جسے میں خود اپنے لئے پسند کروں، اور صرف اسی عورت کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہوں جس کی خوشگوار محبت کا اندازہ اپنی سمجھ سے کرسکوں۔"

یہ کہکر اس نے ان لوگوں کی طرف سے منھ پھیر لیا اور اپنے کمرے کی طرف تیزی سے چلا گیا۔ وہاں پہونچکر اس نے اپنا لباس تبدیل کیا اور اپنا سوٹ کیس اُٹھا کر تاریکی کے پردوں کو چیرتا ہوا شہر سے باہر نکل گیا۔

اس کو جاتا دیکھ کر اس کا ایک ماموں زاد بھائی بھی، جو اس کے بعض حالات سے باخبر ہوچکا تھا اس کے پیچھے ہولیا اور قریب پہونچکر کہنے لگا: "اے اسٹیفن تم کہاں جارہے ہو؟" کہنے لگا: "وہیں جارہا ہوں جہاں یہ لوگ مجھے بھیج رہے ہیں۔" اس کا یہ عزیز اس کی اس مصیبت پر رونے لگا اور بولا "اے اسٹیفن خدا تمھاری حالت پر رحم کرے۔"

پھر اس نے چپکے سے اسٹیفن کی جیب میں سونے کے چند سکے ڈالدئے جس کی خبر اسٹیفن کو اسکے چلے جانے کے بعد ہوئی۔

نفسِ بلند

عالی ہمت اور بلند حوصلہ لوگ حادثاتِ زمانہ کے آگے نہیں جھکتے، خواہ یہ حوادث کتنے ہی سخت صبر آزما کیوں نہ ہوں۔ اور نہ ان کی گردنیں مصیبتوں اور تکلیفوں کے سامنے خم ہوتی ہیں، خواہ یہ کتنی ہی ہمت شکن کیوں نہ ہوں۔

ایسے لوگ دوسرے عام لوگوں کے مقابلہ میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو شیر دوسرے درندوں کے درمیان رکھتا ہے کہ وہ دوسروں کے کئے ہوئے شکار کی طرف نگاہ اُٹھاکر نہیں دیکھتا اور کوئی ایسا کھانا جسے خود اس کے پنجے اور دانت فراہم نہ کریں اسے پسند نہیں آتا۔

مصیبتوں کے اس ہجوم کے بعد اسٹیفن کے نفس کی بھی یہی کیفیت تھی۔ نہ وہ گھبرایا اور نہ اس نے آہ و زاری کی، بلکہ اس نے کوبلانس کو اسی سکون کے ساتھ خیرباد کہا جس اطمینان کے ساتھ وہ اس میں داخل ہوا تھا۔ اس کا ضمیر مطمئن تھا اور اس کا دل خود اعتمادی سے لبریز تھا۔

وہ تمام رات پیدل چلتا رہا یہاں تک کہ جب صبح کا ستارا نمودار ہوا تو کوبلانس کے دھندلے سے نشانات ابھی تک دکھائی دے رہے تھے وہ دیر تک خاموش اُن کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا:۔

"اے مجھے اپنے سامنے سے دھتکار دینے والے انسانو رخصت!۔ آج تم سب سے مینے اپنے ہاتھوں کو اسی طرح جھاڑ لیا جس طرح کوئی شخص مردے کو مٹی دیکر اپنے ہاتھوں کو جھاڑ لیتا ہے۔ آج سے میری محبت، میری موت اور میری زیست اور ہر وہ چیز جو مجھ سے متعلق ہے صرف اس ذات کے لئے ہے جو میری ہے اور میں جسکے لئے ہوں۔ دُنیا کی کوئی ہستی اُسے مجھ سے جدا نہیں کر سکتی اور میرے دل کی گہرائیوں میں اس کی یاد کے ساتھ کسی اور کی یاد نہیں رہ سکتی وہ وقت قریب ہے کہ اس کی محبت میری زندگی کے اندھیروں میں ایک منارۂ نور کا کام دے اور اس کی روشنی میں میں حیات کی ان بلندیوں تک پہونچ جاؤں، جن کی تمنا میرے دل میں ہے۔

اے سخت دل اور جفا پیشہ انسانو! اُس وقت تمھیں معلوم ہوگا کہ وہ فقیر و گمنام لڑکا جو کل تک تمھارے سامنے ذلیل و خوار تھا اور خجالت و شرمندگی سے تمھاری طرف آنکھ اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا وہ بڑا آدمی بن گیا ہے"

یہ کہکر اس نے اپنے قدم بڑھا دئے اور پھر چلنے لگا، یہاں تک کہ شام کو وہ جوتنج پہونچ گیا، جہاں اس نے اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اور بچپن کے اکثر ایام گزارے تھے۔

جوتنج پہونچتے ہی اسٹیفن سیدھا اپنے موسیقی کے پُرانے اُستاد "حوتل" کے پاس آیا۔ حوتل اس کے لئے ایک شفیق باپ کی طرح تھا وہ اس سے بیحد محبت کرتا تھا اور اسے اپنے تمام شاگردوں پر ترجیح دیتا تھا۔ لیکن جب وہ اس کے سامنے پہونچا تو شرم و حیا نے اس کی زبان کو بند کر دیا اور کچھ نہ کہہ سکا۔ لیکن جب حوتل نے خود حالات دریافت کئے تو اسٹیفن نے سارا واقعہ بیان کیا، حوتل نے اسے مشورہ دیا کہ موسیقی سے زیادہ کوئی دوسرا فن اس کے لئے موزوں نہیں اور اسٹیفن اس کے پاس رہ کر اس فن کی تکمیل میں مصروف ہو گیا۔

"ماجد ولین کا خط اسٹیفن کے نام"

"میں تقریباً دو ماہ سے تمھیں کوئی خط نہیں لکھ سکی، کیونکہ اس عرصہ میں میں بہت بیمار رہی۔ اب خدا کا شکر ہے

اچھی ہوں اور اپنی بیماری کے قصے ہی سے اس خط کی ابتدا کرنا چاہتی ہوں۔

میں ایک رات اس ارادہ سے نکلا کہ "ہال" کے ڈاک خانہ میں جاکر تمھارے نام خط ڈال آؤں، لیکن جب میں اپنے گاؤں سے دور نکل گئی، تو یکایک ہوا کا ایک زبردست طوفان اُٹھا اور مجھے ایسا محسوس ہوا گویا وہ عنقریب مجھ پر ٹوٹ پڑنے والا ہے۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج یا تو وہ میرے جسم سے میرے کپڑے اُتار لیگا یا خود مجھی کو کپڑوں سمیت اُڑا لیجائیگا۔ عقل کا فیصلہ تھا کہ جدھر سے آئی ہوں اسی طرف لوٹ جاؤں لیکن دل کا تقاضہ تھا کہ آگے بڑھوں۔ مجھے خیال آیا کہ تم بڑی بیچینی سے میرے خط کے منتظر ہوگے۔ اس خیال کے آتے ہی میرے سست قدم تیزی سے اُٹھنے لگے اور ہواؤں کے جھونکوں سے اُلجھتی ہوئی کبھی آگے کبھی پیچھے ہٹتی ہوئی اور اِدھر اُدھر گرتی پڑتی برابر آگے بڑھتی رہی —— مختصر یہ کہ دو گھنٹے کی اس کشاکش کے بعد میں وہاں پہونچگئی اور خط ڈاک خانہ میں ڈالدیا —— جب میں وہاں سے واپس ہوئی تو ہواؤں کی شدت کم ہو چکی تھی لیکن صرف اس لئے کہ موسلادھار بارش کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ ہوائیں پوری طرح خاموش ہوں بارش ہونے لگی اور لحظہ بہ لحظہ تیز تر ہوتی گئی۔ میری چادر بھیگ گئی اور بدن کی بوٹی بوٹی کانپنے لگی اور رات اس قدر اندھیری ہوگئی کہ چلنا دشوار ہوگیا۔ میں چونکہ تھک کر چور چور ہو چکی تھی میں نے سوچا کیوں نہ یہیں کسی پہاڑ کی چٹان پر چڑھ کر اپنی موت کا انتظار کروں، لیکن پھر اس خیال سے رُک گئی کہ مجھے تمھاری خاطر زندہ رہنا ہے اور تمھاری زندگی کو خوشگوار بنانے کا جو عہد کر چکی ہوں اسے نباہنا ہے۔ یہ خیال آتے ہی میں چل پڑی اور جب گھر پہونچی تو بہت تیز بخار چڑھا ہوا تھا۔

میں نے اس بیماری میں بھی بڑی بڑی سختیاں اُٹھائیں، میں اپنی زندگی سے قطعاً مایوس ہو چکی تھی، میں سمجھ رہی تھی کہ بس اب تمھیں نہیں دیکھ سکوں گی۔ ایسے وقت میں جو چیز میرے لئے سب سے زیادہ تکلیف کا باعث تھی وہ یہ خیال تھا کہ یہ تو خیر تم سُن ہی لوگے کہ ماجد ولیس اس دنیا سے رخصت ہوگئی لیکن یہ تمھیں کون بتائے گا کہ وہ مرتے وقت بھی تمھیں کچھ یاد کرتی تھی۔

میں نے سوچا کہ تمھیں ایک آخری خط لکھکر ان حالات سے مطلع کردوں، لیکن صبح کے وقت میرا بخار ہلکا ہوا اور خط تمھارے نام لکھنے لگی۔ میں نے اُس خط میں اپنی تمام چیزوں کی وصیت تمھارے حق میں کی تھی اور وہ چیزیں ہی کیا تھیں؟ یہی میری چند کتابیں تمھارے خطوط اور وہ انگوٹھی جو میں نے تمھارے بالوں کو بُنکر طیار کی تھی۔ ان کے علاوہ ایک چھوٹی سی تھیلی بھی تھی جس میں سونے چاندی کے کچھ سکّے تھے جنھیں میں اپنے خرچ سے بچاکر رکھ چھوڑتی تھی، یہ تھی میری کل کائنات! چنانچہ یہ وصیت نامہ لکھکر میں نے جنفیات کو دیدیا اور کہدیا کہ میرے مرنے کے بعد تمھارے سپرد کردے۔ لیکن خدا نے ہم دونوں پر بڑا فضل کیا کہ نہ مجھی کو تم سے محروم کیا اور نہ تمھیں کو میری موت سے دلگیر۔ اچھا ہونے کے بعد جب

میں نے دوبارہ اس وصیت نامہ کو دیکھا تو میں بہت روئی، میں نے سوچا کہ اگر خدانخواستہ یہ وصیت نامہ تم تک پہونچ جاتا تو تمھاری کیا حالت ہوتی اور یہ تھا وہ خیال جو مجھے رُلا رہا تھا اور تمھیں عالم خیال میں روتا ہوا دیکھ کر خود بھی تڑپ رہی تھی۔

اے اسٹیفن، تم سے میری ایک آرزو ہے۔ آیندہ جب تم مجھے خط لکھو تو اپنے بھائی کا پتہ لکھ دینا کیونکہ میں اُنھیں ایک تحفہ بھیجنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ اب میں تمھاری وجہ سے تمھارے بھائی کو بھی دوست رکھنے لگی ہوں اور بڑی بے چینی سے اس دن کی منتظر ہوں جب ہم تم اور وہ ایک ہی مکان میں زندگی کے دن گزاریں گے۔

اے اسٹیفن، میری بیماری کا حال پڑھ کر تم رنجیدہ نہ ہونا کیونکہ یہ تو ایک پُرانا واقعہ ہے جو گزر گیا اور ختم ہو گیا اور اب اس کا کوئی خفیف سا اثر بھی میری طبیعت پر نہیں ہے۔

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

"خدا تمھیں معاف کرے اے ماجد ولین! کیا تمھارا خیال ہے کہ میں تمھارے بعد ایک گھنٹہ کے لئے بھی اس دُنیا میں زندہ رہ سکونگا جو تم نے اس قسم کا ایک وصیت نامہ مرتب کیا تھا۔

کیا تمھیں خبر نہیں کہ تم ہی اس دنیا میں میری زندگی اور میری روح ہو اور جس دن اس دُنیا میں تمھاری جگہ خالی ہوگی وہی دن اس دنیا میں میرا آخری دن ہوگا۔

مُردے نے مُردے کو کب تحفہ بھیجا ہے، اور قبر نے قبر کو کب وصیت کی ہے، اور کب کوئی محبت کرنے والا اپنے محبوب کے مرنے کے بعد اس دُنیا میں زندہ رہا ہے اور اگر جینا پڑا بھی ہو تو کب اس کی زندگی کا کوئی لمحہ مسرور و خوشگوار گزرا ہے۔

اوروں کی طرح خود میری زندگی بھی ہزاروں تمنائیں رکھتی ہے، لیکن قسم ہے تمھاری محبت کی اگر میں ان تمام آرزؤں کو صرف اس ایک آرزو کے بدلے دیدینے طیار ہوں کہ میرا دم اس طرح نکلے کہ میرا سر تمھارے سینہ پر ہو، میری آنکھیں تمھارے خوبصورت اور روشن چہرے کو دیکھ رہی ہوں، تمھاری آواز آخری آواز ہو جو میرے کانوں میں پہونچے اور تمھاری صورت آخری صورت ہو جو مجھے نظر آئے۔

خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھیں صحت بخش کر تم پر، اور تمھاری زندگی کو میرے لئے محفوظ رکھ کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ زمانہ گزشتہ میں جو جو تکلیفیں اور مصیبتیں ہم پر پڑی ہیں کچھ اس لئے نہ تھیں۔ کہ خدا ہم سے ناراض ہے، یا ہم لوگوں کو تکالیف میں مبتلا دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے، بلکہ صرف اس لئے کہ آج کی تکلیفوں سے ہم کل کے عیش و آرام کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

میں اپنے بھائی کو اُس تحفہ کے متعلق لکھ دوں گا جسے تم بھیجنا چاہتی ہو۔ میں تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم اس پر

اس قدر مہربان ہو اور اس سے اتنی محبت کرتی ہو۔

قسمت

موسم سرما ختم ہو رہا ہے اور اسٹیفن اپنے اُستاد ہومل کے پاس آتا رہتا ہے لیکن اب وہ وقت قریب ہے کہ اسٹیفن کا تمام سرمایہ ختم ہو جائے، وہ سخت پریشان ہے اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا ہوگا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہ وقت آیا کہ سوکھی روٹیاں چبانے لگا، پھٹے ہوئے کپڑے پہننے لگا، دو وقت کی بجائے ایک وقت پر قناعت کی اور شوربے کی جگہ روٹی کو پانی میں بھگو کر کھانے لگا۔

ایک دن وہ کسی دیوار کے نیچے کھڑا ہوا تھا کہ ایک خستہ حال نوجوان اس کے سامنے سے گزرا اور اس سے سوال کرنے لگا، اس نے شرمندگی سے اپنا منھ پھیر لیا۔ نوجوان نے کہا:۔ "میرے آقا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کو اپنے پیچھے اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ بھوک سے کھڑے ہونے کی طاقت بھی نہیں رکھتی۔ ہم دونوں پر پورے دو دن اس طرح بیت گئے ہیں کہ سوائے غم کھانے اور آنسو پینے کے کوئی تیسری چیز میسر نہیں ہوئی ہے"

اسٹیفن یہ سُنکر کانپ اُٹھا اور پوچھنے لگا:۔

"اے نوجوان کیا تم اپنی بیوی سے بہت محبت کرتے ہو"۔ کہنے لگا "ہاں میرے آقا اتنی ہی جتنی میں اپنی زندگی سے کرتا ہوں"۔

اسٹیفن نے تھوڑی دیر کے لئے اس نے اپنا سر جھکا لیا اور جو کچھ جیب میں تھا وہ سب اس کو دیدیا اور اپنی قیامگاہ پر اس حالت میں واپس آیا کہ اس کے پاس ایک وقت کے کھانے کا بھی سامان نہ تھا۔

ماجد ولین کا خط اسٹیفن کے نام

"آج میری سہیلی سوزان، اپنے گرمائی قیامگاہ سے واپسی پر کوبلاتس جاتے ہوئے میرے پاس بھی اُتری۔ مجھے اس کی ملاقات سے بڑی خوشی ہوئی، میری خواہش تھی کہ کاش تم بھی اس موقعہ پر ہمارے درمیان ہوتے اور تمہاری ملاقات ایک ایسی لڑکی سے ہوتی جو نہ صرف اپنی شکل وصورت بلکہ اپنے عادات وخصایل کے اعتبار سے بھی ممتاز درجہ رکھتی ہے۔

میری سہیلی مختلف زبانیں جانتی ہے، مصوری سے خوب واقف ہے۔ مختلف قسم کے ساز بجالیتی ہے، اور جسوقت گاتی ہے تو گاتی نہیں بلکہ جادو کرتی ہے۔ تصویر کشی اس کا خاص فن ہے۔ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ہر وقت کھیلتی رہتی ہے، اور موتی سے دانت ہر وقت جھلکتے رہتے ہیں۔ سیر و تفریح اس کی زندگی کی جان اور رقص وسرود کی محفلوں

کی شرکت اس کا دین وایمان ہے، وہ بڑی شوخ وشریر ہے اور اے اسٹیفن میری التجا تم سے بھی یہی ہے کہ تم بھی اس سے اسی طرح محبت کرو جس طرح میں محبت کرتی ہوں اور پھر جب تم اسے دیکھو تو اس کے ساتھ بڑی اُلفت سے پیش آؤ، کاغذ میں اب اس قدر گنجایش نہیں کہ کچھ اور لکھ سکوں بجز اس کے کہ:

"تمھاری محبت کرنے والی"

اسٹیفن کی طرف سے ماجدولین کے نام

اے ماجدولین، میں تمھارے حکم کے مطابق تمھاری سہیلی سے ضرور محبت کروں گا، لیکن اس لئے نہیں، جیساکہ تم کہتی ہو، وہ بہت شوخ وشریر ہے، کیونکہ تمھاری محبت نے مرے دل میں تمھارے علاوہ کسی دوسرے کے لئے گنجایش ہی کب چھوڑی ہے۔ اور نہ اس لئے کہ وہ خوب گاتی اور ناچتی ہے۔ کیونکہ میرا غمزدہ دل دنیا میں اب صرف دو ہی باتوں سے سکون پا سکتا ہے ایک تمھاری "ملاقات" دوسری "موت" بلکہ میں اس کی عزت کروں گا، صرف اس لئے کہ وہ تمھاری غمخوار وغمگسار ہے اور اسے دیکھ کر تمھاری تکلیفیں کچھ ہلکی ہو جاتی ہیں۔

اس لئے اے ماجدولین، تم میری طرف سے ان کا بہت بہت شکریہ ادا کر دو اور سلام پہونچا دو۔ حالات ابھی تک ناسازگار ہیں اور تلخ کامیاں بدستور، لیکن میں صبر وتحمل کے ساتھ ان کا مقابلہ کر رہا ہوں۔

"اچھا خدا حافظ"

اوجین[1] کا خط اسٹیفن کے نام

"محترمہ ماجدولین کا مرسلہ ہدیہ پہونچا۔ میں ان کی اس عنایت کا انتہائی شکر گزار ہوں، ان کے اس تحفہ کی بدولت مجھے ایک نئی چادر مل گئی جس کی مجھے سخت ضرورت تھی اور جسے ان حالات میں خریدنا بھی میرے لئے ممکن نہ تھا ان کو میرا شکریہ پہونچا دو۔ مجھے امید ہے کہ میں جلد ان کی زیارت سے شرف اندوز ہوں گا اور ان کی خدمت میں ایک بہترین تحفہ پیش کروں گا اور اگر بدقسمتی سے ایسا نہ کر سکا تو کم از کم ان کو ایسے عجیب وغریب قصے تو ضرور سناؤنگا جن کو سُنکر وہ بہت خوش ہوں گی۔

کل میری نظر سے لڑائی کا پہلا واقعہ گزرا۔ پہلے تو میں اس خوفناک ٹکر کو دیکھ کر بہت ڈرا، لیکن جوں ہی گھوڑوں کی ہنہناہٹ، گولیوں کی سنسناہٹ، قرنا و بوق کی آوازیں، اور جنگی گیتوں کے ترانے میرے کانوں میں پہونچے تو مجھ میں

---

[1] اسٹیفن کا بھائی۔

ایک نئی روح دوڑ گئی اور اپنے گرد و پیش سے بےخبر ہوکر مینے اپنے گھوڑے کو تلواروں کی چھاؤں میں ڈالدیا۔

میں اس خوشی کا اظہار نہیں کر سکتا جب مینے دیکھا کہ دشمن کا لشکر ہمارے مقابلہ میں پسپا ہو رہا ہے، مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا میں نے ہی ان لوگوں کو شکست دی ہے اور بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میرے افسر نے اس موقعہ پر میری بہادری دیکھ کر میری بڑی تعریف کی۔ مجھے امید ہے کہ جلد تمہارے پاس لوٹوں گا۔"

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

"اے ماجد ولین، زمانہ کے خشک ہونٹوں پر تبسم کے کچھ آثار ظاہر ہونے لگے ہیں۔ میں بعض اسباب کی بنا پر چند ہفتوں سے اپنے اُستاد سے نہ مل سکا تھا۔ کل میری قیام گاہ پر وہ خود مجھ سے ملنے کے لئے آئے، اور مجھے یہ خوشخبری سُنائی کہ کسی ابتدائی مدرسہ میں انھوں نے میرے لئے کوئی جگہ تلاش کی ہے، جس کی تنخواہ گو اسوقت بہت کم ہے لیکن مدرسہ کے مہتمم نے آٹھ مہینہ کے بعد اس تنخواہ کو دوگنا کر دینے کا وعدہ کیا ہے میں اس احسان پر خدا کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

اے ماجد ولین، زندگی کی عمارت کا پہلا پتھر بڑی مشکل سے رکھا جاتا ہے لیکن جب وہ رکھ جاتا ہے تو پھر اس کا بلند کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا، اس لئے آج ہم اس کو پاکر مبارکباد کے مستحق ہیں اور کل جب ہم زندگی کی اس برکت کو بھی پالیں گے جس کی تمنا ایک مدت سے ہے تو ہماری مسرتوں کا کیا ٹھکانا ہوگا۔

ایڈورڈ کا خط اسٹیفن کے نام

"اختلاف کی خلیج میرے اور میرے چچا کے درمیان اب تک حایل ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ میں عیش و آرام کی زندگی بسر کروں اور میں اس پر راضی نہیں کہ اپنے والد کے ترکہ سے اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق فایدہ نہ اُٹھاؤں سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیوں دوسروں کی دولت پر دندان آز تیز کئے ہوئے ہے۔ حالانکہ جب تک میں زندہ ہوں وہ اسے نہیں ملسکتی۔

خیر یہ بھی چند دن ہی کی بات ہے، قانوناً میرے جوان ہونے میں صرف چند ماہ کی مدت باقی ہے اسکے بعد دیکھونگا وہ کیا کرتا ہے۔

تمہارے بعض حالات کی خبر مجھ تک بھی پہونچی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تمہارے گھر والے تم سے بہت ناراض ہیں انھوں نے تمھیں علٰحدہ کر دیا ہے اور میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ تم کو ہالانس کو چھوڑ کر جو تنیج آ گئے ہو اور فکرِ معاش میں سرگرداں ہو، اور ابھی تک تمھاری کوششیں بار آور نہیں ہوئیں۔

اے میرے دوست کاش تم میرا کہنا مان لیتے اور اس لڑکی سے شادی کر لیتے جو تمہارے عزیزوں نے تمہارے لئے پسند کی تھی اور اس کی دولت کے زیرِ سایہ عیش و آرام سے زندگی گزارتے۔

اے میرے دوست اس دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی خوش نصیبی نہیں کہ انسان مالدار ہو۔ انسانوں کے دماغوں میں جس قدر بھی علم و عقل ہے، ان کے جسموں میں جتنی بھی قوت و طاقت ہے اور ان کے پاس جو کچھ بھی شرف و فضیلت ہے وہ حقیقت میں سب مال حاصل کرنے اور دولت تک پہونچنے کے ذریعہ ہیں۔

میں اس شخص کے پاس رہتے رہتے تنگ آگیا ہوں۔ اور اب اس کے ساتھ ایک شہر میں ایک لمحہ کے لئے بھی رہنا گوارا نہیں کرتا۔ ارادہ ہے کہ جلد تمہاری ملاقات کے لئے جونتیخ پہونچوں، اچھا رخصت۔ والسلام"

اسٹیفن کا خط ایڈورڈ کے نام

"اے میرے دوست مجھ سے ناراض نہ ہونا اگر میں یہ کہوں کہ زندگی کے متعلق میرا نظریہ تمہارے نظریہ سے جدا ہے میرے نزدیک روحانی مسرت سے زیادہ کوئی سچی مسرت نہیں، دولت بھی اسی روحانی مسرت کے حاصل کرنیکا ایک ذریعہ ہے پھر اگر یہ مسرت بغیر دولت کے مل جائے تو دولت کی کیا ضرورت ہے یا یہ کہ اگر تھوڑی سی دولت سے میسر آجائے تو زیادہ کی ہوس کیوں ہو۔

مال و دولت بیکار ہے اگر ساتھ ایسے انسان کا ہو جس سے محبت نہیں، اس لئے میری رائے میں جو شخص کسی لڑکی سے اس کی دولت کے لئے شادی کرتا ہے، کمینہ اور بے غیرت ہے۔ وہ روٹی کی خاطر اپنے جسم کو عورتوں کے حوالہ کر دیتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح بدکار عورتیں اُجرت لیکر اپنا جسم حوالہ کر دیتی ہیں۔

جیسا کہ تم کہتے ہو میں بیشک فقیر و محتاج ہوں۔ لیکن میں اپنی حالت سدھارنے کے لئے انتہائی کوششیں کر رہا ہوں اور کل سے مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی کی ایک جھلک بھی نظر آنے لگی ہے، سردست مجھے ایک چھوٹی سی ملازمت مل گئی ہے اور میں نے اپنے لئے ایک معمولی سا کمرہ بھی کرایہ پر لے لیا ہے۔

اے ایڈورڈ، مجھے اُمید ہے کہ تم میری تلخ نوائی کو معاف کر دو گے، اور مجھ سے جونتیخ آنے کا جو وعدہ تم نے کیا ہے اسے جلد پورا کرو گے۔"

اسٹیفن کا کمرہ

ملازمت ملنے کے بعد اسٹیفن ایک چھوٹے سے کمرہ میں رہنے لگا جو تقریباً دس فٹ لمبا اور سات فٹ چوڑا تھا۔ اس کمرہ میں اس نے لکڑی کا ایک پلنگ اور ایک چھوٹی سی میز بچھا رکھی تھی، رات کے وقت اس پر پڑھتا اور دن میں

کھانا کھاتا۔ دو کرسیاں بھی اس کمرے میں موجود تھیں۔ ان میں سے جو زیادہ بڑی اور نسبتاً اچھی تھی وہ خود اس کے لئے تھی اور دوسری پر اس نے کپڑوں کا بکس رکھ چھوڑا تھا۔ پکانے کے لئے ایک چولھا اور پانی کا ایک گھڑا بھی وہاں موجود تھا ان کے علاوہ دو چار چیزیں اور بھی تھیں۔

اس کے کمرے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی بھی تھی جو کچھ ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں میں کھلتی تھی۔ اسٹیفن نے جب اس میں سے جھانکا اور اس بھیانک منظر کو دیکھا تو وہ کچھ افسردہ سا ہوا لیکن پھر خود ہی کہنے لگا:

"خیر کوئی مضائقہ نہیں میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میرا یہ حال کسی کو معلوم نہ ہو۔"

پھر اس نے کچھ دور پر ایک بہت بڑا درخت دیکھا جو سرسبز و شاداب تھا اسے دیکھنے لگا: "میرے لئے یہی باغ ہے میں ہر روز صبح کو اٹھکر سب سے پہلے اسی کو دیکھا کروں گا۔"

اس کے بعد اسے قریب ہی ایک گرجا دکھائی دیا جسے دیکھ کر اس نے کہا:۔ "میں سمجھتا ہوں کہ اس گرجا کے گھنٹوں کی آواز وقت معلوم کرنے میں میری مدد کرے گی۔" تھوڑی دیر کے بعد اس کے کانوں میں گھنٹے بجنے کی آواز آنے لگی۔ اسنے خوش ہو ہو کر ان کو گنا اور کہا "اب مجھے گھڑی خریدنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔"

اسٹیفن، اپنے نئے مکان کو دیکھ کر اس کے مختصر اور حقیر ہونے کے باوجود بھی بہت خوش تھا۔ کیونکہ یہ پہلا گھر تھا جس میں وہ اپنی قوت بازو کے بھروسے پر اترا تھا۔ اور جس کا فرنیچر اس نے اپنے روپے سے خریدا تھا وہ اپنے دل ہی دل میں کہہ رہا تھا:

"سچ تو یہ ہے انسان اپنے ہی گھر میں آزادی سے رہ سکتا ہے، جس طرح چاہے اٹھے جس طرح چاہے بیٹھے کوئی ٹوکنے والا نہیں۔ وہ اچانک اپنے ہاتھوں کو ہوا میں پھیلا لیتا ہے، بلا لحاظ اس امر کے کہ یہ کسی دوسرے کے لگ جائے گا، غور و فکر کرتے وقت وہ جس طرح چاہتا ہے اپنا سر ہلاتا ہے، اپنی انگلیوں کو حرکت دیتا رہتا ہے بلا لحاظ اس کے کہ کوئی اسے پاگل کہے گا۔"

مگر ان حالات میں اس کے لئے نہایت ضروری تھا کہ انتہائی کفایت شعاری سے زندگی بسر کرے۔ چنانچہ اس نے اپنی آمدنی کو اپنے کھانے پینے پہننے، کرایہ اور ادائے قرض پر تقسیم کر دیا اور ایک خاموش اور پرسکون زندگی گزارنے لگا۔

نیا مہمان

ایک دن اتوار کی صبح کو اسٹیفن اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ درس و تدریس کی محنت و مشقت سے اسے اتوار ہی کے دن کچھ راحت نصیب ہو جاتی تھی، کہ اس نے اپنے زینہ پر بھاری قدموں کی آواز سنی جو اس کی پڑوسن کے جوتوں کی آواز سے مختلف تھی۔

وہ گھبرا گیا اور اس آواز کی طرف کان لگا کر سننے لگا۔ آنے والا شخص اس کا نام لیکر زور زور سے پکار رہا تھا۔ اسے

خیال ہوا کہ یہ آواز اس کے لئے نامانوس نہیں ہے، چنانچہ وہ جلد دروازہ کی طرف آیا اور دروازہ کھول کر دیکھا تو اس کا دوست ایڈورڈ کھڑا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر باغ باغ ہوگیا اور بڑی دیر تک گلے سے لگائے رہا۔ پھر بولا:۔

میرے عزیز دوست تم نے اپنے وعدہ کو خوب پورا کیا، جس کے لئے میں تمہارا ممنون ہوں۔ میں تمہاری آمد کا بڑی بےچینی سے منتظر تھا"

ایڈورڈ کہنے لگا:۔ "اب تو میں تمہارے اس مختصر سے گھر میں دو مہینہ تک مہمان رہوں گا۔ کیونکہ میرے سن بلوغ کو پہونچنے میں اتنی ہی مدت باقی ہے، میرے اور میرے چچا کے تعلقات بہت ناخوشگوار صورت اختیار کر چکے ہیں، چنانچہ میں اس کے گھر کو خیرباد کہہ چکا ہوں اور قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک ترکہ کا یہ جھگڑا ختم نہ ہو جائے گا میں ان کی صورت نہیں دیکھوں گا"

یہ کہکر وہ اندر آیا اور کہنے لگا: "تمہارا یہ کمرہ بہت ہی خوبصورت ہے، اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟" اسٹیفن نے کہا "ہوں زیادہ بڑا ہے"۔

پھر اس نے اپنا بکس کھولا اور اس میں سے عطر کی ایک شیشی، ایک کنگھا اور چند ریشمی رومال نکال کر اسٹیفن کو پیش کئے جنھیں اسٹیفن نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اس کے بعد اسٹیفن اٹھا اور گوشت کا پارچہ جو اس نے کل کے لئے رکھ چھوڑا تھا بھونا اور دسترخوان بچھا کر اس پر رکھ دیا اور اس کے قریب ہی شراب کی بوتل اور پنیر کا ایک ٹکڑا بھی رکھدیا اور دونوں کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ وہ دونوں کھاتے جاتے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔

دن بھر اسی طرح ہنس بول کر انھوں نے گزار دیا اور جب سونے کا وقت قریب آگیا تو اسٹیفن نے کمرے کے ایک کونے میں اپنے لئے فرش پر دری بچھالی اور پلنگ ایڈورڈ کے لئے خالی کر دیا اور سو گئے۔

صبح کو مدرسے جانے سے پہلے اسٹیفن نے جو کچھ اس کے پاس تھا ایڈورڈ کے حوالہ کیا اور کہنے لگا: "مجھے کل دو سو فرانک ماہوار ملتے ہیں، ساٹھ فرانک تو کھانے پینے میں صرف ہو جاتے ہیں اور باقی گھر کا کرایہ ادا کرنے اور سامان کی خریداری کے وقت جو قرض لیا تھا اس کی ادائی کے لئے بچا لیتا ہوں۔ میں گزشتہ دس دن میں پچاس فرانک صرف کر چکا ہوں اب جو کچھ باقی ہیں یہ ہیں، اب تم ہی انھیں خرچ کرو آج سے تم ہی اس گھر کے مالک اور اس کے نظم و نسق کے مختار ہو"

یہ کہکر وہ مدرسہ چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایڈورڈ نیچے اترا، اور بازار جاکر گوشت، روٹی کچھ پھل اور شراب خرید لایا اور اس طرح بارہ فرانک سب کے سب خرچ کر دئے۔

جب اسٹیفن مدرسہ سے واپس آیا اور یہ سب سامان دیکھا تو بولا:۔

"اے ایڈورڈ، کیا آج کسی کی دعوت تو نہیں ہے؟" اس نے کہا: "ہاں میرے آنے کی خوشی میں آج دعوت ہے" اسٹیفن مسکرایا اور کہنے لگا:۔ تم نے بہت اچھا کیا، جس بات کو میں بھول گیا تھا وہ تم نے یاد دلادی" اور یہ کہکر پھر دونوں

کھانے میں مصروف ہو گئے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ایڈورڈ کہنے لگا:۔ "میں اس کمرہ میں چند چیزوں کی کمی محسوس کرتا ہوں براہ کرم مجھے ان کے خریدنے کی اجازت دو، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ صرف وہی چیزیں خریدوں گا جو بہت ضروری ہیں اور کم سے کم قیمت صرف کرنے کی کوشش کروں گا"۔ اسٹیفن کہنے لگا:۔ "بہتر ہے جو تمھاری خواہش ہو کرو"۔

چنانچہ ایڈورڈ بازار گیا اور جب ایک گھنٹے کے بعد واپس آیا تو ایک سیاہ تنومند کتے کی زنجیر اس کے ہاتھ میں تھی اور پیچھے ایک قد آدم آئینہ اور کپڑا ٹانگنے کا اسٹینڈ ایک مزدور کے سر پر تھا اس نے اسٹیفن سے کہا:۔ "مجھے وہ کمرہ بہت ہی بُرا لگتا ہے جس میں آئینہ نہ ہو، اور اس گھر سے مجھے بڑی وحشت ہوتی ہے جس میں کتا نہ بھونکے، اے اسٹیفن تمھیں یہ سنکر تعجب ہوگا کہ میں نے ان تمام چیزوں کی خریداری میں صرف بیس فرانک صرف کئے ہیں"۔

اسٹیفن سمجھ گیا کہ یہ شخص کسی بُرے … جنون بھی کس قدر دلچسپ ہے"۔ اس نے کہا: "ہاں تو کیا زندگی بغیر جنون کے گوسلوار ہو سکتی ہے؟" اور اس طرح مہینہ کی بیس تاریخ سے پہلے ہی پہلے دونوں کے ہاتھ خالی ہو گئے اور کتا آئینہ یا اسٹینڈ کوئی فایدہ نہ پہونچا سکے۔

اسٹیفن کہنے لگا: "اے ایڈورڈ اب کیا کرنا چاہئے"۔ اس نے کہا:۔ "یہ مسئلہ اس قدر دشوار نہیں میں ابھی تمھارے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں جو یقیناً بہت مفید ہوگی"۔

یہ کہکر وہ اُٹھا اور باہر چلا گیا اور کچھ دیر بعد اپنے ہمراہ ایک مزدور اور ایک کبڑے کو لئے ہوئے واپس آیا وہ کمرے کے دروازہ میں کھڑا ہو گیا، اور اس شخص سے کہنے لگا: "لو اس پلنگ کو یہاں سے نکالو اس مختصر سے کمرے میں اس کی کوئی ضرورت نہیں اور سونے والے کے لئے زمین سے بہتر کوئی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی۔ اور دیکھو یہ دونوں تکئے بھی زائد ہیں انھیں بھی یہاں سے ہٹاؤ اگر ایک تکیہ کو موڑ کر سر کے نیچے رکھ لیا جائے تو پھر دو تکیوں کی ضرورت نہیں رہتی"۔

یہ کہکر وہ اسٹیفن کی طرف دیکھنے لگا اور بولا "کیوں دوست میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں"۔

اسٹیفن یہ سنکر چونک پڑا، وہ اپنی میز پر سر جھکائے ہوئے مابعد ولین کے نام خط لکھنے میں مصروف تھا۔ وہ اس کا مقصد سمجھ گیا اور کہنے لگا "ہاں تم ٹھیک کر رہے ہو"۔

پھر ایڈورڈ نے پوچھا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ نازک شیشہ جو اس کھڑکی میں لگا ہوا ہے موسم سرما کی تند و تیز ہواؤں کا مقابلہ کر سکے گا؟ یقیناً نہیں، تو پھر بجائے اس کے کہ ہم اسے ہواؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں کیا یہ عقل کا تقاضہ نہیں ہے کہ ہم اس کی قیمت سے فایدہ حاصل کریں"۔

یہ کہکر وہ کھڑکی کی طرف بڑھا اور یکے بعد دیگرے اس کے تمام شیشے نکال کر مزدور کے حوالے کئے۔ اس کے بعد اس کی نظر پردے پر پڑی اور اسے دیکھ کر کہنے لگا:۔ "میرے خیال میں تو مختصر کمرے کے لئے اس قدر بھاری

پردے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ اور وہ بھی مزدور کو دیدیا۔

پھر کہنے لگا: "کیا تم اس صندوق میں کوئی ایسی چیز رکھنا چاہتے ہو جس کے چوری ہو جانے کا تمھیں خوف ہو"

اسٹیفن یہ سُنکر ہنس پڑا اور کہنے لگا: "اگر میرے پاس ایسی کوئی چیز ہوتی تو آج یہ نوبت ہی کیوں آتی" "تو پھر اس میں زبردست تالے کی کیا ضرورت ہے؟" یہ کہکر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس تالے کو نکال کر مزدور کے سپرد کیا اور چاروں طرف کمرے میں اپنی تیز تیز نگاہیں دوڑانے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی نگاہیں میز پر پڑیں، اسٹیفن ڈر گیا اور کہنے لگا: "اے ایڈورڈ ٹھیرو میز کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگانا جب تک میں اس خط کو پورا نہ کرلوں"۔

ایڈورڈ مسکرایا اور بولا: "اچھا میں اس میز کو ماجد ولین کی خاطر چھوڑے دیتا ہوں"۔

اس کے بعد اس شخص سے تمام سامان کی قیمت ٹھیرا کر تیس فرانک میں اس کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد وہ اسٹیفن کے پاس آیا اور کہنے لگا "یہ جو کچھ ہوا اس میں تمھاری کیا رائے ہے؟" اسٹیفن نے کہا "میری تو یہ رائے ہے کہ تم یہ قیمت مجھے دیدو، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اس معاملہ میں کچھ زیادہ دور اندیش ثابت نہیں ہوئے" اور ایڈورڈ کہنے لگا:-

"میرے دوست میرا خیال ہے کہ اب ہمارے درمیان اختلاف رائے شروع ہو گیا ہے۔ کیونکہ تم جزرسی کو پسند کرتے ہو جو مجھے نہیں بھاتی، اور میں فراخ دستی کو محبوب رکھتا ہوں جو تمھیں پسند نہیں آتی، لہذا ہمارے تمھارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم تمھاری تنخواہ کو آدھا آدھا بانٹ لیں اور ہم میں سے ہر شخص اپنے حصّے کو اپنی اپنی ضروریات پر صرف کرے"

یہ کہکر وہ ذرا دیر کے لئے خاموش ہو گیا پھر کہنے لگا: "دیکھو ہماری یہ علحدگی اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہماری رہنے کی جگہ بھی علحدہ نہ ہو۔ لہذا یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اس کمرے کو دو حصّوں میں تقسیم کرلیں، اور تم دیکھو گے کہ میں کیسے انصاف اور خوبصورتی سے اس کو تقسیم کرتا ہوں"۔

یہ کہکر وہ چونے کی ایک کنکری اُٹھا لایا اور کمرے کے عین وسط میں ایک خط کھینچ کر کہنے لگا: "دیکھو یہ نصف میرا ہے اس میں میرا کتا میرا آئینہ اور میرا اسٹینڈ رہیگا۔ اور باقی نصف تنہا تمھارے لئے چھوڑتا ہوں۔ تمھارا حصّہ میرے حصّے سے کہیں مفید اور بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں کھانا پکانے کا چولھا، خط لکھنے کی میز اور وہ کھڑکی بھی ہے جس سے قمیص پہنتے یا چادر اوڑھتے وقت تم اپنا ہاتھ بھی باہر نکال سکتے ہو"۔

اسٹیفن یہ سُن کر بہت ہنسا اور اسے وہیں چھوڑ کر کسی کام سے باہر چلا گیا۔

الغرض ایڈورڈ اسی طرح اسٹیفن کے عیش و آرام کو مکدر، اس کے دماغی سکون کو برباد کرتا رہا اور اسٹیفن بڑے صبر و تحمل سے ان سب باتوں کو برداشت کرتا رہا، کیونکہ وہ اس کا دوست تھا۔

قربانی

ایک دن جبکہ ایڈورڈ سیر و تفریح کے لئے گاؤں سے باہر چلا گیا تھا، اور اسٹیفن تنہا اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا صبح کے لکچر کے لئے موسیقی کے کچھ نوٹ مرتب کر رہا تھا کہ دفعتاً اس نے زینہ پر قدموں کی آہٹ اور لوگوں کے بولنے اور زور زور سے چیخنے کی آوازیں سنیں وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور دروازہ کھولکر دیکھنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ ایک دراز قد تنومند چوڑا چکلا شخص کھدانوں میں کام کرنے والے آدمیوں کا لباس پہنے ہوئے، آنکھوں سے چنگاریاں برساتا اور منہ سے جھاگ اُڑاتا ہوا، دونوں ہاتھوں میں دو تلواریں لئے ہوئے زینے پر موجود ہے جوں ہی اس کی نگاہ اسٹیفن پر پڑی وہ پوچھنے لگا "کیا ایڈورڈ تم ہی ہو!"

اسٹیفن سمجھ گیا کہ یہ شخص کسی بُرے ارادے سے آیا ہے، لیکن خوش قسمتی سے اس کے دوست کا صورت شناس نہیں ہے۔ اسے ایڈورڈ پر ترس آگیا اور اس انتقام کا سبب دریافت کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا اور کہنے لگا:

"ہاں میں ہی ایڈورڈ ہوں، کہو تمہارا کیا مطلب ہے" اس کے جواب میں اس نے اسٹیفن کے منھ پر ایسا تھپڑ مارا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور کہنے لگا: "شاید تیری وہ شجاعت اور بہادری جس نے تجھے میری بیوی کے ساتھ عشق کرنے اور میرے خاندان کی عزت کو خاک میں ملانے پر اُبھارا، اس وقت تک تیرا پیچھا نہیں چھوڑے گی جب تک کہ اس دریا کے کنارے، یہ تلواریں فیصلہ نہ کریں، اور دیکھو یہ لوگ جو میرے ساتھ ہیں ہماری اس عزت و آبرو کی لڑائی پر گواہ ہیں، ہم میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ ان میں سے جسے چاہے اپنا گواہ بنالے"۔

وہ معاملہ کی تہ کو پہونچ چکا تھا اور ایڈورڈ اور اس شخص کی بیوی کے تعلقات کے متعلق پہلے ہی کچھ کچھ سُن چکا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دشمن کے ساتھ خاموشی سے چلدیا اور جب وہ دریا کے قریب پہونچ گئے تو دونوں نے اپنی اپنی تلواریں سونت لیں۔

ایسے وقت میں اسٹیفن کو ماجد ولین کا خیال آیا، اور سوچنے لگا کہ اگر وہ اسے اس وقت چند آخری جملے لکھدیتا تو کیسا اچھا ہوتا چنانچہ وہ گواہوں کی طرف دیکھنے لگا اور بولا: "کیا آپ لوگوں میں سے کسی کے پاس سے کوئی چھوٹا سا لفافہ مل سکتا ہے"؟۔ ان میں سے ایک شخص نے ایک لفافہ نکال کر اسے دیدیا۔ اور اس نے اس میں یہ مختصر سا جملہ لکھدیا "میں ایک شریف مقابلہ میں اپنی جان دے رہا ہوں اور اس آخری وقت میں بھی تمہارے ہی متعلق سوچ رہا ہوں ۔ اے ماجد ولین رخصت"۔

یہ پیام لکھنے کے بعد وہ چاروں طرف دیکھنے لگا، ایک ملاح جو دریا کے کنارے اپنی کشتی کے اگلے حصہ پر کھڑا ہوا تھا سمجھ گیا کہ وہ کسی ایسے شخص کی جستجو میں ہے جو اس کے اس خط کو مکتوب الیہ تک پہونچادے، چنانچہ اس کی طرف

بڑھا اور بولا:۔ "جناب اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے اس خط کو جہاں حکم ہو پہونچا دوں"۔ اسٹیفن نے اس کا شکریہ ادا کیا اور لفافہ کی پشت پر پتہ لکھ کر اس کے حوالہ کیا۔

اس کے بعد لڑائی شروع ہوگئی، اور چند لمحوں میں اسٹیفن کا بازو بیکار ہوگیا۔ گواہوں نے یہ دیکھ کر لڑائی کے بند کر دینے کا فیصلہ کر دیا اور دونوں دشمنوں نے مصافحہ کر لیا۔

ملاح ابھی تک بدستور اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا اس لئے اسٹیفن زمین پر پڑے ہی پڑے اپنی کمزور آواز میں اس سے کہنے لگا: "تمھارے پاس جو خط ہے اسے پھاڑ ڈالو کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے"۔

یہ سُن کر اس نے اس خط کو چاک کر دیا اور اپنی جیب سے ایک رومال نکال کر اور اُس کے بازو پر باندھ دیا اور اُسے وہاں سے اُٹھا کر اس کے گھر لے گیا اور بستر پہ لٹا کر مرہم پٹی میں مشغول ہوگیا۔

دوستی

اسٹیفن کا زخم بھر چکا ہے اور ایڈورڈ جو صبح کو یہاں سے جانے والا ہے اپنے دوست کے پاس بیٹھا ہوا اس سے کہہ رہا ہے۔

"اے اسٹیفن تم نے اپنے خون سے میرے دل کے صفحات پر محبت کے جو نقوش قایم کئے ہیں وہ تا زیست محو نہیں ہو سکتے، اور تم نے اپنی اس تنگدستی و مصیبت میں جو غمخواری و مدارات کی ہے اُسے میں تمام عمر فراموش نہیں کر سکتا میں سمجھتا ہوں کہ کسی دوست نے اپنے دوست کے لئے اور کسی بھائی نے اپنے بھائی کے لئے وہ تکلیف برداشت نہ کی ہوگی جو تم نے میرے لئے برداشت کی ہے، و میں تمھارے ان احسانات کا بدلہ کبھی نہیں اُتار سکتا"۔

اسٹیفن کہنے لگا: "میں نے تمھارے ساتھ کوئی ایسا احسان نہیں کیا جو بدلے کا مستحق ہو۔ تم میرے دوست ہو اور دوستی کے کچھ حقوق ہوا کرتے ہیں، اس لئے اگر تم شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہو تو تمھیں اس دوستی کا شکریہ ادا کرنا چاہئے جو بچپن سے ہم دونوں میں قایم ہے اور اگر کبھی کسی زمانہ میں تمھیں یہ موقعہ میسر ہو کہ تم میری مدد کے لئے اپنا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تو صرف محبت کے لئے ایسا کرنا، احسان کے بدلے کے خیال سے نہیں۔

اے ایڈورڈ میں تو پیدایشی بدنصیب ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں بدنصیبوں کو دوست رکھتا اور اُن سے محبت کرتا ہوں، اس دُنیا میں فقر و فاقہ کی دوستی سے زیادہ مضبوط کوئی دوسری دوستی نہیں ہو سکتی، اور اگر مجھے ایسے دو شخصوں کی دوستی میں انتخاب کا اختیار دیا جائے، جن میں سے ایک فقیر ہو، جو اپنے فاقہ کو میرے فاقہ سے ملا کر اسے دوچند کر دے، اور دوسرا مالدار ہو جو اپنی مدد کا ہاتھ میری طرف بڑھا کر میری مصیبت و تنگدستی کو دور کر دے تو میں پہلے کو دوسرے پر ترجیح دوں گا۔

یہی وہ چیز تھی اے ایڈورڈ کہ میں نے تم سے محبت کی اور تمھیں اپنا عزیز دوست سمجھا۔ ہماری بدقسمتی ایک ایسا مرکز تھی جہاں پہونچکر ہم نے اس بات کا عہد کیا کہ ہم میں سے ہر شخص دوسرے کی مدد کرے گا، خواہ یہ زمانہ کتنے ہی پلٹے کھائے" اس کے بعد ایڈورڈ نے اسٹیفن کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر قسم کھائی کہ اس کے دل کی دھڑکن اس وقت تک کم نہیں ہوسکتی، اور اس کا سینہ اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ اسے زمانہ پر فتحمند اور کامیابی سے ہم آغوش نہیں دیکھ لیگا۔ اس کے بعد اس نے نئی حاصل شدہ دولت میں سے اسٹیفن کو کچھ پیش کرنا چاہا لیکن اس نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ دنیوی آسودگی و سعادت کو اس قدر ارزاں خریدنا نہیں چاہتا ہے"

صبح کو اسٹیفن، ایڈورڈ کو رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور تک اس کے ساتھ گیا۔ یہاں تک کہ وہ ایسی جگہ پہونچ گئے جہاں سے انھیں جدا ہونا تھا۔ یہاں وہ دونوں دیر تک گلے ملتے رہے۔ اور جب اسٹیفن گھر واپس ہوا تو غم کے آنسو اس کی آنکھوں میں جھلک رہے تھے۔

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

"میں کل رات ٹہلتا ہوا دریا کے کنارے کنارے چلا جا رہا تھا۔ جب صاف ہوا اور کھلی فضا میں پہونچا تو مجھے ایسا محسوس ہوا گویا پتوں میں ایک قسم کی بھینی بھینی پھیلی ہوئی ہے اور وہ اپنی نرم و نازک آواز سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ ہوائیں بھی بڑی گرانی کے ساتھ جھولتی ہوئی چل رہی تھیں اور گہرے سیاہ بادلوں کے ٹکڑے بھی فضا میں ہاتھیوں کی طرح جھوم رہے تھے، مجھے محسوس ہو رہا تھا گویا میں ان کی گہرائیوں میں ایک مبہم اور نہ سمجھ میں آنے والی آواز سُن رہا ہوں، جو کبھی قریب آجاتی تھی اور کبھی دور ہوجاتی تھی۔

تھوڑی دیر میں، میں نے دیکھا کہ وہ پرندے جو ابھی پانی پر اُڑ رہے تھے جلدی جلدی اپنے گھونسلوں میں سمٹنے لگے۔ اور وہ جاندار جو ابھی پتھروں اور کنکریوں پر دوڑ رہے تھے اپنے اپنے بلوں میں سرکنے لگے۔ سیاہی ہر چیز کو اپنے رنگ میں رنگ رہی تھی اور پانی پر بھی اس کا سیاہ رنگ غالب آچکا تھا۔ آسمان و زمین اور ان دونوں کو ملانے والی چیز افق۔ کوئلے کی ایک گہری اور کھوکھلی کان معلوم ہو رہی تھی۔ جس کی ٹھوس دیواروں سے باہر نکلنے کے لئے بجلیاں بیتاب تھیں۔

فطرت کی یہ خاموشی اور بے زبانی زیادہ دیر تک باقی نہیں رہی۔ کیونکہ فوراً ہی ایک زبردست طوفان نے اُٹھکر در و دیوار کو جھنجھوڑ ڈالا، اور پتوں کو شاخوں سے علٰحدہ کر کے کہیں کا کہیں لیجا کر پھینک دیا۔ اور اس کے بعد بادلوں کے سینوں کو چیرتی ہوئی اور اُن میں سے اپنے اور بجلیوں کے لئے راستے بناتی ہوئی بارش بھی آئی اور اس زور شور سے آئی کہ وادیاں لبریز ہوگئیں، میدان بھر گئے، نالے پانی اُگلنے لگے۔ اس وقت میں اپنے دوست "قرقز" کی کُٹی کے قریب پہونچ چکا تھا۔ یہ ایک غریب ملاح ہے جس نے پچھلوں دنوں میرے ساتھ وہ احسان کیا ہے جسے میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔

میں نے اس آسمانی مصیبت سے بچنے کے لئے اس کے گھر میں پناہ لی، میرا خیال تھا کہ وہ ایک وحشت خیز ویرانہ ہوگا مگر جوں ہی بجلی چمکی اور میں نے اس کے اندرونی منظر کو دیکھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس قدر خوبصورت اور عجیب معلوم ہوا اس ملّاح کی بیوی اور بچے دوزانو بیٹھے ہوئے بڑے ادب کے ساتھ آسمان کی طرف اپنے اپنے ہاتھ اُٹھائے ہوئے غمگین اور درد بھری آوازوں میں خدا سے دعائیں مانگ رہے تھے اور ہر چند وہاں نہ کوئی چراغ تھا اور نہ کوئی دوسری روشنی، لیکن میں اس تاریکی میں بھی ان کے چمکتے ہوئے چہرے دیکھ رہا تھا۔

میری آہٹ پاکر اس کی بیوی میری طرف متوجہ ہوئی اور بولی: "فرتز، ابھی تک واپس نہیں آیا ہے، اور اسی پریشانی میں بیٹھے ہوئے ہم سب خدا سے دُعا کر رہے ہیں کہ وہ اسے بخیریت ہمارے پاس پہونچا دے" یہ سنکر میں بیحد متاثر ہوا اور میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر دعائیں مانگنے لگا۔

دُعا سے فارغ ہو کر جب ہم نے اپنا سر اُٹھایا تو فرتز دروازے کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر اس کی بیوی اسکے استقبال کے لئے دوڑی اور اس کی بھیگی ہوئی چادر اس کے سر سے اُتارنے لگی، اس کے بچّے اس کے چاروں طرف جمع ہوگئے اور وہ انھیں لپٹا کر پیار کرنے لگا۔ پھر سب ملکر جب دسترخوان پر گئے تو اس کی پریشانیوں اور تکلیفوں کے متعلق سوالات کرنے لگے۔ میں بھی ان سب کے پاس بیٹھا ہوا ان کی باتیں سُن رہا تھا، اور انکی سانسوں کی ٹھنڈک کو محسوس کر رہا تھا۔

ان کی اس حالت نے میری طبیعت پر بڑا گہرا اثر کیا، اور ہر چند میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کی خوش نصیبی پر حسد نہیں کیا، لیکن اس وقت میں ان پر حسد کئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں اپنے دل سے کہہ رہا تھا کہ وہ عورت جو اپنے شوہر سے محبت کرتی ہے جو اس کی اُلفت میں رو سکتی ہے، اور اس کی تکلیف پر آنسو بہا سکتی ہے، اور وہ بچّے جو اپنے معصوم ہاتھ خدا کے سامنے پھیلا کر اپنے باپ کی زندگی اور عافیت کے لئے دعا مانگ سکتے ہیں، اور وہ باپ جو اپنے بچّوں کو اپنے سامنے ہنستا کھیلتا دیکھ کر خوشی سے رو دیتا ہے ——— کیا انکے علاوہ سچّی مسرت کہیں اور نصیب ہو سکتی ہے

اور اے ماجد، یقین کر عنقریب ہمارا مستقبل بھی ایسا ہی ہوگا یعنی بہت ممکن ہے کہ ہم غریبوں کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں، لیکن اس عزبت و افلاس کے باوجود بھی ہم بڑے خوش نصیب کہلائیں گے۔

حسب وعدہ میری ترقی میں اب صرف تین مہینہ کی مدت باقی ہے۔ اس کے بعد میں تمھارے پاس دلفاخ آؤں گا، تمھارے والد کے سامنے اپنی شادی کی درخواست پیش کروں گا اور اپنی ہستی کو تمھارے خوبصورت ہاتھوں میں دیدوں گا اور اس دن کے بعد، بدبختی کو ہماری طرف آنے کے لئے کبھی کوئی راستہ نہیں مل سکے گا۔

ماجدولین کا خط اسٹیفن کے نام

"سوزان اپنے گھر کوبلانس چلی گئی اور مجھے افسردہ و آزردہ چھوڑ گئی۔ لیکن میں بھی بہت جلد اس کے پاس جانے والی ہوں، کیونکہ میرے والد نے اس سے وعدہ کرلیا ہے کہ ہم لوگ ایک ماہ بعد موسم سرما کے بقیہ دن وہیں گزاریں گے۔ وہاں پہونچکر تمھیں پھر خط لکھوں گی اور کیا عجب وہیں ملنے کی کوئی صورت نکل آئے اور میں تمھیں دیکھ سکوں —— دور ہی سے سہی۔"

ماجدولین کا خط اسٹیفن کے نام

"مجھے اور والد کو کوبلانس آئے ہوئے آج تیسرا روز ہے، اور ہم دونوں سوزان کے گھر مہمان ہیں۔ میں اس سے ملکر بہت خوش ہوں۔

آج اس نے ہمارے لئے اوپیرا ہاؤس میں ایک کمرا مخصوص کرالیا ہے۔ جہاں ہم لوگ ہر اتوار کی شام کو کھیل دیکھنے جایا کریں گے۔ دیکھو خوش قسمتی سے ہمیں ایک ایسی جگہ مل گئی ہے جہاں ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں اور اگر ممکن ہوا تو مل بھی سکتے ہیں۔

اے اسٹیفن، تم میرے پاس ضرور آنا اور یہ خیال کرکے نہ رک جانا کہ تمھیں دوبارہ اس منحوس شہر کی صورت دیکھنا پڑے گی جسے تم نفرت کے ساتھ چھوڑ چکے ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم میری خاطر ان باتوں کو بھول جاؤ گے۔"

نئی زندگی

ماجدولین جب اپنے والد کے ہمراہ کوبلانس پہونچی اور اپنی سہیلی سوزان کے گھر مہمان اتری تو اس کے محل کی عظمت اور کمروں کی شان و شوکت دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے زرق برق ساز و سامان، قیمتی فرنیچر، چمکدار ظروف اور آرائش کی چیزوں سے اُس کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں، خواصوں اور خدمتگاروں کی کثرت اور ان کے رنگ برنگ لباس نے اسے اور بھی تعجب میں ڈال دیا۔

جب وہ آئینہ کے سامنے اپنے آپ کو دیکھتی، اور پھر اپنے برابر کھڑی ہوئی خادمہ پر نظر ڈالتی تو شرما جاتی اور ایسا محسوس کرتی گویا وہ اس کا اور اس کے ان چھوٹے چھوٹے دھاری دار دیہاتی کپڑوں کا جنھیں اس نے اپنے ہاتھ سے سیا ہے، مذاق اُڑا رہی ہے۔

سوزان نے اس کے لئے مختلف قسم کے ریشمی، مخملی، سوتی، اُونی لباس تیار کر رکھے تھے۔ ایک بہت عمدہ سوٹ

اس کے ناچنے کے لئے، دوسرا کلب کے لئے اور تیسرا کھانے کے لئے سلوار رکھا تھا، گھر میں پہننے کی قمیصیں اور شب خوابی کے لباس بھی بنوا لئے تھے۔ چنانچہ ماجد ولین رفتہ رفتہ اس زندگی کی عادی ہو چلی اور کوبلانس کی دوشیزاؤں کے ساتھ ہنسنے بولنے لگی اور یہ نئی زندگی اس کے لئے اتنی دلچسپ ثابت ہوئی کہ اسٹیفن کی محبت کے علاوہ ماضی کی ہر چیز اسکی نظر میں بے کیف معلوم ہونے لگی۔

فتنہ

ایک روز رات کو ماجد ولین، سوزان کے کمرے میں اس سے ملنے کے لئے گئی۔ یہ کمرہ بہت ہی خوبصورت و دلکش تھا، اُس کی دیواریں، اور فرش سُرخ قالینوں سے آراستہ تھے، کھڑکیوں اور دروازوں پر سفید ریشم کے پردے پڑے ہوئے تھے، جن کے بیچ بیچ میں چاندی کے باریک تار جھلک رہے تھے اور کناروں پر چمکتے ہوئے موتیوں کی جھالر بہت ہی حسین معلوم ہو رہی تھی۔

کمرے میں چاروں طرف قیمتی کُرسیاں اور خوش قطع میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ جن پر سونے چاندی کے برتن اور گلدان بڑے سلیقے سے سجے ہوئے تھے۔

اس نے دیکھا کہ سوزان کے سامنے چاندی کے چھ چھوٹے چھوٹے صندوق رکھے ہوئے ہیں، سوزان اسے دیکھتے ہی کہنے لگی :۔ "آج میرے منگیتر نے میرے لئے شادی کا تحفہ بھیجا ہے کیا تم اسے دیکھنا پسند کرو گی" اور یہ کہکر سوزان نے وہ سب صندوق ایک ایک کر کے اس کے سامنے کھولنا شروع کئے، کسی میں ہار، کسی میں بالیاں، کسی میں کنگن، کسی میں جوشن غرض بہترین طرز کے قیمتی موتیوں سے جڑے ہوئے مختلف قسم کے زیور ان میں بند تھے۔

ماجد ولین ان سب چیزوں کو دیکھ کر سکتے میں رہ گئی اور گھنٹہ بھر تک ایک ایک چیز کو اپنے ہاتھ میں لیکر الٹتی پلٹتی رہی۔ اس کے بعد اس نے ہیرے کی چھوٹی سی بالیاں لیکر اپنے کانوں میں پہن لیں، یہ دیکھ کر سوزان نے ماجد ولین سے اصرار کیا کہ وہ تمام زیور پہن کر دیکھے۔ چنانچہ وہ تمام زیور اُسنے پہن لیا۔ اور آئینہ کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔

سوزان بولی :۔ "اے ماجد ولین، تیرا حُسن اس زیور کا اور یہ زیور تیرے حُسن کا کس قدر محتاج ہے اور میری تو خدا سے یہی آرزو ہے کہ تجھے ایک ایسے شخص کی دلہن دیکھوں جو صاحب دولت و ثروت ہو اور تیری زندگی کو دولت محبت سے لبریز کر دے"۔

اس کے بعد وہ اُس خوبصورت محل کا ذکر کرنے لگی جو اسکے منگیتر نے اس کے لئے کوبلانس کے قرب و جوار میں بنوایا ہے اور جس میں عیش و عشرت کے تمام شاہانہ ساز و سامان اُس کے لئے فراہم کئے ہیں، یہ سنکر ماجد ولین نے اپنا

سر تھوڑی دیر کے لئے جھکا لیا۔ اُس نے اسوقت تک اپنی اور اسٹیفن کی محبت کے راز کو سوزان سے چھپایا تھا لیکن اب شاید وہ چھپانے پر قادر نہ تھی اس لئے کہنے لگی:۔ "اے سوزان، اگر میں اپنے کسی راز کا ذکر تمھارے سامنے کروں تو کیا تم اس کے مخفی رکھنے کا وعدہ کر سکتی ہو؟" وہ بولی: "کیوں نہیں اگر تمھارے راز کو میں بھی نہیں چھپا سکتی تو پھر کون چھپا سکتا ہے؟"

اس کے بعد ماجد ولین نے اپنی اور اسٹیفن کی محبت کا پورا قصہ اسے سُنا دیا اور اس عہد کا بھی ذکر کیا جو ان دونوں نے آپس میں کیا تھا کہ موت کے علاوہ کوئی چیز ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے گی۔

سوزان کہنے لگی: "ہاں، مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب وہ نیا نیا تمھارے گھر میں آکر رہا تھا تو تم نے مجھے اسکے متعلق لکھا تھا کہ وہ نہ خوبصورت ہے اور نہ اپنے اندر کوئی خاص جذب و کشش رکھتا ہے۔"

ماجد ولین کہنے لگی: "بیشک وہ ایسا ہی ہے، لیکن اُس کا اخلاق مجھے اس کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالکر ایک ناواقف شخص کے بچانے کے لئے دریا میں کود پڑے اور موت کی پروا نہ کرے وہ یقیناً بڑا بلند ہمت، عالی حوصلہ اور شریف انسان ہوگا اور اے سوزان تم تو خود اس منظر کو دیکھ چکی ہو اور تمھیں نے تو یہ سب کچھ مجھے لکھا تھا اس کے متعلق تم خود جانتی ہو۔"

سوزان بولی: "تو کیا یہ وہی شخص ہے؟" اس نے کہا: "ہاں یہ وہی ہے"۔ سوزان نے کہا: "تب تو میں اُسے خوب اچھی طرح جانتی ہوں، اور اس روز تو میں اسے دیکھ کر بڑے اچنبھے میں رہ گئی تھی۔ تو کیا یہ شخص کچھ مالدار بھی ہے؟" ماجد ولین کہنے لگی: "نہیں مالدار تو نہیں ہے۔ لیکن وہ اس کوشش میں ہے کہ ضرورت کے لایق کما سکے اور پھر میرے لئے یہ کیا کم ہے کہ وہ مجھ سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ شاید ہی کسی نے کسی سے کبھی کی ہو۔"

سوزان کہنے لگی: "اے ماجد ولین محبت دُنیا کی کوئی بڑی نعمت نہیں، خوشحالی اور دولت اس سے زیادہ بڑی نعمت ہے، اس لئے کوئی عورت پسند نہیں کر سکتی کہ دُنیا اور اس کی تمام دلچسپیوں کو چھوڑ کر کسی سنسان ویرانہ میں اپنی زندگی گزار دے۔"

ماجد ولین یہ سُنکر چپ ہو گئی، اس لئے نہیں کہ وہ اپنی سہیلی کی رائے سے متفق تھی، بلکہ اس لئے کہ وہ بہت زیادہ شرمیلی اور باحیا لڑکی تھی۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

تماشا گاہ

ماجد ولین اور سوزان "اوپیرا" میں بیٹھی ہوئی ہیں، اور ان کے برابر ہی ماجد ولین کا پھوپی زاد بھائی البرٹ اور سوزان کا چچا زاد بھائی اشمید بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں دو خوبصورت نوجوان ہیں، جو لباس کے دلدادہ

اور زیب و زینت کے فریفتہ ہیں، ان کی پوری زندگی صرف دو گھنٹوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ ایک بننے کے لئے، دوسرا عورتوں کو اپنے اوپر مائل کرنے کے لئے اس لئے پہلے گھنٹے میں یہ لوگ اپنی عقل کھو بیٹھتے ہیں اور دوسرے گھنٹے میں اپنی دولت، یہاں تک کہ ان کے پاس نہ وہ رہ جاتی ہے نہ یہ۔

یہ دونوں بیٹھے ہوئے اپنے سامنے کی عورتوں کو دیکھ رہے تھے، اگر انھیں کوئی خوبصورت چہرا نظر آجاتا تھا تو اسے دیکھ کر آنکھ مارنے لگتے تھے اور اگر کوئی بدصورت شکل دکھائی دیتی تھی تو زور سے ہنس پڑتے اور اس کا مذاق اڑانے لگتے تھے، سوزآن تو شروع ہی سے اس تمسخر میں ان کا ساتھ دے رہی تھی، لیکن اس کی دیکھا دیکھی ماجد وکین بھی کچھ دیر بعد شریک ہوگئی اور اس بے باکانہ مذاق سے مانوس ہو کر اس میں حصہ لینے لگی۔

یہ لوگ اسی خوش طبعی میں مصروف تھے کہ یکایک البرٹ چیخ اُٹھا، اور ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے جو سب سے پچھلی صف میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا:۔ "کیا آپ لوگوں نے اس انسان نما بندر سے زیادہ عجیب چیز کبھی دیکھی ہے؟"

ارشمید بولا: "ہاں، مجھے یاد پڑتا ہے کہ آج سے پہلے بھی میں نے اس جانور کو کہیں دیکھا ہے، مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ کہاں"۔ سوزآن بولی: "شاید وہ ابھی ابھی اندر آیا ہے اور میرے خیال میں یہ وہی بھوت ہے جس سے بچپن میں ہمیں ڈرایا جاتا تھا اور وہ ہمیں نظر نہیں آتا تھا"

ارشمید نے کہا: "اگرچہ اس کا لباس قیمتی ہے لیکن بالکل ایسا جسے پہلے زمانہ میں صرف بھانڈ پہنا کرتے تھے"

البرٹ کہنے لگا: "وہ ممکن ہے کسی فرعون کی قبر یا کسی عجائب خانہ کی الماری سے چرا لایا ہو۔ کیونکہ وہ شخص جو اس قدر قیمتی لباس بنوا سکتا ہے، کیا ایک کنگھا نہیں خرید سکتا جس سے وہ اپنے بکھرے ہوئے پریشان بالوں کو درست کرلے"

سوزآن بولی:۔ "خیر مرد کے لئے بدشکل ہونا تو کوئی عیب نہیں ہے، شرم کی بات تو یہ ہے کہ وہ ایسے خوبصورت کپڑے پہنے جو اس کی شکل و صورت سے مختلف ہوں"

اسکے بعد جب سب لوگ ماجد وکین کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر پیچھے جا کر بیٹھ گئی ہے اور کانپ رہی ہے سب لوگ اس کا حال پوچھنے لگے، وہ بولی "مجھے سردی لگ رہی ہے میرا جسم کانپ رہا ہے اور سر گھوم رہا ہے" حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ شخص جس کا یہ لوگ ابھی ابھی مذاق اڑا رہے تھے اسٹیفن تھا اور وہ اس کی توہین برداشت نہ کرسکی تھی۔۔۔ ماجد وکین کو اس حالت میں دیکھ کر یہ لوگ ذرا دیر کے لئے خاموش ہوگئے اور جب اس کی یہ کیفیت دور ہوگئی تو پھر اپنی جگہ واپس آکر بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ماجد وکین اسٹیفن کو دیکھنے لگی یہاں تک کہ اس نے بھی اسے دیکھ لیا اور ایک ہلکے سے تبسم کے ساتھ اسے سلام کیا جسے ماجد وکین کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں دیکھ سکا۔ تھوڑی دیر کے بعد کھیل ختم ہوگیا

اور لوگ گھروں کو جانے کے لئے کھڑے ہوگئے، چلتے وقت ماجد ولین نے اسٹیفن پر ایک آخری نگاہ ڈالی اور اس کے بعد سب لوگ رخصت ہوگئے۔

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

"اے ماجد ولین، اُس روز جدائی کے پورے ایک سال بعد تمھیں دیکھا۔ اللہ اللہ! وہ بھی کیسی مبارک گھڑی تھی جب میں نے زمانہ کی تمام بدسلوکیوں کو معاف کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میں نے اپنی زندگی میں بدبختی کا تلخ ذایقہ کبھی چکھا ہی نہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ تمھیں دور ہی سے دیکھ کر میری خوشی کا یہ عالم ہے تو اس وقت میرا کیا حال ہوگا جب میری زندگی کا ہر لمحہ تمھاری قربت کی مسرتوں سے لبریز ہوگا۔

اے ماجد ولین، میں سمجھتا ہوں کہ میرا کمزور دل شاید اس خوش نصیبی کا تحمل نہ کرسکے گا اور جس دن یہ مسرت مجھے نصیب ہوگی، وہ غالباً میری زندگی کا آخری دن ہوگا۔

اے ماجد ولین معاف کرنا۔ میں نے تمھارے متعلق ذرا بدظنی سے کام لیا تھا اس لئے ضروری ہے کہ تمھارے سامنے اپنے اس گناہ کا اقرار کرلوں اور تم سے اسے چھپا کر دوسرے گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔

جس وقت تم جو تنج کو چھوڑ رہی تھیں، اس وقت میرا دل وحشت و خوف سے دھڑک رہا تھا کہ مبادا اس نئی زندگی میں جس میں تم قدم رکھ رہی ہو، تم پر بھی وہی اثر پڑے، جو اُن کمزور طبیعت جوان لڑکیوں پر ہوا کرتا ہے، جن کے دل ہر نئے ماحول کے اثر سے بدل جاتے ہیں اور جن کی خواہشوں پر ہر اس فضا کا رنگ چڑھ جاتا ہے جس میں وہ سانس لینے لگیں، لیکن جب میں نے تمھارے چہرے پر غم کی وہی جھلک دیکھی جو ہمیشہ نظر آیا کرتی تھی، اور تمھاری سوگوار نیم باز آنکھوں کو بدستور غم و اندوہ سے لبریز پایا تو تمھارے متعلق میرے تمام شکوک و شبہات جو در اصل محض محبت کی بدگمانیاں تھیں، بالکل دور ہوگئے۔

پھر بھی مجھے تم سے ایک بات کہنا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم اسے غور سے سنو گی۔ اُس روز تماشا گاہ میں میں نے تمھیں بہت ہی باریک کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ جس سے تمھارے بازو، تمھارے شانے اور تمھاری گردن صاف جھلک رہی تھی اور لوگوں کی بیتاب نگاہیں تم پر پڑ رہی تھیں۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری۔

میں سمجھتا ہوں کہ تم خود اپنی خوشی سے اس طرح لوگوں کے سامنے آنے پر راضی نہ ہوئی ہوگی۔ بلکہ تمھیں دوسروں کی رائے کے آگے جھکنا پڑا ہوگا۔ بہرحال تم سے میری یہی التجا ہے کہ تم اس لباس کو اُتار کر پھینک دو، اور وہی کپڑے پہن لو جو پہلے پہنا کرتی تھیں، تاکہ تمھارا جسم لوگوں کی گستاخ نگاہوں سے محفوظ رہ سکے۔

اچھا سلام شوق قبول کرو۔ محترمہ سوزان سے بھی آداب کہنا۔ میں ہر اتوار کی شام کو تمھارے دیکھنے

کے لئے اوپیرا پہونچا کروں گا، اور تم سے ملنے کی کوئی نہ کوئی سبیل نکالوں گا۔"

سازش

سوزآن، ماجد ولین کے کمرے میں داخل ہوئی اور دیکھا کہ وہ بہت مغموم انداز میں ایک خط اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے پڑھ رہی ہے، اس نے جلدی سے یہ خط اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور پڑھنے لگی۔ پڑھکر وہ پہلے تو مسکرائی، پھر بولی:

"اے ماجد ولین، اب یہی کسر رہ گئی ہے کہ اسٹیفن آیندہ تجھے یہ حکم دے کہ تو اپنی صورت بگاڑ لے، اپنی ایک آنکھ پھوڑ لے، اپنی ناک تھوڑی سی کاٹ لے، یا اپنے اگلے دو چار دانت اکھاڑ دے تاکہ لوگ تجھے دیکھ کر ڈر جایا کریں۔

بہتر تو یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ میں ایک بانسری لے لے اور جس طرح یونان و روما کے شاعر اپنے زمانوں میں کیا کرتے تھے تو بھی اپنے منگیتر کے حسن و جمال کے گیت گاتی پھرے۔ افسوس اسٹیفن بھی کس قدر بے وقوف اور کوتاہ نظر ہے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ اس نے ابھی سے تیرے لئے اپنے گھر میں کوئی پنجرا بنوا لیا ہوگا اور شادی کے بعد اس میں تجھے بند کر دے گا اور خود اس کے دروازہ پر کھڑا ہو کر پاسبانی اور نگہبانی کے فرائض انجام دے گا تاکہ تجھے گستاخ نگاہوں سے محفوظ رکھ سکے۔"

ماجد ولین کہنے لگی:۔ "میری بہن آپ اس پر غلط اتہام نہ لگائیں، وہ حد سے زیادہ مہذب اور انتہائی شریف النفس انسان ہے، لیکن وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور ہر چاہنے والا غیور و خود دار ہوا کرتا ہے۔"

سوزآن کہنے لگی: "خدا مجھے اور تجھے دونوں کو ایسی محبت سے محفوظ رکھے، خدا کی قسم اگر آسمانی فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ملاء اعلیٰ کا تاج اپنے سر پر رکھ کر، جنت اور اس کی تمام ابدی لذتیں پیش کر کے مجھ سے اس شرط پر شادی کرنا چاہے کہ وہ مجھے کسی پنجرے میں بند کر دے گا، تو خدا گواہ ہے میں اس ابدی زندگی پر، ناگہانی موت کو اور کسی بے آب و گیاہ جنگل کے ویران عبادت خانہ میں پڑے رہنے کو ہزار بار ترجیح دوں گی۔"

یہ کہکر وہ کھڑی ہو گئی اور بولی: "ناممکن ہے اے ماجد ولین کہ میں تجھے آگ میں ڈھکیل دوں اور اس وحشی درندے کے قبضہ میں رہنے دوں جو تیری زندگی کو برباد کر دینا چاہتا ہے۔" یہ کہکر وہ اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔

اوجین کا خط اسٹیفن کے نام

"کمان اعلیٰ کا حکم صادر ہوا ہے کہ ہم لوگ سفر کے لئے تیار ہو جائیں، ہمیں کہاں جانا پڑیگا ابھی نہیں معلوم، لیکن

کمانڈر کا خیال ہے کہ بہت بڑی لڑائی پر جانا ہے، بہر حال اگر زندگی ہے تو پھر لکھوں گا ورنہ کسی اخبار میں میرا نام مقتولین کی فہرست میں پڑھ لینا۔

اے اسٹیفن مجھے ایک ضرورت ہے اور امید ہے کہ تم میری اس ضرورت کے پورا کرنے میں بخل سے کام نہ لوگے میرے گھوڑے کی زین پُرانی ہو گئی ہے اور اس کے تسمے بہت کمزور ہو چکے ہیں، میں نے اپنی اس مہینہ کی پوری تنخواہ صرف کر دی ہے۔ اور اب میرے پاس اس قدر نہیں ہے کہ نئی زین خرید سکوں۔ اس لئے دس دن سے پہلے پہلے مجھے دس فرانک بھیج دیجئے۔ لیکن اگر اس مدت میں نہ بھیج سکیں تو پھر زحمت اُٹھانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ مجھے نہیں مل سکیں گے۔

محترمہ ماجد ولین کی خدمت میں آداب - والسلام"

شادی

ایڈورڈ کے چلے جانے کے بعد اسٹیفن نے کوشش کی کہ وہ اپنی تنخواہ سے کچھ پس انداز کرے، چنانچہ مہینوں میں وہ بدقت پچاس فرانک جمع کر سکا تھا، لیکن اس میں سے سات فرانک تو اس نے اپنے اس لباس کے کرایہ میں صرف کر دئے تھے جسے پہنکر وہ ماجد ولین کے دیکھنے کے لئے اوپیرا گیا تھا، اور پانچ فرانک میں ریل کا ٹکٹ خریدا تھا اس کے علاوہ کچھ کھانے پینے میں خرچ ہوا تھا اور ان تمام اخراجات کے بعد اب اس کے پاس صرف ۲۲ فرانک موجود تھے۔

جو تنخ سے واپس ہونے کے بعد کئی دن تک وہ اپنے پچھلے خط کے جواب میں ماجد ولین کے خط کا انتظار کرتا رہا، لیکن بدقسمتی سے کوئی جواب نہ آیا، اسے خیال ہوا کہ شاید وہ اس کی پچھلی تحریر سے کچھ رنجیدہ ہو گئی ہے۔ اس لئے اس نے ایک دوسرا خط معذرت کا لکھا، اس کے جواب میں ماجد ولین کا خط آیا کہ بیشک وہ ناراض تھی، کیونکہ اس نے اس کے متعلق سخت بدگمانی سے کام لیا تھا لیکن اب اس نے معاف کر دیا ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی خواہش کی کہ وہ تماشا گاہ میں آنا نہ چھوڑے۔ چنانچہ اس نے ماجد ولین کے دیکھنے کے لئے اتوار کو وہاں جانے کا قصد کیا۔

جس دن وہ جانے والا تھا اسی دن صبح کو اسے اپنے بھائی کا خط ملا جسے پڑھ کر وہ بہت ملول و رنجیدہ ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ اس وقت اُس کے پاس ان چند سکوں کے سوا کچھ نہیں اور آج اسے خود ان کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ اسے ماجد ولین سے ملنے کے لئے جانا ہے۔

وہ حیران تھا اور کچھ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ آخر کار محبت کا جذبہ غالب آیا اور وہ سفر کی طیاری کرنے لگا۔ اس نے ایک نیا جوڑا جوتہ کا خریدا کیونکہ اس کا جوتا کافی بوسیدہ ہو چکا تھا۔ اس مرتبہ وہ اس لباس کو بھی کرایہ پر نہ لے سکا جو پچھلی مرتبہ لیا تھا اور مجبوراً اپنے موجودہ لباس ہی کو درست کرنا پڑا۔ جا بجا اس نے پیوند لگائے،

اور بخیہ کے دھاگے جہاں جہاں سفید ہوگئے تھے انھیں روشنائی لگا لگا کر سیاہ کیا اور اس کے بعد ایک گاڑی پر سوار ہو کر پلاتس روانہ ہوگیا۔ وہاں پہونچکر ایک چھوٹی سی دوکان پر اس نے کھانا کھایا اور اوپیرا میں داخل ہوگیا

ماجد ولین اپنے درجہ میں موجود نہ تھی، لیکن اسے نہ پاکر وہ کچھ زیادہ پریشان نہیں ہوا اور سوچنے لگا: "ممکن ہے کسی وجہ سے جلدی نہ آسکی ہو لیکن اس کا آنا یقینی ہے وہ ضرور آئے گی"۔

اس کے بعد وہ تماشہ دیکھنے لگا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ ایک امیر شخص کسی عورت پر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بھی اس مرد سے محبت کرنے لگی۔ شدہ شدہ اس مرد پر مالی مشکلات کا ہجوم ہوا اور وہ نادار ہوگیا، اس کا نادار ہونا تھا کہ اس عورت نے بھی اپنی نگاہیں پھیر لیں اور مرد نے بہت منت وزاری کی لیکن عورت پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے صاف صاف کہدیا کہ چونکہ اب وہ فقیر ومحتاج ہو چکا ہے اس لئے وہ اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

اسٹیفن تماشہ کے یہ مناظر دیکھ کر بہت مکدر ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ "یہ لوگ درحقیقت کسبیوں اور بدکار عورتوں کے اخلاق وعادات پر دوال پر پیش کرتے ہیں، ماجد ولین ہی کو دیکھو کہ وہ میری محبت میں مبری پرستش کرنے کو طیار ہے: میں کچھ خوبصورت ہوں جو مجھ میں اپنی خواہشات نفسانی کی پرستش کرے اور نہ مالدار ہوں جو مجھ میں اپنی زیب وزینت کو تلاش کرے۔ اچھا ہوا کہ اس نے یہ تماشہ نہ دیکھا ورنہ اس کو سخت اذیت وتکلیف ہوتی

اس کے بعد بھی ایک گھنٹہ تک وہ اس کی آمد کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہیں آئی، وہ ڈر رہا تھا کہیں بیمار نہ ہوگئی ہو اس لئے جانے سے پہلے پہلے اس کا حال معلوم کرنے کے لئے وہ تماشا گاہ سے نکلا۔ سوزآن کے محل کی طرف روانہ ہوگیا لیکن وہ حیران تھا کہ اس تک پہونچنے کی کیا صورت اختیار کرے۔

جب وہ محل کے قریب پہونچ گیا تو اس نے دیکھا کہ محل بقعۂ نور بنا ہوا ہے اور بے شمار فانوس کمروں اور برآمدوں میں جل رہے ہیں، جن کی روشنی کھڑکیوں اور روشن دانوں میں سے نکل نکل کر باہر پڑ رہی تھی۔ محل میں ہر طرف گانا بجانا ہو رہا تھا اور مختلف قسم کے ساز چھڑے ہوئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ نوکر ادھر سے اُدھر شراب کے برتن ہاتھوں میں لئے، کھانوں کے طباق اُٹھائے آجا رہے ہیں۔

جب دروازے کے قریب پہونچا تو اس نے دیکھا کہ ——— سامنے بہت سی گاڑیاں قطار اندر قطار کھڑی ہوئی ہیں، اور ایک گاڑی کے بالائی حصے پر ایک کوچوان تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھا ہوا ہے، وہ اس سے پوچھنے لگا:-

"آج اس محل میں یہ چہل پہل کیسی ہے"۔ اس شخص نے پہلے تو اُسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے حرکت کئے بغیر کہنے لگا: "اس محل کے مالک کی لڑکی سوزآن کی شادی ہے"۔

یہ سن کر اسے اطمینان ہوا اور ماجد ولین کی صحت کی طرف سے جو فکر تھی وہ دور ہوگئی۔ اس کے بعد اسنے

لوٹ جانے کا ارادہ کیا، لیکن وہ چاہتا تھا کہ گھر جانے سے پہلے ماجد ولین سے کسی نہ کسی طرح دو باتیں کرلے چنانچہ وہ محل کے قریب ہی ایک سائبان کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اندر جانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے اتنے میں اس نے ایک گاڑی کو آتے ہوئے دیکھا جس میں کوئی بڑا آدمی سوار تھا، گاڑی کے رکتے ہی تمام نوکر اسکی طرف دوڑ پڑے، اور یہ بھی ان لوگوں میں مل جل گیا کیونکہ خود اس کی ہیئت بھی ان لوگوں سے کچھ مختلف نہ تھی۔

آنے والا شخص گاڑی سے اُترا اور لوگوں کی جھرمٹ میں آگے بڑھا یہاں تک کہ صحن سے گزر کر ایوان رقص تک پہونچ گیا، اور اس کے پیچھے پیچھے سب نوکر بھی اندر چلے گئے۔ لیکن اسٹیفن تنہا دروازے پر رہ گیا اور دروازے کے شیشوں میں سے اندر کی طرف جھانکنے لگا۔

اُس نے دیکھا کہ یہاں رقص کا ہنگامہ برپا ہے اور گوشہ گوشہ سے مسرت اُبل پڑی ہے، اس کی نگاہیں ماجد ولین کو ڈھونڈ رہی تھیں کہ دفعتاً اس نے ایک شخص کے ساتھ اسے ناچتے ہوئے دیکھا اور غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ اس کا دوست ایڈورڈ ہے۔ یہ دیکھ کر وہ کچھ زیادہ پریشان نہیں ہوا۔ لیکن جس بات نے اسے برہم و ملول کر دیا وہ یہ تھی کہ ماجد ولین باریک لباس پہنے ناچ رہی تھی جس سے اس کا سارا جسم جھلک رہا تھا، اس نے دیکھا کہ اس کا سینہ ایڈورڈ کے سینہ سے ملا ہوا ہے، اس کا سر اس کے کندھے پر رکھا ہوا ہے اور ایڈورڈ اس کا ہاتھ پکڑ کر ناچنے کی بجائے اسے بار بار اپنے سینہ سے لگا لیتا ہے۔ یہ دیکھ کر ایک شعلہ سا اس کے جسم سے نکلا اور کئی دفعہ اس کے جی میں آیا کہ دروازہ کھول کر اندر پہونچ جائے اور بزم عیش و طرب کو درہم و برہم کرتا ہوا ماجد ولین تک جا پہونچے، لیکن پھر اس شرم سے کہ لوگ اس کو موٹے اور دبیز کپڑوں میں دیکھ کر کیا کہیں گے وہ رُک گیا اور اپنے دل کو سمجھانے لگا کہ ناچ میں ہمیشہ اور ہر جگہ یہی ہوتا ہے۔ سب لوگ اسی قسم کے کپڑے پہنا کرتے ہیں، اور اسی قسم کی حرکتیں کیا کرتے ہیں، میں اسے کیوں ملامت کروں اور کیوں اس پر عتاب کروں، جو اس کا دل چاہے پہنے اور جس کے ساتھ اس کا دل چاہے ناچے، میرے لئے یہی کیا کم ہے کہ ان تمام لوگوں میں تنہا میں ہی وہ شخص ہوں جس کی وہ پرستش کرتی ہے۔

اب ماجد ولین رقص سے فارغ ہو چکی تھی اور دروازے کے قریب ہی ایک سوفے پر بیٹھنے کے لئے ایڈورڈ کے ساتھ آرہی تھی۔

اسی وقت اچانک دروازہ کھلا اور ایک خوش لباس نوجوان اتراتا ہوا اور ایک کوڑا اپنے ہاتھ میں ہلاتا ہوا اندر سے باہر آیا، اور اسے دروازے پر کھڑا ہوا دیکھ کر کوئی نوکر سمجھا اور ڈپٹ کر کہنے لگا: "جاؤ اور ہمارے سائیس کو ہمارے آنے کی خبر کرو۔"

پہلے تو وہ کچھ دیر رکا، لیکن پھر اس خیال سے کہ کہیں اس کا راز فاش نہ ہو جائے، بیرونی دروازے کی طرف تیزی سے چلدیا، وہ سائیس کا نام بھول چکا تھا اور کوئی دوسرا نام لیکر پکار رہا تھا، یہ دیکھ کر اس نوجوان کو سخت

طیش آیا اور آگے بڑھ کر اس زور سے اُس کے منہ پر ایک کوڑا رسید کیا کہ اس کا چہرہ زخمی ہوگیا۔ اسٹیفن نے اس ذلت کو خاموشی سے برداشت کیا اور چپکا نکلا ہوا باہر چلا گیا۔

وہ کچھ ہی دور گیا تھا کہ اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ ٹپک کر اس کے زخمی رخسار تک پہونچا اور وہ تکلیف سے بیتاب ہوگیا۔

بیمار

اسٹیفن جب جوتنج واپس آیا تو اسے ایک عزیز کا خط ملا۔ اور یہ وہی عزیز تھا جس نے کو بلانس سے چلتے وقت اسٹیفن کی جیب میں کچھ سکے ڈالدئے تھے۔ اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ وہ سخت بیمار ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ اپنے آخری لمحات زندگی میں ایک بار اور اسے دیکھ لے۔

اسٹیفن اس خط کو پڑھ کر بہت رنجیدہ ہوا، اس نے مدرسے سے چند روز کی رخصت طلب کی لیکن تین روز سے زیادہ کی اجازت نہ مل سکی اور وہ اسی قدر چھٹی لیکر روانہ ہوگیا۔

یہ شخص ایک مکان میں جو کو بلانس کے قریب واقع تھا تنہا رہا کرتا تھا اور یہاں وہ اور اس کے ملازم کے علاوہ کوئی تیسری صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس کی بیوی حال ہی میں مر چکی تھی اور اس کے قریبی رشتہ داروں میں سوائے اُسکے ایک چچازاد بھائی کے جو دولت مند تو تھا لیکن نہایت سخت دل، کوئی اور نہ تھا۔

رات کے وقت اسٹیفن وہاں پہونچا اور دیکھا کہ وہ درد و کرب سے کراہ رہا ہے، وہ اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ اس کو بات کرنا بھی دشوار تھا، اور جب کچھ کہنا چاہتا تھا تو آواز کبھی اسکے سینہ ہی میں رُک جاتی تھی اور کبھی ہونٹوں تک آکر رہ جاتی تھی۔

اسٹیفن اس کے پاس جاکر بیٹھ گیا اور اس کو تسلی دینے لگا۔ اس کے مریض دوست نے کہا:۔ "مجھے بیماری کے بستر پر پڑے ہوئے کئی مہینے ہو چکے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے علٰحدہ نہیں ہوا ہوں اور میں اب اپنی زندگی سے تنگ آگیا ہوں، اس لئے اے اسٹیفن وعدہ کرو کہ مجھے اس وقت تک چھوڑ کر کہیں نہ جاؤ گے جب تک قدرت میرے متعلق کوئی آخری فیصلہ نہ کرے"۔

چنانچہ اسٹیفن نے اپنی رخصت کے تینوں دن اس کے سرہانے بیٹھ کر گزار دئے اور تیسرے روز جب اپنے واپسی کا ارادہ کیا تو بیمار رونے لگا۔ اب اس کی حالت بہت خراب تھی اس کا بدن بھاری پڑ چکا تھا۔ پتلیاں پھیل چکی تھیں اور دُنیا سے جدا ہونے میں چند دن باقی تھے۔

اس نازک حالت میں چھوڑ کر چلا جانا اسٹیفن کو بھی مناسب نہ معلوم ہوا اور اس نے اپنے مدرسہ کو لکھا کہ

اسے چند روز کی رخصت اور عطا کی جائے —— کئی روز کے شدید انتظار کے بعد آخر ایک روز جواب آیا کہ: "ہم نے دوسرے آدمی کا انتظام کر لیا ہے، اب آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں، مدرسہ کے ذمہ آپ کی جو تنخواہ نکلتی تھی وہ بھیجی جارہی ہے۔"

موت

دُنیا کی آنکھوں میں نیند آچکی تھی اور خوابگاہوں پر خاموشی پوری طرح مسلط ہو چکی تھی، زمین پر چلنے والے رُک گئے تھے، اور آسمان میں اُڑنے والے ٹھہر گئے تھے، لیکن اسٹیفن اپنے قریب المَوت بیمار کے سرہانے بیٹھا ہوا ابھی جاگ رہا تھا۔ اور رات کی خاموشی میں زندگی اور موت کی کشاکش کا بیمار کے چہرہ پر مطالعہ کر رہا تھا، اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا وہ کسی بے آب و گیاہ ڈراونے جنگل میں کھڑا ہوا ہے، جہاں سے بھوتوں کی چیخنے کی آوازیں چلی آرہی ہیں اور اس کا دل خوف و وحشت سے دھڑک کر باہر آجانا چاہتا ہے۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ مرنے والے کے سینہ میں جسم و روح کے درمیان جنگ جاری ہے، روح جسم سے نکل جانا چاہتی ہے، اور جسم اس سے چمٹ رہا ہے، یہاں تک کہ جسم اس مقابلہ میں تھک گیا، اور آنکھوں میں جنبش اور نبضوں کی تڑپ بھی ختم ہوگئی۔

اسٹیفن اس کے سینہ پر جھک گیا اور کان لگا کر سننے لگا، مگر کوئی آواز اس کے کانوں میں نہیں آئی، وہ سمجھ گیا کہ قصہ ختم ہوگیا، زندگی کے عناصر منتشر ہو کر اپنے مرکز کی طرف لوٹ گئے اور جو اُڑنے والے تھے وہ اُڑ گئے، جو تہ نشین ہونے والے تھے وہ تہ نشین ہو گئے۔

اسٹیفن کبھی اس پر روتا اور کبھی خود اپنے اوپر۔ اس کی گزشتہ زندگی کی پوری کتاب اس کے سامنے تھی، وہ اسے صفحہ بہ صفحہ پڑھ رہا تھا، اور اس کی ہر ہر سطر بلکہ ہر ہر لفظ پر غور کر رہا تھا، اسے ہر جگہ بدقسمتی، بدبختی، احتیاج غم، تنگدستی، ناکامی کے الفاظ لکھے ہوئے نظر آتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی کتاب زندگی کے آخری صفحہ پر پہونچا تو اسے مدرسے سے اپنی معزولی کی خبر ملی۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، اور اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی جس سے کمرہ کے در و دیوار گونج اُٹھے۔

وہ بہت دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا اور خدا جانے کیا کیا سوچتا رہا، جب کوئی ایک گھنٹہ کے بعد اس نے اپنا سر اُٹھایا، تو اس کی دونوں آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں، اس کے چہرے کا رنگ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر ایک نئی کھال چڑھا دی گئی ہو وہ اپنے چاروں طرف کمرے میں اس طرح نگاہیں دوڑانے لگا جس طرح کوئی سانپ اپنے سوراخ میں چکر لگا رہا ہو، یہاں تک کہ اس کی نگاہ اس صندوق تک پہونچی جس میں مرنے والے کی پونجی

جمع تھی وہ بہت دیر تک اس صندوق کو گھورتا رہا اور اسی پر اس کی نگاہیں جمی رہیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا اس وقت اسکی دونوں آنکھیں اس صندوق کی کیلوں میں سے دو چمکدار کیلیں ہیں۔

پھر وہ یک بیک کھڑا ہو گیا۔ وہ اسوقت کچھ دیوانہ سا معلوم ہو رہا تھا۔ اور چیخ چیخ کر کہنے لگا:- "مجھے اپنی زندگی میں ضرور کامیاب ہونا ہے، زمانہ ہرگز مجھ پر غالب نہیں آسکتا۔ وہ صرف انہی لوگوں کو مغلوب کر سکتا ہے جو کمزور ہیں، اور انہی لوگوں پر غالب آسکتا ہے جو کند ذہن اور بیوقوف ہیں اور میں ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوں اسلئے یقیناً یہ بڑی بزدلی اور پست ہمتی ہوگی اگر میں اپنی زندگی کو زمانے کے حوالے کر دوں، کون زمانہ؟ کیسا زمانہ؟ میں آپ اپنا زمانہ ہوں، میں آپ اپنی زندگی کا مالک ہوں، اگر کارزار زندگی میں لوگوں کے قدم اُکھڑ گئے تو یہ وہی لوگ تھے جو صرف ایک نقطہ پر جمے رہے اور آگے نہ بڑھے، اگر یہ لوگ زندگی کے تھپیڑوں کے ساتھ ساتھ اپنا رخ بھی بدلتے رہتے تو ضرور کامیاب ہوتے۔

وہ کون لوگ ہیں جو عالیشان کوٹھیوں اور محلوں کے مالک ہیں، بڑی بڑی زمینوں اور شاداب باغوں کے ٹھیکہ دار ہیں، سونا جن کے خزانوں سے اس طرح ابل رہا ہے، جس طرح شعلے تنور سے کیا یہ لوگ جرائم پیشہ اور ڈاکو نہیں ہیں؟

پھر وہ کون لوگ ہیں جو رات بھر بھوک سے تڑپتے رہتے ہیں، دن بھر رزق کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں، لیکن روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک گھونٹ انھیں اس وقت تک میسر نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کے عوض چاو بھر خون جگر پیش نہ کریں، کیا یہ لوگ شریف اور باعزت نہیں ہیں؟

ملکیت اور وراثت کا قانون مہمل چیز ہے، کیونکہ جو لوگ مالک ہیں وہ چور ہیں، اور جو لوگ ان کے وارث ہیں وہ چوروں کے بچے ہیں، لیکن میں اس وقت تک اپنے آپ کو چور نہیں کہہ سکتا جب تک میں کسی شخص کا لقمۂ حیات نہ چھین لوں اور نہ میں اس وقت تک اپنے آپ کو ظالم کہہ سکتا ہوں جب تک میں کسی سچّے اور راست باز انسان پر ظلم نہ کروں۔

وہ انہیں خیالات و تصورات میں بڑبڑاتا رہا، اور کمرے میں اِدھر سے اُدھر لانبے لانبے قدم رکھتا ہوا ٹہلتا رہا۔ پھر یکایک وہ ٹھہر گیا اور اپنے سامنے پڑی ہوئی لاش کو دیکھ کر کہنے لگا:

"اے شخص آخر کار تو مر ہی گیا۔ اب یہ مال جو تو نے چھوڑا ہے، تیرے کس کام کا، تیری بلا سے اب اس کا مالک تیرا کوئی دوست ہو یا دشمن، اے شخص کیا یہ تیرے لئے مناسب تھا کہ تو اس دولت کی وصیت میرے حق میں کر جاتا کیونکہ میں تیرا دوست تھا، وہ دوست جس نے تیرے آخری وقت میں تیری غمخواری کی، اور ایسے وقت میں تیرا ساتھ دیا جب کوئی دوست اور کوئی رفیق تیرا ساتھ نہ دے سکا میں تیرے چچا کے لڑکے سے کہیں زیادہ تیری دولت کا محتاج ہوں۔ وہ تو

پہلے ہی سے آسودہ حال ہے اور اسے کچھ پروا نہیں تیری دولت اُسے ملے یا نہ ملے، اسلئے جس کام کو تو اپنی زندگی میں نہ کرسکا میں اُسے تیرے مرنے کے بعد تیری طرف سے انجام دوں گا۔"

اس کے بعد وہ نعش کی طرف سے منھ موڑ کر روپے کے صندوق کی طرف بڑھا اور اس کی کنڈی پر اپنا ہاتھ رکھدیا۔ ہاتھ کا رکھنا تھا کہ اس کا تمام جسم کانپنے لگا، اور اسے ایسا معلوم ہونے لگا گویا تمام کمرے میں ہر طرف آنکھیں ہی آنکھیں ہیں جو اُسے گھور رہی ہیں اور مردے کی روح اس کے جسم کے ایک ایک مسام سے غضب آلود نگاہیں اس پر ڈال رہی ہے۔

وہ تھوڑی دیر کے لئے وہیں کا وہیں ٹھٹک گیا۔ لیکن پھر ہمت کی اور کنڈی کو ہٹا دیا۔ کنڈی کے ہٹتے ہی دروازہ کھلا اور ایک زور کی آواز اس کے کھلنے سے پیدا ہوئی۔ وہ کانپنے لگا اور سمجھا کہ یہ کسی سپاہی کی آواز ہے جس نے اسے صندوق کھولتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔

وہ صندوق کے پاس سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور اپنے اردگرد دیکھنے لگا، لیکن وہاں کوئی نہ تھا اس نے پھر جرأت جمع کرکے صندوق سے نوٹ نکالے اور چراغ کی دھیمی روشنی میں انھیں اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا لیکن اب اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ خون جو کچھ دیر پہلے اس کی رگوں میں جوش مار رہا تھا، اب اس کی روانی ختم ہونے لگی ہے۔ اور ٹھنڈے پسینے کے قطرے پیشانی سے پے درپے اس کے چہرے پر ٹپکنے لگے اور اسے ایک ایسا گھر اسکو محسوس ہوا جیسے مرگی کے دورہ کے ختم ہونے کے بعد محسوس ہوا کرتا ہے۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا صندوق اس کے سامنے ہل رہا ہے، اور خود بخود پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے ایک چمکدار آئینہ کی شکل اختیار کرلی ہے اور اس آئینہ میں اسے اپنی شکل نظر آرہی ہے۔ وہ اپنی اس شکل کو دیکھ کر ڈر گیا اور اپنے تئیں نہ پہچان سکا۔ اس نے اپنے چہرے کی ہر شکن میں وہ مکروہ کیفیت دیکھی جو عام طور پر مجرموں اور گنہگاروں کے چہروں میں دکھائی دیتی ہے۔ اور اپنی دونوں آنکھوں میں وہ بے رنگی پائی جو عموماً ان لوگوں کی آنکھوں میں نظر آتی ہے جن کے سروں پر جلاد تلوار لئے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔

وہ لرزنے لگا، کانپنے لگا اور نوٹ یکے بعد دیگرے اس کے ہاتھ سے گرنے لگے۔ اسی وقت یکایک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اپنا بھاری ہاتھ اسکے کندھے پر رکھدیا ہے۔ پہلے تو اس نے اس طرف کچھ زیادہ توجہ نہ کی، اور اسے بھی اپنے ہی متوحش خیالات کا نتیجہ سمجھا لیکن جب ہاتھ کی ٹھنڈک بھی اسے اپنے کندھے میں محسوس ہونے لگی تو وہ اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو اس طرح سکیڑ لیا جس طرح کوئی شخص اپنے سر پر کسی خطرناک چیز کو گرتے ہوئے دیکھ کر سکڑ جاتا ہے۔

اس نے ڈرتے ڈرتے کنکھیوں سے پیچھے کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی مردہ اسکے پیچھے کھڑا ہوا ہے

اور سر سے پاؤں تک برہنہ اپنی پتھریلی بے نور آنکھوں سے اسے دیکھ رہا ہے، اس نے ڈر کر ایک چیخ ماری اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اسے اپنے پاس سے ڈھکیل دیا۔ چنانچہ وہ اپنے بستر سے دور زمین پر جاکر گر پڑا۔ اسکا سر کمرے کے پختہ فرش سے ٹکرایا اور پھر سناٹا چھا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ کچھ پاگل سا ہوگیا، اس نے چراغ اپنے ہاتھ سے پٹخ دیا، اور دوڑا کہ جلدی سے دروازے کھولکر باہر نکل جائے، لیکن اندھیرے میں راستہ نہ پا سکا۔

وہ ہر طرف کمرے میں دوڑنے لگا، اس کا خیال تھا کہ نعش اس کے پیچھے دوڑ رہی ہے اور وہ جہاں جاتا ہے اسکے تعاقب میں پہونچ جاتی ہے۔ آخر وہ اس دوڑ دھوپ سے تھک گیا، اور بیہوش ہوکر گر پڑا۔

جو کچھ اس نے دیکھا، وہ کوئی وہم و خیال نہ تھا، بلکہ حقیقت تھی۔ ہوا یہ کہ اس کے دوست کے جسم میں کچھ کچھ جان باقی تھی، جب اس نے آخری مرتبہ اپنی آنکھیں کھولیں تو اس نے صندوق کو کھلا ہوا دیکھا اور ایک ایسے شخص کو جسے اب وہ پہچانتا بھی نہیں تھا اپنے کاغذات اُلٹتے پلٹتے ہوئے پایا۔ انسان کی فطری حرص جو پیدائش سے لیکر موت تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی اپنی پوری قوت کے ساتھ بھڑک اُٹھی، وہ بستر مرگ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور جھپٹ کر چور کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھدیا۔ پھر جو ہونا تھا وہ ہوا، وہ کمرے کے فرش پر گرا اور گرتے ہی ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگیا۔

سٹیفن، رات بھر بیہوش پڑا رہا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور سورج کی کرنیں روشن دان میں سے گزر کر کمرے میں پھیلنے لگیں۔ اس وقت اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے گردوپیش دیکھنے لگا، زمین پر پڑا ہوا چراغ، کھلا ہوا صندوق بکھرے ہوئے کاغذات اور زمین پر پڑی ہوئی لاش ——! یہ دیکھ کر یکے بعد دیگرے رات کے تمام واقعات اسکی آنکھوں میں پھر گئے۔ وہ بمشکل اُٹھا اور پھیلی ہوئی چیزوں کو اپنی اپنی جگہ رکھدیا، اور لاش کو اس کے بستر پر لٹا کر ایک چادر اُڑھادی۔ دن چھپنے سے پہلے پہلے لاش کو دفن کر دیا گیا اور اسٹیفن، جو تنج کی طرف روانہ ہوگیا۔ لیکن جس وقت وہ گھر پہونچا تو تھک کر چور ہوچکا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے بستر پر پڑ گیا اور بہت دنوں تک اُٹھنے کے قابل نہ ہو سکا۔

ایڈورڈ

ایڈورڈ، ماجد ولین کے ساتھ اسی رات سے دلچسپی لینے لگا تھا جس رات اسٹیفن نے ان دونوں کو ستونوں کے پیچھے سے ایک دوسرے کے ساتھ ناچتے ہوئے دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ وقتاً فوقتاً سوزان کے گھر جانے لگا اور ماجد ولین بھی بہت جلد اس سے مانوس ہوگئی۔ وہ جب کبھی اس کے پاس بیٹھتا تو جلسوں کے قصے سنایا کرتا، وہ نام بنام ہر اچھے گانے والی اور ناچنے والے کا ذکر کرتا، فنی حیثیت سے ان کی اداکاری پر محاکمہ کرتا اور عشق و محبت کی تمام وہ داستانیں سناتا جو محفل رقص و سرود کا معمول ہیں۔

ماجد ولین، چونکہ اس دنیا میں نئی نئی داخل ہوئی تھی، اس لئے اس ذکر سے زیادہ دلچسپ لینے لگی۔ ایڈورڈ کی عادت تھی کہ اگر اثنائے گفتگو میں کبھی اسٹیفن کا ذکر آجاتا تو اس کی بیحد تعریف کرتا اور زمانۂ گزشتہ میں ان دونوں پر فراخی، تنگدستی وسعت و احتیاج کے جو دو مختلف دور گزرے تھے اُن کا تذکرہ کرتا اور اس کے بعد بڑے پُر درد اور غمگین لہجہ میں اُسکی موجودہ زندگی کا حال بیان کرتا جسے وہ آجکل جوتنخ میں گزار رہا تھا۔

ایڈورڈ اسی طرح رفتہ رفتہ اسے اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہوگیا یہاں تک کہ ماجد ولین اس کے بغیر بےچین سی رہنے لگی اور جب وہ اس کے پاس سے ہٹتا تو اسے ڈھونڈنے لگتی اور یہ سمجھتی کہ درحقیقت وہ محض اسٹیفن کی خاطر اس سے محبت کر رہی ہے، حالانکہ اگر فریب نفس کے پردے اس کی نگاہوں سے اُٹھ گئے ہوتے تو اسے معلوم ہوجاتا کہ وہ دراصل اس کی خاطر اسٹیفن کو فراموش کرنے لگی ہے۔

سوزان اپنی سہیلی ماجد ولین اور اپنے رشتہ دار ایڈورڈ کے تعلقات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ وہ ایڈورڈ کی بعض نالائقیوں سے خوب واقف تھی۔ لیکن اس کے خیال میں یہ عیوب اسی کی ذات سے مخصوص تھے، اور کسی دوسرے کی طرف تجاوز نہیں کر سکتے تھے۔ اس نے ایڈورڈ کو سمجھایا کہ وہ شیخ موکر سے اپنے تعلقات پیدا کرے، اور چونکہ موکر علم نباتات کا بڑا شایق تھا اور جو شخص اس علم سے واقفیت رکھتا تھا وہ اس کی بڑی عزت کرتا تھا، اس لئے وہ ایڈورڈ سے بہت جلد مانوس ہوگیا کیونکہ اس نے بھی مدرسہ میں علم نباتات کے کچھ سبق پڑھے تھے، اور جو باتیں اسے معلوم نہ ہوتی تھی وہ اپنے باغ کے مالی سے پوچھ لیتا تھا۔ اس لئے اپنے باغ میں مختلف قسم کے عمدہ عمدہ پودے پھولوں کے نصب کرائے اور انکی خصوصیات کا غور سے مطالعہ کیا۔ اس کے بعد اس نے موکر سے دوستی کی ابتدا کی، اسے اپنے گھر بلایا اور اپنے پائیں باغ کی سیر کرائی۔ اور اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں، موکر اُسے پسند کرنے لگا۔

عورت کا ضمیر

ماجد ولین کو نہ اسٹیفن سے نفرت ہوئی اور نہ ایڈورڈ سے محبت، لیکن وہ ایک نئے رنگ میں ضرور رنگ گئی، چونکہ اب وہ محفلوں اور جلسوں سے دلچسپی لینے لگی تھی، رقص گاہوں اور تفریح گاہوں سے مانوس ہوگئی تھی، دوسری لڑکیوں کی دیکھا دیکھی گاتے اور ناچنے لگی تھی اس لئے زندگی کا مفہوم اس کے نزدیک بھی وہی ہوگیا جو دوسروں کا تھا اور وہ اسٹیفن کو بھولنے لگی کیونکہ وہ بھی گزری ہوئی زندگی کی تصویروں میں سے ایک تصویر تھا اور ایڈورڈ سے مانوس ہوگئی، کیونکہ وہ اُسکی نئی زندگی سے تعلق رکھتا تھا۔

بایں ہمہ جب وہ خالی الذہن ہوکر غور کرتی، اور زندگی کے ہاؤ ہو سے الگ ہوکر جب اسے خلوت میسر ہوتی اور اپنے دل کی گہرائیوں پر ایک نگاہ ڈالنے کی فرصت ملتی تو اسٹیفن کی تصویر، اپنی ناتوانی و زرد روئی، محزونی و تنگدستی،

بدبختی و بدنصیبی کے ساتھ پھر اُس کے سامنے آجاتی۔ آنسوؤں سے بھری ہوئی اس کی آنکھوں کا منظر، عشق و محبت کی آگ میں اس کے جلتے ہوئے دل کا خیال اسے تڑپا دیتا، وہ اس کے لئے بیقرار ہوجاتی اور اشک آلود ہوجاتی، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد جب یہ بادل چھٹ جاتے اور ایوانِ رقص میں چمکتے ہوئے چہروں، متبسم نگاہوں، زرتار کپڑوں، خوش آب موتیوں، گردن میں پڑے ہوئے ہاروں اور ہنگامہ مسرت و نشاط کا خیال آجاتا تو پہلی تصویر پھر دھندلی ہوجاتی

شادی کے دو ماہ بعد ایک روز صبح کو سوزان، ماجد ولین کے کمرے میں آئی اور کہنے لگی: "ماجد ولین کچھ تمھیں خبر ہے کہ کل رات ہم نے اور تمھارے والد نے ملکر کیا طے کیا ہے؟" اس نے کہا "نہیں مجھے نہیں معلوم" کہنے لگی: "یہ طے کیا ہے کہ ہم سب لوگ یہاں سے "شان مارک" چلیں اور وہاں دو تین ہفتے سب میرے شوہر کے مہمان رہیں پھر وہاں سے "ولفاخ" چلیں جو قریب ہی چند میل کے فاصلے پر ہے اور ایک ہفتہ تمھارے یہاں ٹھیریں، اور کھیتوں اور باغوں کی اچھی طرح سیر و تفریح کریں اور پھر اس کے بعد ہم ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں۔

یہ سنکر پہلے تو ماجد ولین کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا، لیکن پھر کسی خیال سے اس کے چہرے کی شگفتگی ختم ہوگئی اور وہ افسردہ نظر آنے لگی۔ کیونکہ یہ سیر و تفریح حقیقتاً عزیز دوستوں سے جدائی کا پیش خیمہ تھی اور سمجھتی تھی کہ چند ہی دن بعد پھر وہ اپنے گاؤں میں وحشت و تنہائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگی اور رکو بلانس کی محفلوں اور وہاں کی چہل پہل سے دور ہوجائے گی۔

سوزان اس کے دل کی اس کیفیت کو سمجھ گئی لیکن انجان بنی رہی اور سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی "اور ہاں، اس سیاحت میں ایڈورڈ بھی ہمارے ساتھ ہوگا اور اس کی وجہ سے ہماری دلچسپیاں بہت بڑھ جائینگی کیوں ماجد ولین تم بھی میری اس رائے سے ضرور متفق ہوگی؟"

ماجد ولین، اس اشارے کو پہچان گئی اور بولی: "تمھیں اختیار ہے اپنے عزیزوں اور دوستوں میں سے جسے چاہو اپنے ساتھ لیجاؤ مجھے اس سے کیا بحث کہ کون شخص جائے گا اور کون نہیں جائے گا"

سوزان یہ سنکر مسکرائی اور بولی، "نہیں اس سفر میں ایڈورڈ تمھارے منگیتر کی حیثیت سے تمھارے ساتھ ہوگا"

ماجد ولین یہ سُن کر پریشان ہوگئی اور بولی "اے سوزان، میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں اس سے شادی نہیں کرسکتی" سوزان کہنے لگی: "آخر کیوں کیا بات ہے؟ کیا کوئی لڑکی اس سے زیادہ عقلمند، اس سے زیادہ ہوشیار، اس سے زیادہ مہذب اور اس سے زیادہ شریف شوہر کی تمنا کرسکتی ہے؟ پھر یہ کہ وہ تم سے محبت بھی کرتا ہے اور اسکی زندگی کا یہی ایک مقصد ہے کہ وہ تمھیں مسرور و شادکام دیکھے!"

ماجد ولین کہنے لگی: "یہ سب کچھ سہی مگر استیفن کی سی محبت کہاں؟" سوزان بولی: "ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے کیونکہ وہ تم سے عقلمند لوگوں کی طرح محبت کرتا ہے۔ احمق اور نادانوں کی سی محبت نہیں کرسکتا۔

وہ شخص جس کے متعلق تم یہ سمجھ رہی ہو کہ وہ تمہاری محبت میں بیقرار ہے، وہ تم سے محبت قطعاً نہیں کرتا، بلکہ ایک ایسی خیالی عورت سے محبت کرتا ہے جو صرف اس کے ذہن و خیال کی پیداوار ہے وہ تمہاری پرستش نہیں کرتا، بلکہ تمہارے اندر اس خدا کی پرستش کرتا ہے جو اس کے خیال میں تمہارے جسم میں حلول کئے ہوئے ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے باپ دادا پتھر کے ٹکڑوں اور پیڑوں میں خداؤں کا جلوہ دیکھتے تھے۔

وہ تجھے آسمانی فرشتوں میں سے ایک فرشتہ سمجھتا ہے، جس کا چہرہ نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے، جس کے دو سفید و شفاف، سورج کی شعاعوں کی طرح چمکدار بازو ہیں اور جو خواہشات کے مفہوم سے ناآشنا اور لذتوں کی دنیا سے بیگانہ ہے۔ اے ماجد ولین، یاد رکھ کہ تیری تباہی کا سب سے پہلا وہ دن ہوگا جب شادی کے بعد گزشتہ محبت کا پردہ اس کی نگاہوں سے اُٹھنے لگے گا اور تو اپنی اصلی رنگ، روپ اور شکل و صورت میں اس کے سامنے موجود ہوگی۔ اُسوقت وہ تیرے اور تیری اس خیالی تصویر کے فرق کو محسوس کرے گا اور مجبور ہوگا کہ تجھے حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھے۔

اس لئے اے ماجد ولین اگر تو چاہتی ہے کہ اپنی قدر و منزلت کو اس کے دل میں اُسی طرح محفوظ و برقرار رکھے، تو تیرے لئے ضروری ہے کہ تو اس سے کبھی شادی نہ کرے، کیونکہ تجھے کھو کر جو صدمہ اسے پہونچیگا وہ اس صدمہ سے زیادہ سخت نہ ہوگا جو اپنی امیدوں اور تمناؤں کے خلاف ایک ایسی عورت کو دیکھ کر ہوگا جو اس عورت کے علاوہ تھی جس کا وہ منتظر تھا اور جس کے لئے اُس کی آغوش محبت وا تھی۔

زندگی اور اس کی فریب کاریوں سے جسقدر میں واقف ہوں، اے ماجد ولین، تم نہیں ہو سکتیں، زندگی کے تجربات ہمیں بتاتے ہیں کہ میاں بیوی کے تعلقات میں عشق کا تعلق بہت کمزور اور مصلحت کا تعلق بہت مضبوط و مستحکم ہے، محبت ایک پھول ہے، اور دولت اس پھول پر پڑی ہوئی اوس ہے، پھر اگر یہ اوس چند روز تک اس پھول پر نہ پڑے تو اس کی پتیاں کمہلا کر گر پڑیں اور ہوا میں اُڑ جائیں۔

نفس کی وہ ہیجانی کیفیت جسے لوگ عام طور پر عشق و محبت، سوز و گداز کے نام سے یاد کرتے ہیں، درحقیقت ایک بیماری ہے، یاد رکھو کہ زندگی کو خوبصورتی سے گزارنے کے لئے بہت سی چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر بدقسمتی سے یہ چیزیں میسر نہ ہوں تو محبت کے تمام جذبات یکسر سرد پڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی محبت عداوت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ آگ اسوقت تک نہیں بجھتی جب تک موت ان دونوں کے درمیان حایل نہ ہو جائے۔

اے ماجد ولین، تو غریب ہے اور اسٹیفن تجھ سے زیادہ غریب ہے، اس لئے تم دونوں کے لئے مناسب یہی ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے لئے ایسا رفیق زندگی تلاش کرے جس کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ دوسرے کو خوش نصیب بنا سکتا ہے اور اس کی زندگی کو مسرت و شادمانی سے معمور کر سکتا ہے اور اگر تمہاری یہی خواہش ہے کہ تم اس سے

بیوفائی نہ کرو تو انسان کی سب سے بڑی وفاداری یہی ہے کہ وہ اپنی ذاتی منفعت پر دوسرے کی مصلحت کو ترجیح دے اور اس کی سعادت اور کامرانی کے راستے میں اپنی خواہشات اور آرزوؤں کی قربان کر دے۔

اس لئے تو بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کر، اور اس کے فراق کی تلخی، ، اور رنج محرومی کو اس کی خاطر برداشت کر۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اپنی کوششوں میں ناکام و نامراد رہکر جرم کا ارتکاب نہ کر لے یا وہ زندگی کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات پانے کے لئے خودکشی نہ کر لے۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھ اس کا خون تیری گردن پر ہوگا۔"

ماجد ولین یہ سُنکر سر جھکائے ہوئے دیر تک روتی رہی اور پھر ذرا گردن اُٹھا کر کہنے لگی :۔ "اے سوزآن، اس وقت تم مجھے تنہا چھوڑ دو، میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔"

فوجی اخبار

"کل ہمارے لشکر کا دشمن کے لشکر سے مقابلہ ہوا، اور دس گھنٹہ تک برابر لڑائی ہوتی رہی، دشمن کی قوت ہم سے بہت زیادہ تھی اور قریب تھا کہ ہم مایوسی سے دوچار ہوں کہ یکایک ہمارا ایک کمانڈر جس کا نام "ادجین ولز" تھا، دشمن پر بلائے آسمانی کی طرح ٹوٹ پڑا اور اُسے دیکھ کر پورے لشکر میں غیرت و حمیت کی ایک لہر دوڑ گئی اور اس کی کمان میں پورے لشکر نے اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ نکلا۔

مگر اس جنگ کے اختتام پر اس بہادر فوجی افسر پر ایک ایسا حادثہ گزر گیا جس نے ہماری فتح کی تمام خوشی کو خاک میں ملا دیا۔ جس وقت وہ دشمن کا پیچھا کرتا ہوا جا رہا تھا یکایک اس کے گھوڑے کی زین کا تسمہ ٹوٹ گیا، جو شاید پہلے ہی سے پُرانا اور کمزور تھا، اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ فوج کے سپاہی اُسے اُٹھا کر لشکر گاہ میں لے گئے ابھی تک اس میں کچھ کچھ جان باقی تھی وہاں ایک گھنٹہ اس نے سخت تکلیف میں گزارا، اور اپنے کسی بھائی اسٹیفن کو یاد کرتا رہا، ہمارے لشکر کو اس کی موت کا سخت صدمہ ہوا۔"

نیا گھر

ایک روز اسٹیفن اپنے نئے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا، اور معمار اس کے بعض حصّوں کی اصلاح و درستی میں مصروف تھا، کہ اس نے اپنے دوست "فرتز" کو آواز دی اور جب وہ قریب آگیا تو اس سے کہنے لگا :۔

"اے فرتز، کیا وہ دونوں نئے کمرے جیسا کہ ہم چاہتے تھے مکمل ہوگئے ؟"

اس نے کہا "جی ہاں، وہ تو مکمل ہو چکے ہیں، بلکہ دیواروں پر پلاسٹر بھی ہو چکا ہے اور کھڑکیوں میں شیشے بھی لگ گئے ہیں۔"

یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا پھر مالی کی طرف متوجہ ہوکر بولا:۔ "کیوں مالی کیا تم نے پھولوں کے وہ درخت جو میں نے کل بھیجے تھے لگا دئے؟"

مالی نے جواب دیا: "جی ہاں، لگا دئے، آپ دیکھیں گے کہ دیوار پر پھیلی ہوئی وہ انگور کی بیلیں کیسی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں"۔ اسٹیفن نے کہا: "میں تم سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ چہار دیواری کے اندر اور باہر بنفشہ کی بیل چڑھانا نہ بھول جانا، یاد ہے نا؟"

مالی نے جواب دیا: "خوب یاد ہے جناب"۔

پھر اسٹیفن گھر کے اندر آیا، اور نیچے کی منزل پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالتا ہوا بالاخانہ پر چڑھ گیا، اور صحن میں کھڑے ہوکر جس کے چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے خود بخود کہنے لگا: "گھر تو بالکل ویسا ہی طیار ہوگیا جس کا خاکہ میں نے اور ماجد ولین نے آج سے دو سال پیشتر بیٹھ کر بنایا تھا، نیچے کی منزل میں کھانے کا کمرہ، باورچی خانہ، اسٹور روم اور نوکر کا کمرہ ہے، بالائی حصے میں مہمانوں کا کمرہ، سونے کا کمرہ، شیخ موکر کا کمرہ اور کتب خانہ ہے"۔

اس کے بعد اُس نے پانچویں کمرہ کا دروازہ کھولا، اس پر ایک نگاہ ڈالی اور کچھ سوچکر رونے لگا، اسکی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور ایک آہ بھر کر کہنے لگا: "اے اوجین میری تو یہی آرزو تھی کہ تو میری خوشحالی میں بھی اسی طرح شریک ہوتا جس طرح میری بدبختی میں شریک رہا تھا، لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ میرے اور تیرے درمیان تفریق کردے، اے میرے بھائی میں تجھے عمر بھر روؤنگا اور جب تک زندہ ہوں تیرے غم سے نجات نہیں پاسکوں گا۔ دن یونہی گزرتے چلے جائیں گے اور زمانہ یوں ہی کروٹیں بدلتا رہے گا، لیکن یہ کبھی نہ بھول سکوں گا کہ تو نے اپنی انتہائی ضرورت کے وقت چاندی کے چند سکے مجھ سے طلب کئے اور ان کے دینے میں مینے بخل سے کام لیا اور یہی تیری ہلاکت کا باعث ہوا، تونے اپنی زین کی درستی کے لئے مجھ سے روپیہ طلب کیا تھا اور اگر میں بھیجدیتا تو شاید تیری زین کا تسمہ نہ ٹوٹتا اور آج تو زندہ ہوتا"۔

یہ کہکر اس نے کمرے کے دروازہ کو مقفل کردیا اور کہنے لگا کہ "آج کے بعد سے یہ دروازہ نہیں کھلے گا"۔ پھر اس نے اپنے آنسوؤں کو پونچھا، اپنے دل کو تسلی دی اور باغ کو جھانک کر دیکھنے لگا، اسکی نگاہ پانی کے اُس حوض پر پڑی جو وسط صحن میں تھا اور دل ہی دل میں کہنے لگا: "یہ وہی حوض ہے جس میں عنقریب ہم رنگ برنگ کی مچھلیاں پالیں گے اور اس کے چاروں طرف وہی جنگلہ ہے جس کے لگانے کا ہمارا ارادہ تھا، تاکہ ہمارے بچے حوض میں گرنے سے محفوظ رہیں اور یہ بنفشہ کے وہی پھول ہیں جسے ماجد ولین سب پھولوں سے زیادہ پسند کرتی ہے، ماجد ولین کو کیا خبر کہ اسکے لئے کیا کیا سامان مسرت مہیا ہو چکے ہیں، ایک مدت سے میرے اس کے خط و کتابت نہ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے وہ آجکل کے انتہائی یاس کی حالت میں زندگی گزار رہی ہو۔ لیکن میں بہت جلد اسے یہ خوش خبری سناؤں گا کہ بدبختی اور بدنصیبی کا

زمانہ ختم ہوا اور ہم اپنے تلخ ماضی کو اب اس طرح یاد کریں گے جس طرح ہم اپنے بچپن کے رونے کو یاد کیا کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ نیچے اُتر آیا اور اپنے دوست فرتز کے ساتھ باغ میں ٹہلنے لگا، درختوں کی ترتیب اور روشوں کی درستی میں جو لوگ مصروف تھے ان کو ہدایتیں دیتا رہا اور باغ کے پودوں اور پھولوں کے درمیان ایسا خوش خوش گھومتا رہا، گویا اس نے اپنی عمر میں بدبختی کا ذائقہ کبھی چکھا ہی نہ تھا۔

مارآیتین

آج سے پہلے اسٹیفن کبھی اس قابل نہیں ہوا تھا کہ کسی کو کوئی حکم دے سکے یا کسی کام سے کسی کو روک سکے اسکے پاس نہ رہنے کو گھر تھا، نہ ٹہلنے کو باغ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا، جب اس تاریک اور ڈراؤنی رات کے بعد جو اس نے اپنے رشتہ دار کے گھر گزاری تھی، وہ جوتیج واپس ہوا تو بالکل خالی ہاتھ تھا، یہاں تک کہ اس کی تمنائیں تک اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھیں، چنانچہ چند روز تک وہ بستر علالت پر پڑا رہا، اور ناقابل برداشت تکلیفیں اُٹھاتا رہا۔ لیکن جب طبیعت ذرا سنبھلی تو اس کا دل مختلف خیالات و افکار کا جولانگاہ بنا ہوا تھا، کبھی وہ خودکشی کا ارادہ کرتا لیکن پھر اس خیال سے کہ وہ ماجدولین سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گا اور پھر کبھی اسے نہیں دیکھ سکے گا وہ رک جاتا، کبھی سوچتا کہ اپنے اعزہ واقربا میں واپس چلا جائے اور ان کی مرضی اور خواہش کے آگے اپنا سر جھکا دے لیکن جب پھر اسے ماجدولین کا خیال آجاتا، تو بھاگ کر کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہتا ۔۔۔ لیکن پھر اس ڈر سے کہ کہیں اس کی جدائی کا غم ماجدولین کو نصیب دشمناں ہلاک کر دے وہ رک جاتا۔

وہ دیر تک انھیں خیالات و افکار میں سرگرداں رہا، کبھی کچھ سوچتا کبھی کچھ، آخر اس نے اپنے دل میں ماجدولین کے نام ایک خط لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ایک مدت سے اسے کوئی خط لکھا بھی نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اُسے تمام واقعات وحالات سے مطلع کر دے کہ اب وہ اسے اسکے حلف وفاداری سے آزاد کرنا چاہتا ہے، اور اس پر سے عہد و میثاق کی تمام پابندیاں اُٹھا لینے کا خواہشمند ہے۔

وہ یہ خط لکھ ہی رہا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں گاؤں کے رجسٹرار کا ایک خط تھا اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ :۔ "تمھارا فلاں رشتہ دار جو فوت ہو چکا ہے، اپنے وصیت نامہ میں تمھارے نام بیس ہزار فرانک کی رقم لکھ گیا ہے جو تمھیں اسی وقت مل سکتی ہے، اس کے علاوہ دس ہزار فرانک تمھیں ہر سال کے اختتام پر ملا کریں گے"

اسٹیفن یہ پڑھ کر خوشی سے مبہوت ہو گیا اور جب حواس ٹھکانے ہوئے تو اس نے وہ خط جو ماجدولین کے نام لکھنا شروع کیا تھا پھاڑ ڈالا۔ اس کے بعد وہ اپنے دوست "فرتز" کو ساتھ لیکر کسی ایسے چھوٹے سے گھر کی تلاش میں نکلا جو دریائے جوتیج کے کنارے ہو۔ اور اُسی شکل و صورت کا ہو جس کی تمنا اُس نے اور ماجدولین نے اس رات

کی تھی جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوکر اپنے مستقبل اور آرزوؤں کے ہوائی قلعے تعمیر کر رہے تھے۔

خوش قسمتی سے اُسے ایک ایسا گھر مل گیا، جو بالکل اس کی خواہش کے مطابق تھا، چنانچہ اس نے اسے خرید لیا اور اپنی خواہش کے مطابق اس کو درست کرالیا۔ اس کے بعد اس نے اسے فرنیچر سے آراستہ کیا اور باغ میں مختلف قسم کے درخت لگوائے۔

وہ انھیں انتظامات میں مصروف تھا کہ اس نے ایک دن ایک فوجی اخبار میں اپنے بھائی کے مرنے کی خبر پڑھی، جسے پڑھکر وہ بہت رویا لیکن نئی خوشیوں میں وہ اس غم کو جلد بھول گیا اور ولفاخ جانے کی طیاریوں میں مصروف ہوگیا تاکہ جلد سے جلد وہ یہ خوشخبری ماجد ولین کو سُنائے اور اس کے والد کو پیام نکاح دیکر اسے اپنے ہمراہ لیتا ہوا جو تنج واپس ہو اور اس نئے گھر کو دکھلائے جو اس نے اسکے لئے بنوایا ہے۔

چنانچہ ایک روز صبح کو وہ اپنی گاڑی پر سوار ہوکر ولفاخ کے لئے روانہ ہوگیا اس حال میں کہ خوشی سے اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ جب وہ گاؤں کے قریب پہونچا تو اس نے گاڑی کو وہیں چھوڑ دیا اور سائیس سے کہدیا کہ اس کی واپسی کا انتظار کرے اور پیدل چلدیا۔ وہ آہستہ آہستہ جا رہا تھا اور ان مقامات کو دیکھتا جاتا تھا جہاں اس نے اپنی محبت کے ابتدائی دن گزارے تھے، اور جن کی فضا سے اُلفت کی پہلی کرن اسکے قلب پر چمکی تھی۔

اس نے ان مرغزاروں کو دیکھا جہاں وہ چاندنی راتوں میں تنہا پھرا کرتا تھا اور دل ہی دل میں تمناؤں کی نقاشی کیا کرتا تھا، وہ اُس دریا سے بھی گزرا جس سے دو سال پہلے اس نے ایک ڈوبتے ہوئے شخص کو نکالا تھا پھر وہ اس چھوٹے سے سمندر کے کنارے پر کھڑا ہوگیا جہاں وہ اور ماجد ولین شام کے وقت اکثر تفریح کے لئے جایا کرتے تھے اور گھنٹوں باتیں کرتے رہتے تھے۔

اب وہ شیخ موتر کے گھر کے قریب پہونچ چکا تھا۔ اور زیزفون کے درختوں کی بلندیاں جن کے سائے میں وہ اور ماجد ولین اکثر بیٹھا کرتے تھے اُسی طرح دکھائی دے رہی تھیں جس طرح گزشتہ زمانے میں نظر آیا کرتی تھیں اور اُن کے پتوں کی جھرمٹ میں اُسے اپنا وہ بالائی کمرہ بھی نظر آرہا تھا جس میں وہ رہا کرتا تھا۔

الغرض پچھلے دنوں کی یاد جو اس نے یہاں گزارے تھے ایک ایک کرکے اس کے ذہن میں تازہ ہوگئی۔ وہی صبح وہی شام، وہی دن وہی راتیں سب اس کی آنکھوں میں پھرنے لگیں۔ رنج و غم، امید و نومیدی، بیماری و تندرستی، تنگدستی و فراخی، غرض ہر وہ چیز جو اس پر گزری تھی اس کے سامنے آگئی، یہاں تک کہ اسے خیال ہونے لگا کہ شاید وہ اب بھی اسی گھر میں مقیم ہے اور ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ اپنے کسی کام سے باہر چلا گیا تھا اور اب واپس ہو رہا ہے۔

وہ اسی قسم کے خیالات و تصورات میں اُلجھا رہا یہاں تک کہ باغ کے دروازے کے قریب پہونچ گیا اور کھڑے ہوکر

سوچنے لگا: "یہ وہی دروازہ ہے جہاں سے کل میں دھتکارا گیا تھا، آج میں دروازے میں اس امن و اطمینان سے داخل ہو رہا ہوں، گویا وہ میرا ہی گھر ہے، اب نہ مجھے کسی رقیب کا ڈر ہے اور نہ کسی کے دیکھ لینے کا خیال، نہ مجھے زمانہ کی آفتوں کی پروا ہے، اور نہ اس کی مصیبتوں سے بچنے کی فکر"۔

اس کے بعد وہ باغ میں داخل ہو گیا، اور اس کے پودوں، راستوں اور روشوں کو دیکھ کر کہنے لگا: "دیکھو یہ غربی دیوار کا شگاف ابھی تک اسی حالت میں ہے، اور یہ سیاہ پتھر دیوار کے نیچے بالکل اسی طرح پڑا ہوا ہے جس طرح میرے زمانہ میں تھا۔ اور دیکھو درختوں کی بالائی شاخوں پر پرندوں کے وہی گھونسلے ہیں، اور چڑیاں اب بھی اسی طرح آ جا رہی ہیں جس طرح میرے سامنے آتی جاتی تھیں"۔

پھر وہ اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف مڑ گیا اور کہنے لگا: "یہ وہی تنہ ہے جس پر میں نے اور ماجد ولین نے اپنے اپنے نام کھودے تھے"۔ پھر وہ ذرا اور آگے بڑھا اور اسنے دیکھا کہ نام ابھی تک اسی طرح کھدے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں، وہ اس درخت کے سامنے جھک گیا، اور اپنے ہونٹ اس کے قریب لیجا کر اسے چوم لیا۔

اس اثنا میں ہواؤں کا ایک لطیف جھونکا، باغ کے پھولوں کی لطیف خوشبوؤں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے اس کے چہرے کو چھوتا ہوا نکل گیا، اور ان خوشبوؤں سے مہکا گیا، جن سے وہ ماجد ولین کے ساتھ لطف اٹھایا کرتا تھا۔

وہ اسی طرح دیکھتا بھالتا اور تاثرات میں غوطے کھاتا ہوا اس راستہ پر پہونچ گیا جو اُسے اُس بنچ تک لیجاتا تھا جس پر وہ اور ماجد ولین زیزفون کے سایہ میں بیٹھا کرتے تھے۔ اب چونکہ وہ جگہ یہاں سے صرف چند قدم رہ گئی تھی، اس لئے اس کے تاثرات زیادہ تیز ہونے لگے اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

اس کا خیال تھا کہ ماجد ولین اس وقت بھی یہیں پر بیٹھی ہوئی رو رہی ہوگی اور اس کے خط کے نہ آنے کا اسے سخت ملال ہوگا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں اچانک اس خبر کو سنکر اسکے دل کی حرکت بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ دل ہی دل میں اس خبر کے سُنانے کے مختلف طریقوں پر غور کرتا رہا تھا کہ یکایک اس نے ایک ذرا اپنے سر کو گھما کر دیکھا تو اسے اسی بنچ کا کنارا دکھلائی دیا اور اس پر ایک سفید ریشمی کپڑے کا دامن پڑا ہوا نظر آیا وہ اسے دیکھ کر مسرت و خوشی سے اُچھل پڑا اور بولا دیکھو میرا خیال کتنا صحیح نکلا وہ یہاں بیٹھی ہوئی ہے۔

پھر وہ مڑا اور جوں ہی اس کی نظر نیچے پر پڑی اس کا چہرہ فق ہو گیا، رگوں میں خون کی روانی رُک گئی اور تنفس کی آمد و شد بند ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ ماجد ولین کسی اجنبی نوجوان کے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں، نوجوان اپنے ہاتھ میں اسکا ہاتھ لئے ہوئے اور اس کے سینہ پر اپنا سر رکھے ہوئے اس کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

وہ اپنے دل میں کہنے لگا: "یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ یہ کیا ہے؟ یہ تو یقیناً ماجد ولین ہے پھر یہ اس کے برابر کون بیٹھا ہے؟ کہیں یہ میرا دوست ایڈورڈ تو نہیں! ہاں بیشک وہی ہے، لیکن یہ اس گاؤں میں کیوں ہے؟ اس گھر سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اور پھر اس کے پاس اس بیباکانہ انداز سے بیٹھنا کیا معنی رکھتا ہے!"

اس نے اپنے دل کو مضبوطی سے تھام لیا، وہ پہلو سے نکلا جا رہا تھا اور وہ اُسے پکڑ رہا تھا۔ وہ دبے پاؤں آہستہ آہستہ آگے بڑھا، اور ان دونوں کے قریب پہونچ گیا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر گھبرا گئے اور کھڑے ہو گئے، لیکن پھر فوراً ہی اُن کی یہ کیفیت دور ہو گئی۔ ایڈورڈ اپنی مونچھوں سے کھیلنے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا، گویا وہ کوئی منجم ہے اور کسی نئے ستارہ کی تلاش میں آسمانوں کا بغور مطالعہ کر رہا ہے اور ماجد ولین نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور ایک گہرا سکوت اس پر طاری ہو گیا۔

اسٹیفن کچھ دیر متحیر و مبہوت کھڑا ہوا ان دونوں کو دیکھتا رہا اور پھر وہ ماجد ولین کی طرف بڑھا اور ایسی کیفیت کے ساتھ گویا کچھ اُس نے دیکھا تھا سب بھول چکا ہے وہ نہایت کشادہ پیشانی اور خندہ روئی سے بولا:

"اے ماجد ولین، ہماری مصیبت کے دن ختم ہو گئے، اور خدا کا شکر ہے کہ میں اب مالدار ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس بہت دولت ہے، لیکن جس قدر ہماری خوش حالی اور خوش نصیبی کے لئے ضروری ہے اتنی مجھے مل گئی ہے اب میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ اپنا وعدہ پورا کر دوں، اور تمہارے والد سے ملکر نکاح کی تاریخ کا تعین کر دوں، اور پھر تمہیں اپنے ہمراہ لیکر جو تنج جاؤں اور وہ گھر دکھلاؤں جو مینے تمہارے لئے خریدا ہے۔ جب تم اسے دیکھو گی تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ گھر بالکل ویسا ہی ہے، جیسا تم چاہتی تھیں۔"

ماجد ولین یہ سُنکر لرز گئی، اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا، اور بہت ہی پست و کمزور آواز میں کہنے لگی، گویا وہ خود اپنے آپ سے کچھ کہہ رہی ہے" جناب! میں آپ کو آپ کی اس خوش بختی پر مبارکباد دیتی ہوں۔"

اسٹیفن کو یہ سُنکر سخت تعجب ہوا، اس کے ہوش اُڑ گئے اور اپنے دل میں سمجھنے لگا:" یا الٰہی یہ میں کیا سن رہا ہوں وہ مجھے میری خوش نصیبی پر مبارکباد دے رہی ہے۔ گویا اس کے خیال میں میرا حال اس کے حال سے کوئی جدا چیز ہے۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اسے کیا ہو گیا ہے اور آج اس طرح وہ مجھ سے کیوں مل رہی ہے؟۔ پھر اپنی جیب سے اس نے نکاح کی انگوٹھی نکالی اور ایک قدم اس کی طرف اور بڑھا، لیکن جوں ہی اس کی نگاہ اس کی اُنگلی پر پڑی، اس کا بڑھا ہوا قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے اس کے ہاتھ میں ایک نئی انگوٹھی دیکھی۔ اب اس کا اضطراب بڑھنے لگا، اُس کے دل کی دھڑکن تیز تر ہو گئی اور حسرت سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کا دل بھر آیا اور روتے ہوئے اپنے ہاتھ کو ماجد ولین کی طرف بڑھا کہنے لگا:۔

"کیوں ماجد ولین، کیا تم مجھ سے بات نہ کرو گی" یہ سُنکر ماجد ولین نے اپنا سر اُٹھایا اور اس کی طرف اس انداز سے

دیکھنے لگی گویا وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ لیکن پھر فوراً ہی اس نے اپنے سر کو جھکا لیا۔

ٹھیک اس وقت ایڈورڈ آگے بڑھا اور اسٹیفن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: "اے اسٹیفن، بس کرو تم تو اسے ہلاک کئے دیتے ہو"۔

اسٹیفن چونک پڑا، گویا کہ اب تک اس نے اسے دیکھا ہی نہ تھا اور نیچے سے اوپر تک اسے دیکھنے لگا اور بولا:۔ "اے ایڈورڈ مجھے ہرگز امید نہ تھی کہ تم مجھے یہاں اس جگہ ملوگے"۔

اس نے کہا: "تمھیں امید ہو یا نہ ہو لیکن تمھارے لئے ضروری تھا کہ یہاں آنے سے قبل اجازت لے لیتے، تمھیں یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ ملاقات کے اس ابتدائی اصول کو بھی بھول جاؤ جو بچوں کو پہلے دن مدرسہ میں دیا جاتا ہے"۔

اسٹیفن یہ سن کر بری طرح کانپنے لگا، اس کی پیشانی پھیکی پڑنے لگی، جس کی سفیدی بڑھتے بڑھتے سارے چہرے تک پھیل گئی، وہ اولے کی طرح سرد ہوگیا، اور اس کے دونوں ہاتھ نیچے اترنے والے پرندے کے بازوؤں کی طرح سست پڑ کر لٹک گئے، پیروں کی طاقت سلب ہوگئی، اور اپنے اندر انتہائی کمزوری محسوس کرنے لگا، اور ذرا پیچھے ہٹ کر ایک درخت کا سہارا لینے پر مجبور ہوگیا۔

اس نے ایڈورڈ کو ان آنکھوں سے دیکھا جن سے خون ٹپک رہا تھا اور اس سے وہی الفاظ کہے جو "جولیس سیزر" نے اس وقت کہے تھے جب اس کے ایک مخلص دوست نے پیچھے سے اسکی پیٹھ میں نیزہ مارا تھا کہ "ہائے تو نے ہی اے بروٹس"۔

یہ کہکر وہ ایک منٹ کے لئے چپ ہوگیا اور جب پھر اس کی سانس لوٹ کر آئی تو وہ ماجد ولین کی طرف متوجہ ہوا اور آہستہ آہستہ رک رک کر اس طرح جیسے اس کا نظام تنفس بگڑ گیا ہو کہنے لگا:۔ "اے ماجد ولین کیا جو کچھ یہ شخص کہ رہا ہے صحیح ہے؟ اور کیا اس کی طرح تمھارا بھی یہی خیال ہے کہ میں نے بغیر پوچھے یہاں آنے میں غلطی کی ہے! اور کیا یہ ٹھیک ہے کہ یہ شخص تمھارے نزدیک یہ حیثیت رکھتا ہے کہ تمھاری طرف سے مجھ سے بازپرس کرنے کا حقدار ہو"۔

وہ اس قدر کہنے پایا تھا کہ ایڈورڈ ان دونوں کے بیچ میں آگیا اور ماجد ولین کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا: "آؤ اب یہاں سے چلیں، بہت دیر بیٹھے رہے، اب طبیعت کچھ پریشان ہو رہی ہے"۔

ماجد ولین نے بھی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیا، اور خاموش سر جھکائے ہوئے اس کے ساتھ ہولی، وہ لحظہ بلحظہ اس سے دور ہوتے گئے یہاں تک کہ نگاہوں سے غائب ہوگئے، اور اسٹیفن نے سنا کہ انھوں نے اندر پہنچکر کواڑ بند کر لئے لیکن وہ برابر اس دروازے کی طرف دیکھتا رہا جس میں وہ دونوں ابھی ابھی داخل ہوئے تھے، نہ اس کے جسم کو جنبش ہوئی نہ نگاہوں نے حرکت کی، اور نہ رگوں میں کوئی غیر معمولی تڑپ پیدا ہوئی، کوئی ایک گھنٹہ تک، وہ اسی طرح کھڑا رہا پھر خود بخود کہنے لگا:۔ "ایڈورڈ مجھ سے اس طرح خطاب کرتا ہے، گویا اس گھر میں اس کا مرتبہ میرے مرتبے سے بہت

بلند ہے، اور یقیناً خود ماجد ولین ہی نے اُسے یہ رتبہ بخشا ہوگا، جبھی تو وہ بلا چون و چرا اُس کے ساتھ چلی گئی اور جاتے وقت میری طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اور پھر اسے گئے ہوئے بھی ایک گھنٹہ گزر گیا اور لوٹ کر خبر نہ لی کہ اُس کے چلے جانے کے بعد کسی پر کیا گزری۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ مجھ سے اس قدر کیوں برہم ہے اور ایڈورڈ کے ساتھ اس کے تعلقات کی کیا نوعیت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ انگوٹھی جو اُس کی اُنگلی میں ہے منگنی کی انگوٹھی ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ماجد ولین نے مجھ سے بیوفائی کی ــــ! لیکن نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتی، وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ وہ میرے لئے ہے، مینے اُسے اپنے خون، اپنے آنسوؤں اور اپنی تمام مصیبتوں کے بدلے خریدا ہے اور میں نے اس کے لئے وہ وہ تکلیفیں اور مصیبتیں اُٹھائی ہیں، جن کا تحمل انسانی طاقت سے باہر ہے۔ میں فاقے کرتے کرتے مرنے کے قریب ہو گیا برہنگی سے دن میں باہر نکلنے کے قابل نہیں رہا، ٹھنڈی برفیلی راتوں میں گزرگاہوں پر سویا، رات کی تاریکیوں میں گھورے پر پڑے ہوئے نوالے اور چچوڑی ہوئی ہڈی کو اپنی جان بچانے کے لئے میں نے ڈھونڈا، قمیص پر اس قدر پیوند لگائے کہ قمیص قمیص نہ رہی بلکہ تمام تر پیوند ہو گئی، بلکہ اس کے راستہ میں کچھ اس سے بڑھکر بھی کیا۔ یعنی اپنے بھائی کو قتل کیا اور جس شخص نے نہ صرف اپنی زندگی میں بلکہ مرنے کے بعد بھی مجھ پر احسان کیا، اس کی شکل و صورت میں نے بگاڑ دی، میں نے اپنے دل میں اس کی دولت کو چرانے کی سرگوشیاں کیں، بلکہ اس کی طرف اپنا ہاتھ تک بڑھا دیا اور اس طرح مجرموں کی فہرست میں شامل ہو گیا۔

الغرض مینے کیا نہیں کیا، تو کیا اب وہ اپنے آپ کو مجھ سے علٰحدہ کرے گی، نہیں، میں اس کے لئے ہوں، اور وہ میرے لئے۔ اس کا نام میرے نام کے ساتھ کھدا ہوا ہے اور یہ اُسی کے سر کے بال تو ہیں، جن کی انگوٹھی بنا کر میں دو سال سے پہنے ہوئے ہوں، اور یہ زمین و آسمان، یہ سورج اور چاند، یہ دریا اور طوفان، یہ سبزہ اور درخت، یہ پھول اور پرند سب ہماری محبت پر گواہ ہیں، ہماری تمناؤں اور آرزوؤں سے واقف ہیں، اور ہماری وفاداری کی قسموں پر شاہد!"

اس کے بعد اس نے ایک بڑی لمبی آہ کھینچی اور کہنے لگا: "کوئی ہے جو میری نصف زندگی صرف اس قیمت پر خریدے کہ مجھے اُس حقیقت سے آگاہ کر دے، جس سے میں ناواقف ہوں، کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس وقت میں ان دونوں کا راستہ روک کر کھڑا ہو جاتا جب وہ میرے پاس سے بھاگ کر جا رہے تھے اور ہرگز اس وقت تک نہ جانے دیتا جب تک کہ وہ حقیقت کا اعتراف نہ کر لیتے، اور اسرار کے ان پردوں کو چاک نہ کر دیتے جو انھوں نے اپنے چہروں پر ڈال رکھے ہیں۔"

اس کے بعد وہ ہمت کر کے آگے بڑھا اور باغ کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ وہ اس طرح جا رہا تھا جیسے کسی مخمور شرابی کے قدم ڈگمگا رہے ہوں، وہ کچھ ہی دور گیا ہوگا کہ پیچھے سے کسی کے بھاری قدموں کی آواز سُنی۔ اس نے مُڑ کر دیکھا کہ ایڈورڈ باغ کے دروازے سے ایک سُرخ گھوڑے پر سوار نکل رہا ہے، اسے دیکھ کر اسٹیفن ایک ٹیلہ کے پیچھے چھپ گیا اور جوں ہی وہ اس کے قریب سے نکلا، جھپٹ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔

ایڈورڈ اسے دیکھ کر گھبرا گیا۔ لیکن ہمت و ضبط سے کام لیکر بولا: "اے اسٹیفن تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے کہا "میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم یہاں کیوں آتے جاتے ہو؟ اور اس گھر سے تمہارا کیا واسطہ ہے؟"

ایڈورڈ کہنے لگا: "میں تمہارے اس سوال کا اس وقت تک جواب نہیں دیسکتا جب تک کہ تم میرے گھوڑے کی لگام پکڑے رہوگے۔ پہلے اسے چھوڑ دو اس کے بعد دریافت کرو۔"

اسٹیفن نے لگام چھوڑ دی اور گھوڑے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

ایڈورڈ کہنے لگا: "اگر تمہارے علاوہ کوئی اور شخص مجھ سے یہ سوال کرتا تو اُسے میں یہی جواب دیتا کہ میں بالکل آزاد ہوں اور اپنے معاملات میں خود مختار، جس طرح چاہتا ہوں کرتا ہوں، جس کے گھر چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن اس دوستی کے خیال سے جو میرے تمہارے درمیان ہے میں تمہیں ایک مختصر سا جواب دئے دیتا ہوں۔ لو سنو! میں شیخ موکر کے یہاں اس لئے آتا جاتا ہوں کہ میں اُس کی بیٹی کا منگیتر ہوں اور ایک مہینہ کے بعد میری شادی اس کے ساتھ ہونے والی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو تم بھی ہماری شادی میں شریک ہو سکتے ہو۔"

یہ سنکر اسٹیفن کے دونوں ہونٹ کانپنے لگے اور اسے یہ معلوم ہوا گویا موت آہستہ آہستہ اس پر طاری ہو رہی ہے اور نہایت کمزور و پست آواز میں اُس کے منھ سے نکلا: "کیا تمہاری مراد ماجد ولین سے ہے؟" اس نے کہا: "ہاں، اس کے علاوہ موکر کی اور کونسی بیٹی ہے؟"

اسٹیفن نے ذرا دیر کے لئے اپنا سر جھکا لیا اور پھر سر اُٹھا کر بولا: "اے ایڈورڈ تمہیں معلوم ہے کہ میں اُس لڑکی سے محبت کرتا ہوں، وہ میری زندگی ہے اور اسے میرے ہاتھوں سے چھین لینا میری زندگی کو ختم کر دینا ہے پھر کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے ایک دوست، اپنے بچپن کے رفیق کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو۔"

وہ کہنے لگا: "ہاں مجھے معلوم ہے کہ تم اس لڑکی سے محبت کرتے ہو، اور تم نے اپنی زندگی کے پچھلے دنوں میں اسکی دلجوئی بھی کی ہے اور اگر اس کا باپ درمیان میں نہ آ گیا ہوتا تو وہ وقت قریب تھا کہ وہ اس جال میں پھنس جاتی جو تم نے اس کے لئے بچھایا تھا۔"

اسٹیفن بیچ میں بول اُٹھا: "مگر تم نے میرے اس سوال کا جواب نہیں دیا جو میں نے تم سے پوچھا تھا۔"

ایڈورڈ نے کہا: "کون سا سوال؟" — اس نے کہا: "یہی کہ تم میرے بھائی، میرے دوست اور میرے بچپن کے رفیق ہو کر مجھے کیوں اس بیدردی سے قتل کئے دیتے ہو۔"

اس نے کہا: "نہیں میں تمہیں قتل نہیں کرتا، بلکہ زندہ رکھنا چاہتا ہوں، میں نے اس طرزِ عمل سے تمہیں اپنی حالت پر غور کرنے کا ایک موقعہ دیا ہے۔ اگر تم اپنے معاملہ میں ذرا سا بھی غور کروگے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس پریشان اور پراگندہ زندگی بسر کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ اور جس مالدار لڑکی سے تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں،

اس سے شادی کرلو، جو کچھ میں نے کیا اس میں سراسر تمھاری ہی فلاح و بہبود ہے۔"

اس سے قبل کہ ایڈورڈ کا جملہ پورا ہو، اسٹیفن کی آتش غضب بھڑک اُٹھی اور غیظ و غضب کی وہ بجلیاں جو ابھی تک سکون کے بادلوں میں پوشیدہ تھیں چمکنے لگیں۔ وہ اس پر ٹوٹ پڑا اور اُس کا گریبان پکڑ کر اس سختی سے جھنجوڑا کہ قریب تھا کہ اسے گھوڑے کی پیٹھ سے گرادے اور کہنے لگا:۔ "بدمعاش! مجھے اب معلوم ہوا کہ تم نے اس مسکین لڑکی کو کس کس طرح دھوکہ دیا ہے۔ تمھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا دل میری محبت سے لبریز ہے اور میری خوشنودی کے علاوہ اُس کی زندگی کا کوئی اور مقصد نہیں ہے، تم نے اس کے دل میں یہ بات بٹھادی کہ وہی میرے اس فقر و مسکنت کا سبب ہے، اور مجھے میری زندگی میں کوئی راحت اسوقت تک نہیں مل سکتی جب تک وہ اپنے دامن کو میرے ہاتھ سے نہ چھڑالے، اور محبت کے اس رشتے کو جو میرے اور اس کے درمیان قایم ہے منقطع نہ کرلے۔ یہاں تک کہ اس نے تم لوگوں کی باتوں کو سچ سمجھ لیا، وہ تمھارے سامنے جھک گئی اور جو کچھ تم اُس سے کہتے گئے وہ کرتی گئی، صرف میرے خیال اور میری محبت میں اور اس طرح تم اس قابل ہوگئے کہ اُس کی کمزوریوں سے ناجائز فایدہ اُٹھا کر اسے اپنی طرف مایل کرلو، ورنہ تمھیں نہ اس سے محبت ہے اور نہ مجھ سے، کیونکہ تم جیسے انسان کے لئے یہ تقریباً ناممکن ہے کہ اس کی باطنی خوبیوں اور اس کی شرافت و پاکیزگی کو سمجھ سکے تم بس اسی قدر سمجھ سکتے ہو کہ وہ ایک حسین و جمیل لڑکی ہے، جو اپنے حُسن و جمال میں ان نوجوان اور خوبصورت لڑکیوں سے کسی طرح کم نہیں جنھیں تم نے اکثر دھوکہ دیا ہے اور جن کے عشرت کدوں میں اپنی اکثر راتیں تم نے گزاری ہیں اور پھر فوراً ہی انھیں چھوڑ دیا اور وہ اپنی زندگی اور آرزوؤں پر ماتم کرتی رہ گئیں، اور اگر تم اس لڑکی سے بھی وہی سلوک کرسکتے جو دوسری لڑکیوں سے کیا ہے اور اس سے بھی اسی طرح مستفید ہوسکتے جس طرح اور بہت سی لڑکیوں سے ہوئے ہو تو تم یہ بھی کر گزرتے، اور شادی کی ان اُلجھنوں اور بکھیڑوں میں اپنے آپ کو نہ ڈالتے۔"

ایڈورڈ کہنے لگا:۔ "اگر ان باتوں سے تمھارا یہ مقصد ہے کہ وہ میرے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کی گئی ہے یا اسے کسی قسم کا فریب دیا گیا ہے، تو یہ تمھاری غلطی اور بدگمانی ہے کیونکہ اب وہ اپنے ماضی کو بھول چکی ہے اور اب اس کے سامنے اس کے منگیتر کی محبت اور خلوص کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے اور اب تو اس کی بھی آرزو ہے کہ جلد سے جلد اپنے آپ کو اس کے پہلو میں خوش و خرم دیکھے۔"

اسٹیفن غصّے سے بھڑک اُٹھا، اور کہنے لگا:۔ "تو جھوٹ بولتا ہے وہ تیرے اس خیال سے بہت بلند ہے۔" یہ کہ کر اس پر ٹوٹ پڑا لیکن ایڈورڈ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے روکا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا:۔ "اے اسٹیفن کیا تم مجھے قتل کردینا چاہتے ہو۔"

اسٹیفن یہ سُن کر پیچھے ہٹ گیا، اس کے ہاتھ سست پڑ گئے اور اس پُرانی دوستی کا خیال جو ان دونوں میں رہ چکی تھی پھر سے تازہ ہوگیا۔ اور اس کی طرف ان آنکھوں سے دیکھنے لگا جن میں آنسو جھلک رہے تھے اور کہنے لگا:۔ "نہیں اے ایڈورڈ

میں تمہیں کیسے قتل کر سکتا ہوں تم میرے دوست ہو اور مجھے اپنی زندگی میں تمہاری خاطر خون کے چند قطرے دینے کا موقعہ ملا ہے، میں اپنے اس فعل پر کبھی سرمندہ نہیں ہو سکتا اور نہ اپنے اس ہاتھ کو کبھی واپس لے سکتا ہوں جو صرف خدا کے لئے میں نے تمہاری طرف بڑھایا تھا۔"

یہ کہکر اس نے اپنے سر کو اس کے گھوڑے کی زین پر رکھدیا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں ایڈورڈ کا ہاتھ لیکر اپنے آنسوؤں سے بھگونے لگا اور بولا:- "اے ایڈورڈ، میں تمہیں اس ہستی کا واسطہ نہیں دلاتا ہوں، جس کے سینے سے ہم دونوں نے اپنے زمانۂ طفولیت میں ایک ساتھ دودھ پیا تھا اور جس کی آغوش محبت میں ہم نے ایک دو نہیں پورے پانچ سال کامل یکدلی اور محبت کے ساتھ اس طرح گزارے کہ تم نے میرے اور میں نے تمہارے بغیر کبھی کسی چیز سے دلچسپی نہیں لی۔ تمہیں اس قسم کا واسطہ دلاتا ہوں، جو تم نے اس رات کو مجھ سے کھائی تھی، جب تم جوتیج سے رخصت ہو رہے تھے اور تم نے وعدہ کیا تھا کہ تمہارا سینہ اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہو سکتا اور تمہارے دل کی دھڑکن اسوقت تک کم نہیں ہو سکتی جب تک کہ تم مجھے میری زندگی میں بامراد اور کامگار نہیں دیکھ لوگے، میں تمہیں تمہاری رحمت وشفقت کا واسطہ دلاتا ہوں اور تمہارے فضل وکرم کے نام پر تمہیں پکارتا ہوں، کہ تم ایک صاحب کرم انسان ہو اور میں محتاج ومسکین، اور ایک فقیر ومحتاج کی زندگی تمامتر صاحب کرم کی دست نگر ہوتی ہے۔"

ایڈورڈ نے مطلق کوئی پروانہ کی، اور اس دردناک گفتگو کا اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا، اس نے اپنے گھوڑے کو ایک ایڑ لگائی اور نکل گیا۔ تھوڑی دور تک تو اسٹیفن اس کے پیچھے بھاگا لیکن نہ پاسکا آخر تھک کر گر پڑا اور کہنے لگا: "وہ جو کچھ کہ رہا ہے ضرور صحیح ہوگا۔"

وہ اسی طرح پڑا رہا یہاں تک کہ کوئی راہگیر گزرا، اور چونکہ اس نے اسے آتے وقت دیکھ لیا تھا اس لئے پہچان گیا اور اس کے سائیس کو جاکر خبر کی، وہ بھاگا ہوا آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی پر سوار کرایا اور اسے لیکر گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

اسٹیفن جب اپنے کمرے میں پہونچا اور اُسے تنہائی اور یکسوئی نصیب ہوئی تو وہ پاگلوں کی طرح چیخنے، چلانے اور کمرے کے درودیوار سے سر پھوڑنے لگا۔ وہ برابر یہی کہ رہا تھا: "آہ اے ماجد ولین، میں نے تجھے کھودیا"

اسٹیفن کے خطوط

اے ماجد ولین، کیا یہ صحیح ہے کہ میرے اور تمہارے تعلقات ختم ہوگئے، اور ہم ایک دوسرے سے ناواقف اور انجان ہوگئے اور کیا یہ سچ ہے کہ اگر آج کے بعد ہم تم کہیں کسی راستے میں ملجائیں گے، تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے منہ پھیر کر نکل جائے گا۔

آہ، یہ گردش لیل ونہار بھی کیا چیز ہے؟ کہ ایک ہی دن میں تمام وہ امیدیں ٹوٹ گئیں، جو مدتوں میں ہم نے استوار

کی تھیں اور جن کے لئے ہم نے بیشمار آنسو بہائے تھے؟ ۔ سچ ہے، قیامت بھی اسی طرح آئے گی، زلزلے بھی اسی طرح آئیں گے اور ستارے بھی اسی طرح ٹوٹیں گے۔

اے ماجد ولیین، میں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا اور تم نے مجھے اس کا کیا بدلہ دیا۔ میں نے تم سے اسقدر محبت کی کہ مجھ سے پہلے کبھی کسی نے کسی سے نہیں کی ہوگی، اور میں نے تمہاری پرستش کی اور اپنی زندگی کو تمہارے ہی خیال سے معمور رکھا۔ میں نے جب دیکھا تو تمہاری طرف دیکھا اور جب خیال کیا تو تمہارا ہی خیال کیا۔ میں نکلتے ہوئے سورج کو دیکھ کر اسلئے خوش ہوتا تھا کہ اس میں تمہاری تصویر تھی۔ شاخِ گل پر چہچہاتے ہوئے پرندوں کو اس لئے شوق سے سنتا تھا کہ اُن میں تمہاری آواز تھی، ہنستے ہوئے پھولوں کو اس لئے دیکھتا تھا کہ اس کا رنگ تمہارے رنگ سے ملتا جلتا تھا اور اگر اس دنیا میں زندہ رہنے کی تمنا کی تو صرف تمہارے ساتھ رہنے اور تمہاری لذتِ دیدار سے شادکام ہونے کے لئے۔

اگر تم سمجھتی ہو کہ میں تمہاری محبت کے قابل نہیں ہوں، اور اس کا مستحق نہیں کہ تمہارے دل کی گنجائشوں میں اپنے لئے کوئی جگہ نکال سکوں، تو اس محبت ہی سے محبت کرلو جو تمہاری میرے دل میں ہے اور اس عقیدت ہی کو پسند کرلو جو مجھے تمہارے ساتھ ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں تمہارے لئے جن جن مصائب و آلام کو برداشت کیا ہے، جن جن تکلیفوں اور آفتوں کو سہا ہے، دل کو خون اور خون کو پانی کی طرح بہایا ہے، اس کا بدلہ وہی دیدو جو تمہارے شایانِ شان ہے۔ بہت ممکن ہے تمھیں اس دنیا میں کوئی ایسا شخص بھی ملجائے جو اپنے حُسن و جمال اور جاہ و ثروت سے تمھیں موہ لے لیکن خوب سمجھ لو کہ وہ شخص نہیں ملسکتا جو تم سے میری طرح محبت کرسکے۔

اے ماجد ولیین، ان لوگوں نے تجھے دھوکہ دیا ہے اور مال و دولت کی خواہش اور حرص و ہوس کی تمنا کو تیرے سامنے بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ انھوں نے تجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ زندگی نام ہے کھانے پینے کا، عالیشان محلوں میں رہنے اور عمدہ لباس پہننے کا، قیمتی ہاروں اور خوبصورت آویزوں کا۔

ان لوگوں کے خیال میں نکاح ایک ایسی مالی شرکت ہے، جس میں میاں بیوی، مال و دولت جمع کرنے اور اس کے انبار لگانے کے لئے کوئی عہد کرتے ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ ایسا نکاح حقیقت میں ایک قسم کی بدکاری ہے اور جو عورت بھی کسی مرد سے اس کی دولت کے لئے شادی کرتی ہے، وہ حقیقتاً شادی نہیں کرتی، بلکہ اپنے جسم کو اس کے ہاتھ فروخت کرتی ہے جس طرح کوئی بدکار عورت چند سکوں کے بدلے اپنے آپ کو کسی مرد کے حوالے کر دیتی ہے۔ بلکہ اس کا حال اس سے بھی زیادہ زبوں اور اس کا مقصد اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے، کیونکہ وہ اپنے نفس کو اس لئے نہیں بیچتی کہ کوئی لقمہ اسکی خمیدہ کمر کو سیدھا کرسکے یا کپڑے کا کوئی ٹکڑا اُس کے برہنہ جسم کو ڈھک سکے، بلکہ اس لئے کہ اُسے ایک قیمتی ہار ملجائے جسکو پہنکر وہ اپنے سینے کو اور زیادہ خوبصورت بنائے یا اسے کوئی عمدہ لباس حاصل ہوجائے جس سے وہ اپنے ہمسنوں پر فخر کرسکے یا اسے رہنے کو کوئی خوبصورت محل ملجائے جس کی وسعتوں میں وہ مختلف قسم اور رنگ رنگ لذتوں سے مستفید ہوتی رہے۔

اے ماجدولین، جس چیز نے تمھیں میری آنکھوں میں گراں قدر بنایا اور مجھے تمھاری پرستش پر مجبور کر دیا وہ یہی خیال تھا کہ ان تمام عورتوں میں تم ہی وہ عورت ہو جو اپنے پہلو میں ایک ایسا دل رکھتی ہے جو بہت ہی پاک و صاف ہے اور اس سے پاکیزہ محبت کے وہ چشمے اُبلتے ہیں جو دُنیاوی اغراض سے خالی ہیں، تو کیا میرا یہ خیال غلط تھا؟ نہیں! نہیں! میں جانتا ہوں کہ تمھارے پاس وہی دل ہے اور اسی لئے میں اب بھی رو رہا ہوں۔

تم ایڈورڈ کے متعلق کچھ نہیں جانتیں، اور مجھے اسکی حالت کا پورا پورا علم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے پہلو میں تمھارا جیسا دل نہیں ہے اور تمھارے شعور وجدان میں شریک ہونے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہ سمجھتا ہے کہ تم حسین ہو، اور محبت کرنے کے قابل ہو مگر خوبصورتی ختم ہو جانے والی چیز ہے اور نفسانی خواہشات زوال پذیر۔ مجھے ڈر ہے کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد تمھیں اس کے ہاتھوں اس بدبختی اور مصیبت کا منھ نہ دیکھنا پڑے جس سے بھاگ کر تم اس کے پاس جانا چاہتی ہو۔ اور اگر ایسا ہوا تو مجھ سے زیادہ بدقسمت اور بدنصیب اور کون ہوگا، کیونکہ بہر حال میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم جہاں بھی ہو تمھارے لئے دعا کرتا رہتا ہوں۔

کاش مجھے معلوم ہو جاتا، اے ماجدولین کہ کیا آج بھی میری آواز تمھارے دل کی گہرائیوں میں اسی طرح پہونچ رہی ہے جس طرح آج سے قبل پہونچا کرتی تھی اور کیا پہلے کی طرح آج بھی تم یہ تصور کر سکتی ہو کہ میں اپنی زندگی سے بڑھ کر تم سے محبت کرتا ہوں۔

اسٹیفن کا خط ماجدولین کے نام

اب مجھے شاید ہی کسی چیز پر رحم آتا ہو۔

دُنیا میری آنکھوں میں اندھیر ہے اور کائنات ایک ویران وحشت کدہ! میری زندگی معلوم ہوتا ہے گویا ایک مسلسل رات ہے جس کی صبح شاید کبھی نہ ہوگی، لوگ اپنی اپنی خوابگاہوں میں محو خواب ہیں، اور مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا میں دُنیا سے بہت دور کسی بے آب و گیاہ صحرا میں پڑا ہوا ہوں۔ جہاں نہ دریا بہتے ہیں نہ پرندے چہچہاتے ہیں، نہ کسی انسان کا گزر ہے نہ کسی حیوان کا، میں رات و دن اس صحرا میں حیراں و سرگرداں پھر رہا ہوں، چاہتا ہوں کہ یہاں سے نکل جاؤں لیکن نہیں نکل سکتا۔

اے ماجدولین، تمھیں بتاؤ کب مجھے موت آئے گی؟ اور کب میرا وقت پورا ہوگا کہ زندگی کے ان مصائب و آلام سے چھوٹ جاؤں؟

اے ماجدولین، تم سے چھُٹ کر میں کسی طرح صبر پر قادر نہیں ہوں، کیونکہ تمھیں اس دُنیا میں میرے لئے سب کچھ ہو، میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اپنی تمام دولت جوئے میں ہار دی ہو، اور اب حسرت و بیچارگی کے علاوہ اسکے پاس کچھ نہ ہو

آہ ۔ میرے دل میں کیا کیا تمنائیں تھیں، کیسی کیسی آرزوئیں تھیں، میرا سینہ کن کن ارادوں سے معمور تھا میں اپنے اندر وہ قوت محسوس کرتا تھا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی چیز بھی مجھے بے حقیقت نظر آتی تھی، لیکن آج میں کس قدر کمزور، کتنا افسردہ مجروح، مایوس اور نا امید ہو گیا ہوں، نہ کچھ سوچ سکتا ہوں اور نہ سمجھ سکتا ہوں، گویا ایک پتھر ہوں، جو راہ میں صرف ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔

اے ماجد ولین، کیا تم اس دن سے نہیں ڈرتیں، جب خدا تم سے پوچھیگا کہ تم نے ایک بیگناہ انسان کو کیوں قتل کیا اور جب میری آواز (تم جہاں بھی ہو) تمھارا پیچھا کرے گی، تمھاری خلوتوں اور جلوتوں میں، سوتے جاگتے میں، تمھارے شوہر کے آغوش اور تمھارے بچوں کے گہواروں میں۔

اے ماجد ولین، کیا تم نے مجھ سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تم بھی میری اسی طرح پاسبانی کروگی جس طرح فرشتے انسان کی حفاظت کیا کرتے ہیں، اب کہ میں دُنیا میں سب سے زیادہ بدنصیب ہوں، تمھارے وہ تمام وعدے کیا ہوئے ؟

ذرا تو میرے پاس آؤ، اور کچھ دیر تو میرے پاس ٹھیرو، تاکہ میں تمھیں نگاہ بھر کر دیکھ سکوں، اور تمھاری عرق آلود پیشانی میں اپنی لُٹی ہوئی تمناؤں کی تصویر اور برباد شدہ امیدوں کا عکس دیکھ سکوں، آؤ اور مجھے اپنی وہ شیریں آواز سنا دو جو اس سے پہلے سُنایا کرتی تھیں، اور اپنی اُن محبت بھری نگاہوں میں سے صرف ایک نگاہ مجھے دیکھ لو جن سے تم مجھے حیات تازہ بخشا کرتی تھیں اور جھوٹ یا سچ بس اسقدر کہدو کہ تم مجھ سے اب بھی محبت کرتی ہو، بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا۔

اے ماجد ولین، سچ کہتا ہوں کہ اگر کبھی میں تمھیں اپنے راستے میں دیکھ لوں تو تمھاری طرف دوڑ پڑوں، اور تمھارے قدموں پر اپنا سر جھکا کر بھکاری کی طرح تم سے تمھاری محبت کی بھیک مانگوں، اور اگر تم مجھے دیکھ کر منھ پھیر لو تو تمھارے پیچھے پیچھے پھروں، جب تک کہ تم میری طرف متوجہ نہ ہو جاؤ اور میرا دردِ دل نہ سُن لو۔

اے ماجد ولین، میں سخت تکلیف میں ہوں، اور میرا خیال ہے کہ جو دُکھ درد میں برداشت کر رہا ہوں وہ اس دُنیا میں کوئی نہیں اُٹھا سکتا، خدا کے لئے ماجد ولین، مجھ پر رحم کرو، اور اگر تم مجھے اپنی محبت کے قابل نہیں سمجھتی ہو تو مجھے اپنا دوست سمجھو، یہ بھی اگر منظور نہ ہو تو پھر مجھے اجازت دو کہ تم جہاں بھی جاؤ میں تمھارے ساتھ ساتھ رہوں، جس طرح تمھارا کتا ہر جگہ تمھارے ساتھ رہتا ہے، تاکہ میں تمھیں ہر وقت دیکھتا رہوں، تمھاری آواز کو سنتا رہوں، کیونکہ میں اس دُنیا میں تم سے جدا رہ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

خدا میری غربت و بیچارگی پر رحم کرے، میری زندگی کا پھول کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گیا، جرأت و ہمت کی جو آگ میرے دل میں روشن تھی، قوت و طاقت کی جو حرارت میری رگ و پے میں ساری تھی وہ ٹھنڈی پڑ گئی اور میرے اور دوسر

تمام لوگوں کے درمیان جو چیز مشترک تھی وہ ختم ہوگئی، میرا بھائی دنیا سے رخصت ہوا، میرے والد نے مجھے گھر سے نکالا، میرے خاندان والوں نے مجھ سے دشمنی کی، اب اس عالم آب وگل میں تمہارے علاوہ میرے لئے اور کیا تھا، پر افسوس تم نے بھی میرا ساتھ نہ دیا، پھر اب کس امید پر جیوں، اور کس تمنا پر زندہ رہوں۔

اے ماجد ولین، تم جانتی ہو کہ میں اپنی موت پر زندگی کو کیوں ترجیح دے رہا ہوں حالانکہ مرجانا میرے لئے ان آفتوں کے اُٹھانے سے کہیں زیادہ آسان ہے؟ صرف اس لئے کہ میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا اور مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسا ہوا تو مجھ سے ان گزرے ہوئے خوبصورت دنوں کی یاد جن میں تمہاری اُلفت سے شادکام رہا ہوں، چھن جائے گی، حالانکہ میرا حاصلِ زندگی اور سرمایۂ زیست یہی ہے۔

اے ماجد ولین، تم نے میری زندگی کی ہر سعادت مجھ سے چھین لی اور پھر اس کے جواب میں مجھے ایسی کوئی چیز بھی نہ دی، جو میری زندگی کا سہارا بنتی، بلکہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا، جس طرح کوئی بیدرد مسافر اپنے زخمی اور پیاسے رفیق سفر کو تپتے ہوئے ریگستان میں جہاں نہ سایہ ہو نہ پانی، چھوڑ کر چلا جائے۔

اے ماجد ولین، آخر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟ زمین کے ذخیروں میں سے وہ کونسا ذخیرہ ہے، اور آسمان کے خزانوں میں وہ کونسا خزانہ ہے، جو تم مجھ سے چاہتی ہو۔ کیا سنگ مرمر کا کوئی سفید محل چاہتی ہو، یا جواہر تابدار سے بھرا ہوا کوئی حوض مانگتی ہو، یا قیمتی موتیوں سے مرصع فرش کی خواہش ہے، یا سورج کی شعاعوں سے بنے ہوئے کسی زرتار لباس کی تمنا ہے یا کسی ایسے جڑے ہوئے تاج کی آرزو ہے جس کے سامنے بادشاہوں کے تاج ماند پڑجائیں؟ تمھیں یہ سب کچھ مل سکتا ہے۔ بس اتنا کردو کہ میرے دل کو وہ امید واپس کردو جسے تم نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ پھر تم دیکھوگی کہ میری ایک جنبش نگاہ سے کسی طرح قسمتیں بدل جاتی ہیں اور زمین و آسمان میری قوت و جبروت کے آگے کس طرح سر بسجود ہیں۔

آہ! کس قدر بے اندازہ تھی اس روز میری خوشی و مسرت، جس روز جونتیج میں ایک مختصر سا گھر بنے تمہارے لئے طیار کرایا اور اس کے ایک نیلگوں کمرے میں تمہارے لئے ایک سفید مسہری بچھوائی، میں نے ایک خوبصورت باغ بھی طیار کرایا اور ہر وہ پھولدار درخت نصب کیا جسے تم پسند کرتی ہو، پھر جب کبھی میں اس گھر کے اندر آتا اور تھوڑی دیر کے لئے اسکے صحن میں کھڑا ہوتا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میں تمہارے ساتھ اس گھر میں رہ رہا ہوں اور تمہاری شیریں آواز اس کی فضا میں گونج رہی ہے، اور گھر کے باغ میں ہمارے بچے سامنے کھیل رہے ہیں اور پیڑوں میں سے پھول توڑ توڑ کر ہمارے لئے لا رہے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اگر کبھی میں تمہارے سنگار کے کمرے میں چلا جاتا، تو مجھے ایسا معلوم ہوتا گویا تم اپنے آئینہ کے سامنے بیٹھی ہوئی اپنے خوبصورت اور سنہرے بالوں میں کنگھی کررہی ہو اور میں تمہارے پیچھے کھڑا ہوا تمہارے سنہرے اور چمکدار بالوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے ہوئے انھیں پیار کررہا ہوں، لیکن آج اس گھر کی افسردگی و ویرانی دیکھو باغ باغبانی سے محروم ہے، پیڑ خشک ہیں اور پھول سوکھے پڑے ہیں، دروازوں اور کھڑکیوں کو ہواؤں نے درہم برہم کر رکھا ہے

کمروں کی چھتوں اور فرشوں پر خاک نے ایک تہ بچھادی ہے اور اس کی حالت اُس دُلھن کی سی ہے جسے شادی کی پہلی ہی رات موت آگئی ہو۔

تم تو ایسی ہوگئیں کہ مجھے ایک حرف بھی نہیں لکھتیں، اور نہ میرے کسی خط کا جواب دیتی ہو، آج سے پہلے تو تمھاری یہ عادت نہ تھی، کاش تم مجھے ایک جملہ ہی لکھدیتیں، اور اچھا یا بُرا جو دل میں آتا کہتیں، اب تو میں اپنے دل کو ہر آفت کے لئے طیار اور ہر مصیبت کے لئے ہموار کر چکا ہوں۔

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

تم نے مجھے وہ دو حرف بھی نہ لکھے، حالانکہ میں نے کس قدر خوشامد کی تھی، کیا تمھارا ماحول تمھیں اس زمانہ کی یاد نہیں دلاتا جو کسی وقت میں نے تمھارے ساتھ گزارا تھا، تمھارے سامنے وہی سورج ہے جسے ہم دونوں صبح کو نکلتے اور شام کو چھپتے ہوئے دیکھتے تھے اور وہیں وہ چاند بھی ہے جو آسمان کی بلندیوں سے ہمیں جھانکا کرتا تھا اور ہم دونوں کا اپنی سفید چاندنی کی چادر میں چھپا لیا کرتا تھا۔ اور وہاں وہی جگہ بھی ہے جہاں پانی اور سائے کے درمیان ہم بیٹھا کرتے تھے۔ تمھارا ہاتھ میرے ہاتھ میں، تمھارا سر میرے سینہ پر ہوتا تھا اور وہیں وہ چھوٹا سا سمندر بھی ہے جس کے کنارے ہم دونوں روز شام کے وقت ٹہلا کرتے تھے، اور اگرچہ ہماری زبانیں خاموش رہا کرتی تھیں لیکن ہماری آنکھیں ہمارے دل کی ترجمانی کیا کرتی تھیں اور پھر لوٹتے وقت ہم یہ تمنا لئے ہوئے واپس ہوا کرتے تھے کہ کاش ہمیں اپنے بہاؤ میں کسی ایسی بستی تک پہونچادے جہاں سے ہم پھر کبھی جدا نہ ہوسکیں اور وہیں وہ کمرا بھی ہے جس میں جدائی کی رات ہم ایک دوسرے سے ملے تھے، اور ہم نے رو رو کر اپنی آنسوؤں سے اس کی زمین کو تر کر دیا تھا اور جس کی چھت کے نیچے ہم نے قسم کھائی تھی کہ جب تک زندہ ہیں ایک دوسرے سے بدعہدی نہیں کریں گے۔

اے ماجد ولین، میں تمھیں دل میں سیکڑوں مرتبہ رو رو کر اور چیخ چیخ کر پکارتا ہوں، لیکن میری آواز تمھارے کانوں تک نہیں پہونچتی اور تمھیں میرے حال پر ذرا رحم نہیں آتا۔

اگر تم اپنی زندگی میں کسی ایسی عورت کو دیکھو جو اپنے شوہر کی قبر پر دو زانو بیٹھی ہوئی ماتم کر رہی ہو، اور انتہائی حسرت و یاس سے رو رہی ہو، کیونکہ وہ اس سے بے انتہا محبت کرتی تھی اور اس سے عین عالم شباب میں چند چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر جدا ہو گیا تھا اور اسے روتا دیکھ کر تم بھی رونے لگو۔

یا تمھیں راستہ میں کوئی غریب لڑکی نظر پڑے جو ماری ماری پھر رہی ہو، روتی جاتی ہو اور ہر آنے والے سے اپنے چھوٹے بیمار بھائی کی دوا کے لئے، جس کا اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے، بھیک کے چند پیسے مانگنے کے لئے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ پھیلا رہی ہو، اور تم رحم کھا کر اسے اپنے پاس ٹھکانا دیدو اور اس کی خواہش کو پورا کردو۔

یا کبھی کسی دریا پر تمہارا گزر ہو اور تم اس کے کنارے ایک عورت کو چیختے ہوئے دیکھو جو رو رو کر لوگوں کو اپنے اُس اکلوتے بچے کی مدد کے لئے بلا رہی ہو جو اس کی آنکھوں کے سامنے دریا میں ڈوبا جا رہا ہے، لیکن بچانے والا کوئی نہ ہو یہاں تک کہ وہ ڈوب جائے اور ڈوب کر پھر نہ اُبھرے۔ یہ دیکھ کر وہ پاگل ہو جائے اور اس بیخودی میں وہ بھی دریا میں کود پڑے اور تم اس کی اس مصیبت پر رو دو۔

یا تم اس غریب بڈھے کا قصہ سنو، جو اپنی قریب المرگ بیوی اور بیمار لڑکی کے سرہانے دو زانو بیٹھا ہوا ہو اور پولیس کا سپاہی اُسے گرفتار کرنے کے لئے اسکے گھر میں گھس آئے ہوں، کیونکہ اس نے گزشتہ رات ان دونوں کی جانکنی کی تکلیف سے مجبور ہو کر ان کے لئے ایک روٹی چرائی تھی اور ہر چند وہ ان سپاہیوں سے التجا کرے کہ اسے ایک گھنٹہ کی مہلت دیدیں تاکہ اسے اپنی بیمار بیوی کے متعلق خدا کے آخری فیصلے کا علم ہو سکے! لیکن وہ سخت دل انکار کر دیں۔

یا تم اس شخص کے واقعہ کو سنو جو کسی بے آب و گیاہ صحرا میں راستہ بھول گیا ہو پیاس کی شدت برابر بڑھ رہی ہو، اور وہ ہر طرف پانی کی تلاش میں حیران و سرگرداں پھر رہا ہو۔ لیکن پانی کہیں نہ ملے، یہاں تک کہ وہ تھک کر گر پڑے اور چلنے سے رہ جائے۔ پھر اُسے کہیں دور سے پانی کی چمکتی ہوئی سفید چادر دکھائی دے اور وہ بیتاب ہو کر گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا اور اپنے بہتے ہوئے خون سے میدان کی کنکریوں کو رنگتا ہوا اس کی طرف بڑھے، اور جوں ہی اس کے قریب پہونچے اور اس کے پانی کے درمیان ایک قدم سے زیادہ فاصلہ نہ رہے تو وہ پیاس کی شدت سے جان دیدے۔

یا تم اُس عورت کے قصہ کو پڑھو، جسے لوگوں نے کسی قحط کے زمانہ میں اپنی جھونپڑی کے آگے بیٹھے ہوئے دیکھا ہو، اسکی گود میں گوشت کا ایک سُرخ ٹکڑا ہو اور اس کے سامنے چولھے پر چڑھی ہوئی ہانڈی سے دُھواں نکل رہا ہو، لیکن جب وہ اس کے قریب پہونچیں تو یہ دیکھ کو ڈر جائیں کہ اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری بھی ہے اور دو چھوٹے چھوٹے پاؤں ہانڈی سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اُس وقت اُنھیں معلوم ہو کہ فاقوں نے اسے پاگل بنا دیا ہے، اور گوشت کا سُرخ ٹکڑا جو اس کی گود میں ہے، حقیقتاً اس کے بچّہ کا گوشت ہے، جسے اُس نے ذبح کر کے چھُری سے اُس کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا اور اب وہ اسے اپنے کھانے کے لئے پکا رہی ہے۔

اگر تم نے ان مصیبت زدوں کے حالات کبھی سُنے ہوں، اگر قید خانوں میں بیگناہوں کی آہ و زاری نے تمہارے کانوں کے پردوں کو کبھی ٹکرایا ہو، یا ہسپتالوں میں بیماروں کی چیخ و پکار نے تمہارے دل کو کبھی ہلایا ہو، تو اے ماجد و لین یقین کرو کہ میں اُن سب سے زیادہ بدنصیب اور اُن سب سے زیادہ تمہاری رحمت و شفقت کا محتاج ہوں۔

میرے صبر و تحمل کا پیمانہ اب بھر چکا ہے، اور اب اس سے زیادہ ضبط کی طاقت مجھ میں نہیں ہے، بہت ممکن ہے کہ اسکے بعد میں تمھیں کوئی خط بھی نہ لکھ سکوں، کیونکہ ناتوانی اپنی انتہا کو پہونچ چکی ہے، اور آنکھوں سے تیرگی کے باعث دیکھنا بھی دشوار ہے اسلئے اے ماجد و لین رخصت، زندگی بھر کے لئے رخصت اگر زندگی ابھی کچھ اور باقی ہو اور اگر نہیں تو ابھی سے ہمیشہ کیلئے رخصت

ماجد ولین کا خط اسٹیفن کے نام

میرے آقا، میں نہیں کہہ سکتی کہ تمھارے خط پڑھ پڑھکر میں کس قدر روئی ہوں، لیکن ہر مرتبہ مینے اپنے دل کو یہی کہکر تسلی دی کہ یہ بھی یاس و نومیدی کی وہ سسکیاں ہیں جنھیں زمانہ اسی طرح بند کردے گا جس طرح اس سے پہلے یاس و محرومی کی بہت سی سسکیوں کو ختم کر چکا ہے۔

اور غالباً تمھیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ بھی ہوا اُس میں تمھاری ہی بھلائی مقصود تھی اور تمھارے لئے ایک ایسی زندگی کی بنیاد ہے جو اس زندگی سے کہیں زیادہ مُبارک ثابت ہوگی۔

اے اسٹیفن تمھیں خوب معلوم ہے کہ میں ایک غریب لڑکی ہوں، اور خود تمھارے پاس بھی اتنی دولت نہیں جو ایک شوہر اور ایک باپ کے لئے کافی ہو سکے۔ اس لئے ہمارے اور تمھارے لئے بہتر ہے کہ ہم ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں اور ہم میں سے ہر ایک اپنے لئے وہی راستہ اختیار کرے جس کے متعلق اُسے یقین ہو کہ وہ اُسے فلاح و بہبود کی منزل تک پہونچا سکے گا۔ خواہ ہم اسے پسند کریں یا نہ کریں، اے میرے دوست تم پچھلی باتوں کو بھول جاؤ، اور کو بلانس جاکر اپنے والد اور دیگر اعزہ سے مصالحت کر لو اور جس لڑکی کو وہ تمھارے لئے پسند کر چکے ہیں، اُسی سے اب نکاح کر لو، اور میری طرف سے اطمینان رکھو کہ جب تک زندہ ہوں تمھاری وفادار دوست رہونگی اور اپنے دوست ایڈورڈ کی طرف سے بھی تم اپنے دل میں کوئی نفرت یا عداوت نہ رکھنا، کیونکہ خدا گواہ ہے اُس کا ان باتوں میں ہاتھ نہ تھا بلکہ یہ سب میری اپنی صوابدید تھی اور اپنے ضمیر و عقل کے علاوہ اس مسئلہ میں مینے کسی دوسرے سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ اس لئے اگر تم مواخذہ کرنا ہی چاہو تو صرف میں لائق تعزیر و دار و گیر ہوں۔

اسٹیفن کا خط ماجد ولین کے نام

اے ماجد ولین، تم تو ہر چیز کو بھول گئیں، خیر اب اپنی زندگی کے لئے جو مناسب سمجھو وہ پسند کرو، تمھارے خطوط تمھیں واپس کر رہا ہوں، کیونکہ اب ان کا میرے پاس رہنا کچھ مناسب نہیں ہے۔ میں تمھاری اس دوستی کا بھی اُسی وسعت قلب کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہوں جس وسعتِ قلب کے ساتھ میں اس سے پہلے تمھاری محبت کو قبول کر چکا ہوں۔ میں اپنے دل میں تمھارے یا تمھارے منگیتر کی طرف سے کوئی وجہ نفرت کی نہیں پاتا۔ بلکہ تم دونوں کے لئے سعادت و بہبود کا خدا سے طالب ہوں۔

شادی

قصبۂ دلفاخ کا گرجا آج مردوں اور عورتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور لوگ بڑی مسرت و شوق سے دولھا دلھن

کے انتظار میں دروازے کو تک رہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد گاڑیوں کے آنے کی آوازیں آنے لگیں، اور سب لوگ استقبال کے لئے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب سے پہلے ایڈورڈ، ماجد ولین کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے گرجا میں داخل ہوا۔

ماجد ولین، نہایت سفید لباس پہنے ہوئے تھی، اس کے سر پر پھولوں کا ایک تاج تھا، جو اس کے خوبصورت اور سنہرے بالوں میں بڑی خوبصورتی سے چمک رہا تھا۔ ان دونوں کے پیچھے شیخ موتر، سوزان، اس کا شوہر اور ماجد ولین کا چچا زاد بھائی ارشمید اور سوزان کا چچا زاد بھائی البرٹ اور دوسرے اعزہ یکے بعد دیگرے داخل ہوئے۔

اس کے بعد دولہا دلھن قربانگاہ کی طرف بڑھے اور پادری کے سامنے جھک گئے، انھیں دیکھ کر اور لوگ بھی جھک گئے اور استیفن بھی جو ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی گرجا آ گیا تھا، زیر لب آہستہ آہستہ یہ دعا مانگ رہا تھا کہ:-

"اے خدا، تو اپنی نگاہ لطف و کرم سے اس کی حفاظت کر، اور اُسے اپنے دامن حمایت میں لے لے، زندگی کی تمام خوشیاں تو اسے بخشدے، اور جو کچھ میں اپنی زندگی کے لئے تجھ سے طلب کیا کرتا تھا، وہ سب کچھ تو اس کی کتاب زندگی میں لکھدے"۔

اس کے بعد پادری نے جب نکاح کا خطبہ شروع کیا تو استیفن کو ایسا محسوس ہوا گویا اس کا دل بڑے زور زور سے دھڑک رہا ہے اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے دل کو تھام لیا، نگاہیں نیچی کر لیں اور پھر اس پر بیہوشی طاری ہو گئی، ایک گھنٹے کے بعد اُسے ہوش آیا تو دیکھا کہ گرجا خالی پڑا ہے، تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے اور رات کی ٹھنڈی ہوائیں روشن دانوں اور کھڑکیوں سے چلی آرہی ہیں، اس نے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگا:- "جو ہونا تھا وہ ہو چکا، ماجد ولین میرے ہاتھ سے نکل گئی، پس اب میں کیا کروں؟ کیونکر زندہ رہوں؟ اور زندگی کے باقی دن کہاں گزاروں؟ اب اس دنیا میں میرے لئے کیا ہے جس کے لئے زندگی کی خواہش کروں؟" اس کے بعد وہ باہر آیا اور جدھر کو بھی منھ اُٹھا روانہ ہو گیا اسے کچھ خبر نہ تھی کہ کدھر جا رہا ہے۔

ناگاہ اس کا گزر شیخ موتر کے گھر کے سامنے سے ہوا اور اس نے دیکھا کہ مہمان اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہیں، چنانچہ وہ وہیں اندھیرے میں باغ کی دیوار کے کنارے بیٹھ گیا۔ اور جب قدموں کی آہٹ ختم ہو گئی اور گھر مہمانوں سے خالی معلوم ہونے لگا تو وہ آگے بڑھا۔

اس نے دیکھا کہ ایک کمرے کے علاوہ باقی تمام کمروں کی روشنیاں گل ہو گئیں، وہ سمجھ گیا کہ دُلہن کا کمرہ یہی ہے اور ایک بپھرے ہوئے شیر کی طرح باغ کی دیوار کے چاروں طرف گھومنے لگا، اُسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کیوں گھوم رہا ہے اور کہاں جانا چاہتا ہے۔ اسی آمد و شد میں اُس نے ایک جگہ باغ کی دیوار میں ایک بڑا شگاف دیکھا، اور اندر داخل ہو گیا وہ آہستہ آہستہ مکان کی طرف بڑھا اور اس کمرے کے دروازے تک پہونچ گیا، جس سے روشنی چھن چھن کر نکل رہی تھی، وہ دروازے کے

قریب پہونچکر رُک گیا، اندر سے بولنے کی آوازیں اس کے کانوں میں آرہی تھیں، اس کا تمام جسم کانپنے اور تھرتھرانے لگا اور اُسے ایسا معلوم ہوا گویا وہ کسی ایسے گڑھے میں اُتر رہا ہے جس کی گہرائی اتھاہ ہے۔

اس کے بعد اس نے دروازے کے سوراخوں سے جھانکنے کی کوشش کی لیکن کچھ نہ دیکھ سکا، پھر ان پر اپنا کان رکھکر سننے لگا اور ماجد ولین کے یہ جملے اس کے کانوں میں آئے "تم تو میری زندگی ہو، اور تمہارے بغیر میرا جینا دشوار ہے"

یہ سُن کر وہ دیوانہ ہوگیا اور انتہائی غیظ وغضب میں وہ اپنے سینہ کو اپنے ناخنوں سے نوچنے لگا۔

خون بہ بہ کر اس کی قمیص میں جذب ہو رہا تھا، اور جلد کے ٹکڑے اس کی اُنگلیوں پر چپک رہے تھے، لیکن اسے نہ احساس درد تھا نہ شعور تکلیف، اسے یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ اس نے کیا کیا اور کیا ہوا، آخر وہ تھک گیا اس کے قدم لڑکھڑانے لگے اور زینہ سے نیچے گر پڑا۔

وہ رات بھر اسی طرح بیہوش پڑا رہا، صبح کو اس سے قبل کہ گھر کا کوئی شخص بیدار ہو جنفیان کی آنکھ کھلی تو اُسنے دیکھا کہ اسٹیفن سیڑھیوں کے نیچے بیہوش پڑا ہوا ہے۔ وہ اسے اس حالت میں دیکھ کر گھبرا گئی، پھر اس کی نگاہ اس کے خون آلود کپڑوں اور ناخنوں پر پڑی، سمجھی کہ اسے کسی نے قتل کیا ہے، چنانچہ اسنے چیخنے کا ارادہ کیا، لیکن اس کی آواز نے اس کا ساتھ نہیں دیا اور وہ اس کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے اس کے قریب گئی تو دیکھا کہ تنفس کی آمد وشد باقی ہے۔ اس نے اس کی پیشانی پر پانی چھڑکا اور زخموں کو دھونے لگی، یہاں تک کہ اس نے آنکھیں کھولدیں اور اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس نے جنفیان کو اپنے سامنے کھڑا ہوا دیکھا اور شرم سے اس کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور پوچھنے لگا: "کیا اسے اُس حال میں اس کے علاوہ کسی اور نے بھی دیکھا ہے؟" کہنے لگی "نہیں" تب اس نے چند لفظوں میں اپنا سارا قصہ بیان کیا اور اس سے عہد لیکر کہ اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرے گی، وہ بدقت اُٹھا اور افتاں وخیزاں اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا۔

ہذیان

ژرتز کی بیوی جوزفائن جو اسٹیفن کی تیمارداری پر مقرر کی گئی تھی، طبیب سے کہنے لگی: "مجھے ڈر ہے کہیں یہ پاگل نہ ہوجائے، میں دیکھتی ہوں کہ اس کی زبان سے سوائے ماجد ولین کے نام کے کوئی دوسرا لفظ نکلتا ہی نہیں، ہر وقت اسکے متعلق پوچھتا رہتا ہے اور سوتے جاگتے اُسی کو دیکھتا رہتا ہے۔ کبھی وہ اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتا ہے، تو خوش ہوجاتا ہے اور مسکرا دیتا ہے اور کبھی وہ اپنے پاس سے جاتے ہوئے دیکھتا ہے تو رونے لگتا ہے، اور اسے روکنے اور پکڑنے کے لئے پلنگ پر سے اُٹھ بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ اس عورت کی ملاقات کے علاوہ کوئی دوسری صورت اس بیماری سے نجات پانے کی نہیں"

طبیب یہ سُنکر کہنے لگا:- "ہاں، آج میں دلفاخ گیا تھا اور بغیر کسی سابقہ تعارف کے ماجد ولین سے ملکر مریض کی

حالت بیان کی اور اس سے درخواست کی کہ صرف ایک مرتبہ جاکر اسے دیکھ لے، ممکن ہے اسے کوئی فایدہ پہونچ جائے، پہلے تو اس کے شوہر نے اس کی سختی سے مخالفت کی، لیکن آخیر میں وہ بڑی مشکل سے اس شرط پر راضی ہوا کہ ماجد ولین تنہا نہ جائے جائے گی بلکہ وہ خود بھی اسکے ہمراہ آئے گا۔

اتنے میں کسی نے آہستہ آہستہ دروازہ کھٹکھٹایا، اور دروازہ کھلتے ہی ماجد ولین اور اس کے پیچھے پیچھے ایڈورڈ اندر داخل ہوئے، لیکن اسٹیفن کو ان میں سے کسی کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہوئی، تھوڑی دیر بعد اس نے خود ہی آنکھیں کھولیں اور جوز فائن کی طرف دیکھ کر کہنے لگا:۔ "میرے وہ کپڑے کہاں ہیں جن کے لانے کے لئے میں نے تم سے کہا تھا! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ آج اتوار ہے اور مجھے اپنی شادی کے سلسلہ میں کلیسا جانا ضروری ہے"۔

یہ سُنکر جوز فائن نے سر جھکا لیا اور کچھ نہ بولی۔ اور ماجد ولین نے بھی اس ڈر سے کہ کوئی اس کے چہرے کی زردی کو نہ دیکھ لے اپنا منھ پھیر لیا۔

اس کے بعد طبیب ماجد ولین کی طرف بڑھا اور کہنے لگا:۔ "اب آپ ذرا اس کے قریب تشریف لے آئیں اور اسکا نام لیکر بلائیں شاید وہ آپ کو پہچان لے"۔ چنانچہ وہ اس کے پلنگ کے قریب آکر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اسٹیفن نے ایک کھوئی ہوئی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا اور اپنا منھ پھیر لیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ وہ سمجھ گئی کہ پہچانا نہیں، چنانچہ اسنے اس کا نام لیکر زیادہ نرم و شیریں آواز سے پکارا، چنانچہ ادراک و شعور کی خوابیدہ قوتیں دفعتاً بیدار ہوگئیں، اور بجلی کی ایک زبردست موج اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ اس نے کروٹ بدلی آنکھیں کھولدیں اور اپنے ایک ہاتھ کے سہارے سے اُٹھ بیٹھا اور اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر جما دیں اس کے بعد وہ مسکرایا اور اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا:۔

"اے ماجد ولین میں تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے میرے پاس آنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ میں تو خود ہی تمھارے پاس جانے والا تھا، مگر مجھے نیند آگئی اور سو گیا، اچھا آؤ اور اب میرے ساتھ چلو، کیونکہ وقت بہت تنگ ہے اور میرا خیال ہے کہ ہمارے احباب کلیسا میں بڑی بےچینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ سب لوگ صف بصف، حسرت و شوق سے ہمارے آنے کا انتظار کر رہے ہیں، انگیٹھیوں میں سلگتے ہوئے عود اور اگر کی خوشبوئیں میری ناک میں یہاں تک آرہی ہیں اور ناقوس کے بجنے کی آوازیں مجھے مسلسل سُنائی دے رہی ہیں"۔

اس کے بعد اس نے ماجد ولین کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور کہنے لگا: "اے ماجد ولین تم کس قدر خوبصورت ہو اور یہ سفید چادر جو تم اوڑھے ہوئے ہو کتنی حسین ہے، بس اس وقت پھولوں کے ایک تاج کی کمی ہے"۔ یہ کہکر اسنے اپنے برابر پڑے ہوئے پھولوں کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور ان سے ایک خوبصورت سا تاج بنانے لگا۔ اس کے بعد اسنے طبیب کی طرف دیکھا اور اسے شیخ موتر سمجھ کر کہنے لگا: "ابا جان مجھے اجازت دیجئے کہ یہ تاج آپ کی صاحبزادی کو پہنا دوں"۔

طبیب نے بڑی ملتجیانہ نگاہوں سے ماجد ولین کی طرف دیکھا اور اسٹیفن نے یہ تاج لیکر اس کے سر پر رکھدیا۔ وہ بُت کی طرح خاموش کھڑی تھی اور مردے کی طرح زرد پڑگئی تھی، گویا ابھی ابھی قبر سے باہر نکلی ہے۔

وہ کہنے لگا: "اے ماجد ولین کیا تمھیں یاد ہے کہ اب سے دو سال پہلے ہنسی ہنسی میں مینے کسی وقت ایسا ہی ایک تاج تمھارے سر پر رکھا تھا اور ہم نے اسے اپنے مستقبل کے لئے ایک فال نیک شمار کیا تھا، پس اب تم دیکھو کہ ہمارا خیال کیسا ٹھیک نکلا۔ ہم ان نعمتوں پر خدا کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔

یہ کہکر وہ جوزفائن کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: "اس وقت میں اپنے سینے میں نہ معلوم کیوں ایک گھٹن سی محسوس کر رہا ہوں، تم ذرا اس کھڑکی کو کھول دو تاکہ آج کی لطیف ہواؤں میں زور زور سے سانسیں لے سکوں"۔

اس نے کھڑکی کھولدی اور وہ اپنا سر گھما گھما کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور بولا: "ہوائیں کیسی نرم ہیں، آسمان کتنا خوبصورت اور صاف ہے، اور سورج کس قدر روشن اور پُر نور ہے، ہم فطرت کے ان انعامات کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے، اور میں زمانے کے اس احسان کا جس قدر بھی ممنون ہوں تھوڑا ہے کہ اس نے مجھے میری امید دل میں اس وقت کامیاب کیا جبکہ میں ان سے تقریبًا مایوس اور ناامید ہو چکا تھا"۔

پھر اسکی نگاہ ایڈورڈ پر پڑی وہ اسکی موجودگی سے بہت خوش ہوا اُسے دیکھ کر مسکرایا اور اس سے کہنے لگا: "میرے دوست میں تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں، میرا خیال ہے کہ تمھیں نے ماجد ولین کو میری ملاقات کے لئے یہاں تک آنے پر رضامند کیا ہوگا، اور اگر تم ایسا نہ کرتے، تو اُن کی فطری شرم وحیا اسے یہاں تک کبھی نہ آنے دیتی۔ پس تم میری طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ اور میرے دوستوں میں سب سے پہلے تم ہی مجھے مبارکباد دو۔ کیونکہ تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، کیونکہ ایڈورڈ تمھیں وہ دن یاد ہیں جب ہم تم اس چھوٹے سے کمرے، میں جس میں آج ہیں اپنی مصیبت وافلاس کے دن گزارا کرتے تھے اور میں تمھارے سامنے اپنے اور ماجد ولین کی محبت کا ذکر کیا کرتا تھا اور جب تم مجھے تمسخر اور استہزا کی نگاہوں سے دیکھتے تو میں تم سے کہتا کہ اس نے مجھ سے قسم کھائی ہے کہ موت کے علاوہ کوئی دوسرا ہاتھ اسے مجھ سے علٰحدہ نہیں کر سکتا، اور وہ کبھی بھی اپنے عہد سے نہیں پھر سکتی۔ اب تم خود ہی دیکھ لو کہ میں اپنے تصورات وخیالات میں جھوٹا تو نہ تھا"۔

یہ کہکر اس نے ماجد ولین کا ہاتھ تھام لیا اور دفعتًا اس انگوٹھی کی شعاعوں میں سے ایک تیز شعاع جو اس کی انگلی میں چمک رہی تھی اُس کی نگاہوں میں کوندگئی۔ وہ بےچین ہوگیا اور اس کی نگاہوں کے سامنے وہ نظارہ آگیا، جب اسنے یہ انگوٹھی پہلی مرتبہ اس کے ہاتھ میں دیکھی تھی اور اسے ایڈورڈ کے برابر کھڑا ہوا پایا تھا۔

اس کا ہاتھ شست پڑگیا اس کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور امید کی وہ کرن جو اس کی آنکھوں میں چمک رہی تھی غائب ہوگئی، اس کی پیشانی پسینہ سے تر تھی اور وہ بہت ہی کمزور اور لرزتی ہوئی آواز میں اس طرح کہہ رہا تھا: "نہیں نہیں مجھے اس کے ہاتھ کو چھونے کا کوئی حق نہیں اب وہ میری نہیں ہے، اور نہ اس کے نزدیک میری کوئی حیثیت ہے"۔

یہ کہکر اس نے اپنا منہ اپنی چادر سے ڈھک لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ طبیب سے کہ رہا تھا: "ان سب لوگوں کو میرے پاس سے ہٹا دو کہ اب نہ ان کا مجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ میرا ان سے۔"

یہ دیکھ کر ماجد ولین رونے لگی اور اسی حالت میں اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا اور چاہتی تھی کہ اس کے پلنگ کے برابر بیٹھ جائے، لیکن ایڈورڈ نے زور سے اُسے اپنی طرف کھینچ لیا۔

دن ڈوبنے سے پہلے پہلے ایڈورڈ نے دلفاخ کو چھوڑ دیا اور اپنی بیوی کو لیکر کو بلانس چلا گیا۔

نااُمیدی

اسٹیفن پورے دو مہینے بیمار رہا اور ان دو مہینوں میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی تکلیف اس نے اُٹھائی، لیکن جوں ہی اس کی حالت ذرا سنبھلی اور اپنے بستر سے اُٹھا تو رات دن حیراں و سرگرداں پھرنے لگا۔ جہاں کہیں سر ٹکانے کو جگہ ملجاتی پڑ رہتا اور جہاں کوئی نوالہ مل جاتا کھا لیتا، وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئیں، داڑھی اور سر کے بال بڑھ گئے۔

وہ کبھی اتفاق ہی سے اپنے دوست فرتز کے گھر کی طرف آجاتا۔ لیکن جب کبھی آنکلتا تو اُس کی بیوی اور بچے سب اُس سے چمٹ جاتے۔ اسے اپنے گھر لیجاتے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد پھر وحشت اس پر مستولی ہو جاتی اور وہاں سے بھاگ نکلتا۔

وہ اسی عالمِ آوارگی میں اپنے اس چھوٹے سے گھر سے گزرا جو اس نے جو تیخ میں بنوایا تھا اور جس میں اپنی برباد رفتہ امیدوں اور تباہ شدہ آرزوؤں کے قلعے اس نے تعمیر کئے تھے، لیکن ہمیشہ منہ پھیر کر گزر جاتا اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ وہ دور ہی سے اس کی بلندیوں کا کوئی حصہ دیکھ کر لوٹ گیا کہ کہیں ادھر سے گزرنا اور اسے دیکھنا نہ پڑے۔

اس کی عادت تھی کہ جب کبھی وہ کسی راستہ پر گزرتا تو سیدھا چلا جاتا، نہ رُکتا تھا نہ ٹھہرتا تھا، اور نہ دائیں بائیں کسی طرف مڑ کر دیکھتا تھا، جب اس کے سامنے کوئی دیوار آجاتی یا کوئی دریا اس کا راستہ روک لیتا، یا لوگوں کا مجمع اسے اپنے سامنے نظر آجاتا تو ہوش میں آتا اور پھر اُلٹے پاؤں واپس ہو جاتا۔

ایک دن صبح کے وقت وہ حسب عادت نکل کھڑا ہوا، اور چلتے چلتے دوپہر کے قریب کو بلانس تک پہونچ گیا اور وہاں کی گلیوں میں گھومنے لگا، لوگ اسے دیکھتے اور اس کی پریشان حالت اور پھٹی ہوئی آنکھوں کو دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔

وہ اسی طرح گھوم رہا تھا کہ اس کے قریب ہی سے ایک گاڑی نکلی اور اس میں سے قہقہہ کی ایک آواز بلند ہوئی یہ آواز اس کے کانوں تک پہونچی اور کچھ کچھ مانوس معلوم ہوئی اس نے مڑ کر دیکھا تو ایڈورڈ اور

ماجدولین تھے یہ دیکھتے ہی وہ بیہوش ہوکر گر پڑا اور جب دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو وہ کوبلانس کی حدود سے باہر نکل گیا۔ یہاں پہونچکر اسے ایک دریا نظر آیا جو ایک سرسبز کھیت کے برابر برابر بہ رہا تھا۔ وہ اس کے کنارے بیٹھ کر سوچنے لگا:

"ہم خودکشی سے صرف اس لئے ڈرتے ہیں کہ زندگی ہمیں بہت پیاری ہے، اور زندگی تمام مصیبتوں اور غموں کے باوجود ہمیں صرف اس لئے پیاری ہے کہ ہم احمق و ناداں ہیں۔ ہم ایسی چیز کی خواہش کرتے ہیں جو ہماری دسترس سے باہر ہے۔ ہماری مثال اس جواری کی سی ہے جو جتنا زیادہ ہارتا ہے اسی قدر جیتنے کی حرص اور زیادہ بڑھتی جاتی ہے اسلئے اگر ہم اس دُنیا میں اپنی خوشی سے نہیں آئے ہیں تو پھر کیوں نہ اپنی مرضی کے مطابق جب چاہیں یہاں سے چلے جائیں"

آخر کار خودکشی پر اس کا ارادہ پختہ ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اپنی زندگی کو کس طرح ختم کرے۔ خودکشی کی مختلف صورتیں اسکے سامنے تھیں۔ لیکن اس کے شاعرانہ اندازِ فکر نے اسے ایک نئی شکل کی طرف رہنمائی کی اور وہ یہ تھی کہ وہ ماجدولین کے نام ایک خط لکھے جس میں تفصیل کے ساتھ اپنے رنج و ملال کا ذکر کرے، اور پھر اسے اپنی خودکشی کے ارادے سے آگاہ کرے اور وہ جگہ بھی بتلادے جہاں سے وہ اپنے آپ کو دریا میں گرائے گا، پھر اگر ماجدولین آئی اور اس نے اسے دریا میں سے نکالا، تو اس پر اس کے اخلاص و وفاداری کا ضرور اثر ہوگا اور اس کی موت پر سخت ماتم کرے گی اور دل ہی دل میں شرمندہ ہوگی، اور جب تک زندہ رہے گی، آنسو بہاتی رہے گی۔

ٹھیک اس وقت اس کے کان میں اس قہقہہ کی آواز آئی جو اس نے تھوڑی دیر پہلے سنا تھا، جبکہ وہ گاڑی میں بیٹھی ہوئی اپنے شوہر کے ہمراہ جارہی تھی اور اس کی خودداری لوٹ آئی اور وہ اپنے دل سے کہنے لگا، کہ جو شخص اس قدر سخت دل اور بے رحم ہو وہ کب ان چیزوں کی پرواہ کرسکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے پاس میرا خط پہونچے اور وہ اسے نظر انداز کردے۔ پھر میری موت کی خبر کو سُنے اور ایک اطمینان کا سانس لے، اور دل ہی دل میں یہ سمجھ کر خوش ہو کہ چلو اچھا ہوا اس کے افقِ حیات پر جو سیاہ بادل چھایا ہوا تھا وہ چھٹ گیا۔

اس کے بعد اس نے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگا: "بُرا ہو اس نامرادی کا، مجھ پر ہر چیز دشوار ہوگئی ہے حتّٰی کہ مرجانا بھی"

سعادت

ایک شام جبکہ اسٹیفن، فرتز کی کشتی میں سوار تھا اور وہ دریا کے بہاؤ پر موجوں کو چیرتی ہوئی بڑی تیزی سے جارہی تھی، وہ اسٹیفن سے کہنے لگا: "میرے آقا! اب اپنے پر رحم کیجئے جو ہونا تھا وہ ہوچکا، گزری ہوئی باتوں پر افسوس بیکار ہے اور اگر میں آپ سے کچھ کہہ سکتا تو یہی کہتا کہ آپ کے لئے اس عزتِ نفس اور خودداری کے مالک ہوتے ہوئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ اپنی پوری زندگی ایک ایسی عورت پر قربان کردیں جس کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کوئی بہتر سلوک نہیں کرسکتی۔

میرے آقا، اس عورت نے آپ کی زندگی کی ساری تازگی و شادابی آپ سے چھین لی، اب جو کچھ رہ گیا ہے اسی کو غنیمت سمجھئے اور اس زندگی میں خدا نے جو جو نعمتیں مہیا کی ہیں ان سے فائدہ اُٹھائیے۔

میرے مولا، آپ تو شاعر ہیں، شاعر کا دل آئینہ ہوتا ہے جس میں کائنات کی صورتیں بڑی ہوں یا چھوٹی، ایک ایک کر کے نظر آتی ہیں۔ اگر سعادت باہر سے آپ کے پاس آنے میں بخل کرتی ہے تو آپ اسے اپنے دل کی گہرائیوں میں تلاش کیجئے کیونکہ آپ کا دل تمام کائنات کی اور جو کچھ اس میں ہے ایک چھوٹی سی تصویر ہے۔

آسمان کس قدر خوبصورت ہے، اور شاعر وہی ہے جو اس کی خوبصورتی کے راز کو پالے، اور اپنی نگاہوں سے اس کے نیلگوں اور شفاف جسم سے گزر کر اس بلند دُنیا کو دیکھ لے جہاں تک نگاہیں نہیں پہونچ سکتیں۔

سمندر کس قدر مہیب ہے، اور شاعر وہی ہے جو اس کی عظمت و جلال کو محسوس کرے اور ان کے چمکتے ہوئے صفحات پر ان قوموں کی تاریخ کو پڑھ لے جنھیں وہ اپنی موجوں میں لپیٹ چکا ہے اور ان بستیوں کی تصویر کو دیکھ لے جنھیں وہ تہ و بالا کر چکا ہو اور ان سلطنتوں کے عکس کو پہچان لے، جن کے تختے وہ اُلٹ چکا ہے اور ابھی تک اپنی حالت پر بدستور ہے، نہ بدلتا ہے نہ متغیر ہوتا ہے، اور نہ گردشِ لیل و نہار سے پُرانا پڑتا ہے۔

رات بہت وحشت خیز ہے، لیکن شاعر وہی ہے جو اس کی خاموشی و سکون میں روتے ہوئے دلوں کی فریاد۔ درد مندوں کی آہوں اور آسمان کی طرف چڑھتی ہوئی دعاؤں کی آوازوں کو سُن لے،

شاعر کو ہر اس چیز میں جسے وہ دیکھتا یا سنتا ہے ایک حسن نظر آتا ہے، یہاں تک کہ مرجھائے ہوئے پھولوں اور گھانس کی سوکھی ہوئی پتیوں، بھنبھناتی ہوئی شہد کی مکھیوں اور آشفتہ سر پروانوں، چیونٹیوں کی قطاروں، ٹوٹی ہوئی دیواروں اور بیٹھی ہوئی قبروں، خوفناک سایوں اور خوشگوار خیالوں، سمندر کے کناروں پر پڑے ہوئے مینڈکوں اور پتھر کے دلوں میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے کیڑوں تک میں وہ اس حسن کو دیکھ لیتا ہے۔"

اسٹیفن یہ سُنکر تھوڑی دیر تک تو اپنا سر جھکائے بیٹھا رہا اور اسی اثنا میں اس کا دماغ مختلف خیالات کا جولانگاہ بنا رہا پھر سر اُٹھا کر بولا: - "اے فرتز جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر عمل کرنے کی بہت دنوں سے کوشش کرتا رہا ہوں۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ ———— اگر ممکن ہوتا تو میں اپنے اس دل کو اپنے ہاتھوں سے مسل دیتا اور پھر اس کی خاک کو بگولوں کی نذر کر دیتا، لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جانتا ہوں کہ میں ایک خاص مدت کے لئے جو میرے لئے مقدر ہو چکی ہے، اس ابتلا میں ڈالا گیا ہوں۔ تاہم میں اسوقت تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم مجھے آج کے بعد سے اس کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھو گے اور نہ اس کی یاد میں آنسو بہاتے ہوئے پاؤ گے۔ عشق و محبت کی جو چنگاریاں ... دل میں دبی ہوئی ہیں، میں خدا سے یہی دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ان پر قدرت و طاقت عطا فرمائے۔"

سکون

محبت ایک ابرِ کرم ہے اور جب یہ کسی پاک سرزمین پر برستا ہے، تو رحمت و شفقت کا پھل لاتا ہے، لیکن یہی قطرہ جب کسی بنجر زمین پر ٹپکتا ہے تو حسد، غضب، شرارت و انتقام کی پیدائش کا سبب ہوتا ہے۔

اسٹیفن نیک طینت انسان تھا۔ چنانچہ اسکے مصائب و آلام جو ہر وقت اس کے دل میں ایک تلاطم بپا کئے رہتے تھے پاکیزہ احساسات میں تبدیل ہو گئے۔ وہ مصیبت زدوں کی مصیبت کو دیکھ کر رونے لگا اور غریبوں کی غربت و احتیاج کا حال سُنکر تڑپنے لگا۔

اس نے اپنے دوست فرتز سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔ اور ماجد ولین کا ذکر کرنا چھوڑ دیا، اس نے اپنے دل کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اسے بھول جائے اور اس کے ساتھ گزارے ہوئے زمانہ کی یاد کو فراموش کر دے۔

اس کی تکلیفیں دل کے ایک خالی گوشے میں سمٹ گئیں اور اگر اس نے انھیں یاد کیا بھی تو اس طرح جس طرح کوئی ڈراؤنے خوابوں میں سے کسی بھولے ہوئے خواب کو کسی نہ کسی وقت یاد کر لیتا ہے اور پھر اپنے کام میں لگ جاتا ہے۔

اب وہ دور و نزدیک جہاں کہیں کسی مصیبت زدہ کے متعلق سُن پاتا فوراً اس کے پاس جاتا اور اسکی امداد و اعانت کرتا۔ رات کی تاریکی ہو یا دن کی روشنی جس وقت بھی کوئی شخص اس کے دروازے کو اپنی کسی غرض کے لئے کھٹکھٹاتا وہ اس کی دستگیری کرتا، وہ فرتز کے خاندان کو اپنا خاندان سمجھنے لگا۔ ان کے ہر درد اور دُکھ میں ان کا شریک ہو گیا، انھیں کھانے اور پہننے کو دیا اور خود بھی انھیں کے ساتھ رہنے سہنے لگا۔ جو بڑے تھے وہ اسے بھائی اور جو چھوٹے تھے وہ اسے باپ سمجھنے لگے اور ان لوگوں کے ساتھ رہ کر اسکے دل کو وہ مسرت و سکون حاصل ہوا، جسے وہ اپنی بیوی بچّوں کے ساتھ رہ کر حاصل کرنے کا آرزومند تھا، اور اپنے پُرانے فن، فنِ موسیقی کی طرف لوٹ گیا جس کی طرف سے گزشتہ حالات و واقعات نے اسے غافل بنا دیا تھا۔

اسٹیفن موسیقی کا کوئی بڑا ماہر نہ تھا، لیکن وہ صاحبِ دل تھا اور دل ہی وہ پرجوش سرچشمہ ہے جہاں سے شعر و موسیقی اور تمام فنونِ لطیفہ کے فوارے اُچھلتے ہیں، اس لئے اس نے بہت سے دل ہلا دینے والے نغمے ایجاد کئے اور اسکی حیثیت ماہر سے زیادہ ایک مخترع کی سی ہو گئی۔

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

میری تو یہی آرزو تھی کہ کوبلانس میں ہم تم دونوں زیادہ دنوں تک ایک ساتھ رہتے اور موت کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکتی۔ لیکن تمھارے شوہر کی یہی مرضی تھی کہ وہ تمھیں لیکر یہاں سے بہت دور

چلے جائیں ۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ تم اپنے نئے گھر میں بھی اسی طرح خوش و خرم ہو گی جس طرح کو بلانس میں رہا کرتی تھیں۔

خدا کا شکر ہے میں بھی اچھی ہوں اور تمہاری محرومی دیدار کے علاوہ کوئی دوسری تکلیف نہیں ہے، ایڈورڈ بھی مجھ سے بہت محبت کرتا ہے جس کے لئے میں اس کی ممنون ہوں۔

اے سوزان تم سے کیا چھپاؤں کہ میں دل ہی دل میں اس غریب نوجوان پر کس قدر کڑھا کرتی تھی، جس پر صرف میری وجہ سے بدبختی کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ لیکن آج مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے سیدھے اور معتدل راستے کی طرف لوٹ آیا ہے، اور اپنے اس گھر میں جو اس نے جو تنج میں بنوایا تھا ایک ایسی خاموش اور پرسکون زندگی بسر کر رہا ہے جو رنج و غم کی آمیزش سے خالی ہے، بلکہ میں نے تو یہاں تک سُنا ہے کہ اب وہ فن موسیقی سے بیحد دلچسپی لینے لگا ہے اور اس کے تمام لطیف جذبات و احساسات اسی میں صرف ہونے لگے ہیں اور جن لوگوں نے مجھ سے اس کا تذکرہ کیا ہے ان لوگوں کا خیال ہے کہ شاید چند سال بعد ہی وہ اس میں بہت بلند پایہ شخصیت شمار ہونے لگے گا۔ اس لئے میں خدا کا بہت بہت شکریہ ادا کیا کیونکہ میں یہی سوچا کرتی تھی کہ اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو یقیناً میری زندگی بھی تلخ ہو جائے گی۔

اے سوزان، ذرا جلدی جلدی لکھا کرو، تمہاری جدائی میں تمہاری باتیں ہی باعث تسکین ہوتی ہیں۔

ماجدولین کا خط سوزان کے نام

میں تمھیں دلی رنج و تکلیف کے ساتھ یہ خبر بد سناتی ہوں کہ میرے والد خدا انھیں بخشے، پانچ ماہ کی طویل علالت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے، میں ان کی اس بیماری کے زمانہ میں ولفاخ ہی رہی اور وہیں ان کی تیمارداری کی۔ اب میں چند روز ہوئے کو بلانس آگئی ہوں اور یہی وجہ تھی کہ تمہارے خطوں کا جواب بھی نہ دے سکی۔ مجھے امید ہے کہ تم میری اس غلطی کو معاف کر دو گی اور اس غم میں میرے ساتھ آنسو بہاؤ گی۔

میں نہیں کہہ سکتی کہ اس حادثہ جانکاہ نے مجھ پر کیا اثر کیا، لیکن اس مصیبت میں میرے لئے جو چیز کسی قدر صبر و سکون کا باعث ہوئی وہ یہ تھی کہ میری بہت سی سہیلیوں، اور میرے شوہر کے بہت سے دوستوں نے مجھے تعزیت کے بہت ہی نرم و نازک خطوط لکھے اور میرے دل کے غم و اندوہ کو ایک حد تک ہلکا کر دیا، لیکن جس چیز نے مجھے انتہائی تعجب میں ڈالدیا وہ یہ تھی کہ انہی خطوں میں مجھے ایک خط استیفن کا بھی ملا، جس میں میرے والد کے انتقال پر دلی صدمہ کا اظہار کیا تھا، اور ایسے انداز میں مجھ سے خطاب کیا تھا جیسے کوئی اپنے بہترین دوستوں سے خطاب کرتا ہے۔

مجھے اس پر سخت تعجب ہوا اور دل ہی دل میں کہنے لگی کہ یہ شخص اُن تمام باتوں کے باوجود جو میرے اور اسکے درمیان ہوئیں، اگر اب بھی اپنے دل میں میری اتنی عزت کرتا ہے تو یقیناً وہ بڑا شریف النفس انسان ہے۔

اے سوزان، کیا تم بھی اس غیر معمولی انسان پر تعجب نہ کرو گی کہ اس کی عقل پر کل تک ہم لوگ ہنسا کرتے تھے اور جسے ہم آشفتہ مزاج لوگوں میں گنا کرتے تھے، اب اس کی حالت کس قدر بدل گئی، اور اب وہ ایسا نیک دل ہو گیا ہے کہ کسی سے کوئی کینہ یا عداوت نہیں رکھتا اور ایک ایسے گناہ کے بخش دینے پر بھی آمادہ ہے، جسے کوئی دوسرا شخص نہیں بخش سکتا اور ایسی برائی کو بھی بھلا سکتا ہے، جسے کوئی دوسرا نہیں بھول سکتا۔

اپنے شوہر سے میرا اور ایڈورڈ کا سلام کہنا، اچھا رخصت، والسلام

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

اے سوزان تم نے مجھے تین مہینے میں صرف ایک خط لکھا، اور وہ بھی پانچ سطروں سے زیادہ نہ تھا میں تمھاری اس کوتاہ نویسی پر کبھی صبر نہیں کر سکتی۔

اے سوزان جب سے میرے والد کا انتقال ہوا ہے، میں اپنے سینہ میں ایک انقباض اور اپنے اندر ایک اضمحلال محسوس کرنے لگی ہوں، اور میں نہیں کہہ سکتی کہ ایڈورڈ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ پہلے کی بہ نسبت میری طرف سے کچھ بدل سا گیا ہے اور اب مجھے اس نگاہ سے نہیں دیکھتا جس نگاہ سے پہلے دیکھا کرتا تھا۔

میں یہ نہیں کہتی کہ وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے، یا مجھ سے تنگ آ گیا ہے، لیکن اس قدر ضرور کہوں گی کہ اب اس کی آنکھوں میں اپنی طرف سے ایک برگشتگی، اور رکاوٹ محسوس کرنے لگی ہوں، جو اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی، اب اس کا کوئی تبسم تصنع کی آمیزش سے خالی نہیں ہوتا، حالانکہ اس سے پہلے اس میں محبت ہی محبت ہوتی تھی۔ اب ہماری گفتگوؤں میں طویل اور وحشت انگیز وقفے حائل ہونے لگے ہیں حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔

اب یہ کیفیت ہے کہ میں جس چیز کو اچھا کہوں وہ اسے برا سمجھتا ہے، اور جس چیز کو میں برا کہوں وہ اسے اچھا کہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ جان بوجھ کر میری مخالفت کرنا چاہتا ہے۔ اب وہ دوستوں سے بہت زیادہ مانوس ہو گیا ہے اور گھنٹوں انھیں کے پاس بیٹھا رہتا ہے۔

پہلے اگر میں کبھی کسی دوست کے سامنے ہنس دیتی تھی یا کسی کے تبسم کے جواب میں مسکرا پڑتی تھی یا کسی کے ساتھ کچھ بات چیت کرنے لگتی تھی، تو وہ یہ دیکھ کر چپ ہو جاتا تھا اور اس گہری خاموشی کا اثر اس کی آنکھوں اور زبان سے ظاہر ہونے لگتا تھا۔ لیکن اب وہ ان باتوں میں سے کسی چیز کی پروا نہیں کرتا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ غیرت ہی محبت کا دھواں ہے اور جب یہ آگ بجھنے لگتی ہے تو دھواں نکلنا بھی بند ہو جاتا ہے۔

اے سوزان میری ان باتوں سے تم غمگین نہ ہونا بہت ممکن ہے کہ یہ سب میرا وہم و خیال ہو، اور کیا عجب ہے کہ میں چند ہی روز بعد تمھیں لکھوں کہ میں بحمد اللہ خوش و خرم ہوں، اور اب ان توہمات کا کوئی اثر میری طبیعت پر نہیں ہے۔

سوزان کا خط ماجد ولین کے نام

اس میں شک نہیں اے ماجد ولین کہ تم بڑی وہمی ہو، ایڈورڈ یقیناً تم سے بیحد محبت کرتا ہے اور میں تمھیں مشورہ دیتی ہوں کہ تم اپنی ان آشفتہ خیالیوں کے ساتھ کسی کے سمجھنے کی کوشش نہ کیا کرو، کیونکہ یہ بڑی پریشان کن اور تھکا دینے والی بات ہے۔

یاد رکھو کہ سعادت ایک پھول ہے جو اسی وقت تک تر و تازہ رہتا ہے جب تک کہ اس کا دیکھنے والا اسکی خوشنمائی اور خوشبو پر اکتفا کرتا رہے، لیکن جب وہ اس سے بڑھکر اسے چھونے اور ہاتھ لگانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ مرجھا جاتا ہے اور اس کی رونق و خوبصورتی جاتی رہتی ہے۔

زیادہ بجز سلام کے اور کیا لکھوں، خدا حافظ۔

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

پچھلے دنوں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، جسے میں تم سے کہے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چند روز ہوئے مجھے اور ایڈورڈ کو ایک تفریحی جلسے میں شرکت کی دعوت دیگئی اور صاحب جلسہ نے دعوت دیتے وقت یہ بھی کہا کہ اس جلسہ میں ایک بڑا ماہر موسیقی بھی شریک ہوگا، ہم نے اس کا نام معلوم کرنے کی کوشش بھی کی لیکن اس نے ظاہر نہیں کیا۔

چنانچہ میں اس جلسہ میں گئی اور میرے جانے کا اس کے علاوہ کوئی اور مقصد ہی نہ تھا کہ میں موسیقی کے اس ماہر کو دیکھوں اور اس کے گانے سنوں، چنانچہ میں برابر پیانو کی کرسی کی طرف نگاہیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہی تھی کہ ایک دُبلا پتلا سانولے رنگ کا نوجوان، ان لوگوں میں سے نکل کر اس کرسی کی طرف بڑھا یہ **اسٹیفن تھا۔**

میرے لئے اس کو پہچان لینا کوئی آسان کام نہ تھا، کیونکہ اب وہ پہلا سا پریشان حال انسان نہ تھا، بلکہ ایک دوسرا انسان تھا نہایت خوش طبع، خوش پوشاک اور خوش اخلاق۔

اس کے بعد اس کی اُنگلیاں پیانو کے تاروں سے کھیلنے لگیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا وہ اس کے تاروں سے نہیں بلکہ دلوں اور جذبات سے کھیل رہی ہیں۔ اسی اثنا میں وہ نہایت ہی پر درد اور پر سوز لہجے میں گانے لگا، ہم سُن رہے تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا گویا ہم اس دُنیا سے کسی دوسری دنیا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور یہ جو کچھ ہم سُن رہے ہیں اس عالم آب و گل کی آواز نہیں ہے بلکہ کسی اور دُنیا کی چیز ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخری گیت پر پہونچا تو حاضرین نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس کی تعریف کرنے لگے۔

وہ بھی ان کی اس تعریف اور عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتا رہا، اور بیچ بیچ میں ایک ایسے عجیب اور پر سکون تبسم کیساتھ

مسکرا تا رہا کہ اس کی طرف دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ بہ تکلف مسکرا رہا ہے۔ لیکن مجھے اس کے اس تبسم میں کسی اندرونی غم کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

جس وقت بینے اور ایڈورڈ نے اسے مُبارکباد دی، تو میں سمجھی کہ وہ ہم لوگوں کو دیکھ کر منھ پھیر لیگا، لیکن جوں ہی اسکی نگاہ ہم دونوں پر پڑی، ایک ہلکی سی کپکپی تو ضرور اسکے ہونٹوں میں پیدا ہوئی، لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا اور ایسے سکون و اطمینان کے ساتھ ہم سے باتیں کرنے لگا جیسے وہ کسی ایسے سلسلۂ کلام کو ختم کر رہا ہے جو پہلے سے ہمارے اور اس کے درمیان جاری تھا۔

اس کے بعد جوں جوں وقت گزرتا گیا، اس کے اور ہمارے درمیان وحشت و اجنبیت کی خلیج کم ہوتی گئی چنانچہ ہم نے اس سے مختلف موضوع پر گفتگو کی اور ایڈورڈ نے اس سے وعدہ کیا کہ عنقریب اس کی ملاقات کے لئے اس کے گھر آئے گا۔ اس کے بعد ہم لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

اے سوزان میرے سینے کے انقباض اور غم والم کا وہی عالم ہے۔ ایڈورڈ، اپنی عنایتوں کے لحاظ سے مجھ سے جس قدر قریب ہے، اپنے دل اور جذبات کے لحاظ سے اسی قدر دور ہے۔ اس نے اپنے دل کے خالی حصوں کو مختلف کیفیتوں سے بھر رکھا ہے، جنھیں نہ میں جانتی ہوں نہ سمجھتی ہوں اور محبت کے لئے صرف ایک چھوٹا سا کونہ رہنے دیا ہے، جہاں محبت کے لطیف جذبات گھٹتے سے محسوس ہوتے ہیں، اب میرے ساتھ اس کی محبت بہت سرد ہو گئی ہے، اور شاید وہ اس محبت سے زیادہ نہیں جو وہ اپنے گھوڑوں، اپنے محلوں اور باغوں سے رکھتا ہے۔

میں جانتی ہوں کہ اگر وہ اس سے زیادہ محبت کرنا چاہے بھی تو نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کا نفس ایسا روشن اور پر شعور نفس نہیں ہے جو محبت کی راہوں میں سے ہر راہ پر چل سکے، وہ محبت کے صرف اُن مادی مفہوم کو جانتا ہے جس سے ایک حیوان بھی ناواقف نہیں۔

اور میری عزیز بہن، سچ تو یہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی کے اُن ایام میں جو اس کے ساتھ گزارے باوجود اس سے محبت کرنے کے ایک دن بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ میرا دل اس کے دل سے ملگیا ہے بلکہ ہمیشہ یہی خیال کرتی رہی کہ اگرچہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے، تاہم وہ میرے دل میں اس لطیف اور شاعرانہ محبت کا شعلہ روشن کرنے سے قاصر ہے جسکے بغیر ایک عورت اپنے شوہر سے مطمئن نہیں ہو سکتی۔

میں بہت روز سے ایسا محسوس کر رہی ہوں گویا تمام دنیا سے دور ایک ایسے کونہ میں پڑی ہوئی ہوں جہاں نہ کوئی بات کرنے والا ہے نہ سننے والا۔ اس لئے جس وقت مجھے کوئی فکر ستاتی ہے یا کسی رنج و خوشی کی خبر کو سنکر میرے

دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے، تو میں ان میں سے کوئی چیز بھی اس سے بیان نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اُسے سنکر یا تو سمجھیگا نہیں یا اسے حقیر سمجھ کر مجھے بھی حقیر سمجھنے لگے گا، اس لئے میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوتا کہ میں اسے اپنے دل میں گھونٹ گھونٹ کر رکھوں۔

اے سوزان، کیا اب بھی تم یہی سمجھتی ہو کہ مجھے تمھاری احتیاج نہیں ہے اور میرے پاس آنے کی تمھیں کوئی ضرورت نہیں۔

سوزان کا خط ماجد ولین کے نام

میں دیکھتی ہوں کہ تم اپنے ہر خط میں اسٹیفن کا ذکر کرتی ہو۔ شاید تم اس چیز کو بھول گئی ہو کہ اب وہ تمھارے لئے ایک غیر آدمی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے ساتھ تمھارا دیرینہ تعلق کبھی کا ختم ہو چکا ہے، مجھے ڈر ہے کہیں تمھارے اس رنج کا سبب اسٹیفن کی وہ ملاقات تو نہیں ہے جس کا ذکر تم مجھ سے کر چکی ہو، کیونکہ مجھے یاد نہیں آتا کہ آج سے پہلے بھی میں نے تمھیں کبھی ایڈورڈ کی شکایت کرتے سُنا ہو، یا اس کے ساتھ رہنے میں اس حد تک بیزاری محسوس کی ہو، میں جو کچھ کہہ رہی ہوں تم اس سے متوحش نہ ہونا، کیونکہ نہ میں تم پر کوئی تہمت لگاتی ہوں، اور نہ تمھارے بارے میں، جیسا کہ تم خود جانتی ہو کوئی شک و شبہ رکھتی ہوں۔ لیکن مجھے تمھاری طرف سے اس قدر اندیشہ ضرور ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو تمھارے ماضی کی یاد تمھارے حال سے ٹکرائے اور اس طرح تم نہ ماضی کو پا سکو اور نہ حال سے فائدہ اٹھا سکو۔

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

جس غم کو میں اس وقت اپنے اندر پاتی ہوں، اس کا اسٹیفن سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور میرے اور اس کے درمیان جو تعلق ہے وہ ان دو دوستوں کے تعلق سے زیادہ نہیں ہے، جن میں سے ایک نے دوسرے کے لئے انتہائی مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھائی ہوں اور اس دوسرے شخص نے اس کے ان احسانات کے بدلے میں اسکا صرف شکریہ ادا کیا ہو۔

تم اپنے خط میں جس چیز کی طرف اشارہ کر رہی ہو، میں قسمیہ کہتی ہوں کہ اس کا میری طبیعت پر کوئی اثر نہیں ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ خود اس کی طبیعت پر بھی اس کا کوئی اثر نہ ہوگا، کیونکہ اس رات کے علاوہ جس کا ذکر تم سے کر چکی ہوں، میں اس سے دو مرتبہ اور بھی مل چکی ہوں۔ مگر میں نے اس کی نگاہوں میں یا اس کی گفتگو میں گزشتہ محبت کا کوئی نشان نہیں دیکھا غم کی ایک ہلکی سی جھلک، اس کی آنکھوں میں ضرور نظر آتی ہے، لیکن غالباً وہ غمگین و افسردہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس کے گزشتہ غم کی تصویر ہے جو زمانہ نے اس کے چہرہ پر کھینچی تھی اور اب اک دھندلے خاکہ کی طرح باقی رہ گئی ہے۔ جس طرح

زخم کے مندمل ہو جانے کے بعد اس کا نشان رہ جاتا ہے۔

اس لئے اے سوزان تم مطمئن رہو، میرے متعلق تمہاری رائے آج بھی وہی ہونا چاہئے جو کل تک رہی ہے۔ اور میرے اور تمہارے درمیان جو یہ بعد ہے، اسے میرے اور تمہارے نفس کا حجاب نہ بن جانا چاہئے۔

اسٹیفن کی ترقیاں

اسٹیفن کی شہرت عام ہو گئی، اور اس کا شمار موسیقی کے ماہروں میں ہونے لگا۔ جو تنج اور اس کے قرب جوار سے لیکر کو بلانس تک بہت سے گانے والوں اور اداکاروں نے اس کے گاؤں میں آکر اس سے ملاقاتیں کیں اور گانے کی فرمائشیں کیں اور اس طرح دولت کے دروازے اس پر کھل گئے۔ اس کا باپ بھی مر چکا تھا اور جو کچھ اسنے چھوڑا اس کا وارث بھی وہی ہوا۔ چنانچہ جب وہ کسی کام سے ایک دو روز کے لئے کو بلانس جاتا تو اپنے ہی گھر میں قیام کرتا، اور وہیں اس کے دوست احباب اور اس کے معتقدین اسکی ملاقات کو آیا کرتے۔

اسے اپنی زندگی کے اس نئے راستہ میں ایک قسم کا سکون ملنے لگا تھا، لیکن اس کے باوجود بسا اوقات ان کی تنہائی و خاموشی میں تمام گزشتہ باتیں اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتیں کبھی وہ رات اس کو یاد آجاتی جب وہ کو بلانس سے بے یار و مددگار مارا مارا نکلا تھا، اور کبھی وہ رات جب وہ ماجد ولین کو دیکھنے کے لئے سوزان کی شادی میں گیا تھا اور ایک مہمان نے اس کے چہرے پر کوڑا مار کر اسے زخمی کر دیا تھا، کبھی اس رات کا خیال آجاتا جو اس نے اپنے ایک عزیز کے مرنے پر انتہائے خوف و ہراس کے عالم میں اس کے گھر گزاری تھی، اور کبھی اس رات کا جو اس نے ماجد ولین کی سیڑھیوں کے نیچے پڑے پڑے صبح کر دی تھی اور وہ اپنے شبستان عیش میں لیٹی ہوئی ایڈورڈ سے مصروف راز و نیاز تھی اور پھر اسکے سامنے کبھی اس کے بھائی کی تصویر آجاتی، کہ وہ میدان جنگ میں گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے پڑا ہوا ہے، گھوڑے اسے روند رہے ہیں اور اس کے جسم کو چھلنی بنا رہے ہیں، اور کبھی اس کی نگاہوں میں ماجد ولین کی صورت پھر جاتی کہ وہ ایڈورڈ کے ساتھ اپنے باغ کی بنچ پر بیٹھی ہوئی محبت کی سرگوشیاں کر رہی ہے۔

غرض اس طرح اس کی بدقسمتی کے دن اور بدنصیبی کی راتیں ایک ایک کر کے اس کے سامنے سے گزر جاتیں، اس کے بعد اس کی امیدوں کا باغ اپنی پوری تازگی و شادابی کے ساتھ اس کی نگاہوں کے سامنے آجاتا، لیکن پھر فوراً ہی اسے دکھائی دیتا کہ حوادث کی باد سموم نے اس کے سبزہ زاروں کو خشک اور اس کے پھولوں کو کمھلا دیا ہے اور وہ ایک گرم و خشک ریگستان کی طرح نظر کے سامنے ہے۔ جہاں نہ شاخیں جھومتی ہیں، نہ پرندے چہچہاتے ہیں۔ اس وقت اسے معلوم ہوتا کہ وہ تن تنہا عالم اور اس کی نیرنگیوں سے بہت دور زندگی بسر کر رہا ہے، کیونکہ ماجد ولین اس کے پاس نہیں ہے اور یہ مال و دولت اور یہ ثروت و عزت جو اسے حاصل ہے، بے حقیقت ہے اور جو گیت وہ گاتا ہے وہ فی الحقیقت اسکی ناکام آرزوؤں کا ماتم ہے

اس کا دل حسرت واندوہ سے پگھل جاتا اور خوب روتا، یہاں تک کہ اس کا غم کچھ ہلکا ہوجاتا اور وہ پھر زندگی کی عام راہوں پر چلنے لگا۔

اس کی زندگی کے دن اسی طرح گزرتے گئے، یہاں تک کہ ماجد ولین سے اس کی وہ ملاقات ہوئی جس کا ذکر ماجد ولین نے سوزان کے خط میں کیا تھا، وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا، لیکن اس خوشی میں اس کے ساتھ گزرے ہوئے زمانہ کی یاد کا رنج بھی شامل تھا۔ تاہم اس نے صبر وضبط سے کام لیا اور اپنے جذبات کو بے قابو نہیں ہونے دیا۔

کچھ روز بعد ایڈورڈ اپنے وعدے کے مطابق اس کی ملاقات کے لئے اس کے گھر گیا اور اپنے طرز عمل پر معافی کا خواستگار ہوا۔

دوسرے دن اسٹیفن اس کی بازدید کے لئے اس کے گھر پہونچا اور ماجد ولین سے بہت فراخدلی کے ساتھ پیش آیا۔

اس کے بعد بھی وہ اس سے اپنے بعض دوستوں کے یہاں برابر ملتا رہا۔ نیز پبلک جلسوں میں اور کبھی ایڈورڈ کے تھا اس سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ غرض وہ جب بھی ملتا اور جہاں بھی ملتا بڑی محبت سے ملتا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اس کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ وہ اس سے تنہائی میں نہ ملے اور نہ معمولی بات چیت کے علاوہ اس سے کسی دوسری گفتگو کا موقعہ آئے، کیونکہ وہ گزشتہ زمانہ کو بھلا دینے پر آمادہ ہوچکا تھا اور اب اسے اپنے سینے کی دبی ہوئی چنگاریوں کو پھر سے ہوا دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی، اس کے علاوہ وہ دل ہی دل میں اسکی ان بیوفائیوں پر جو اس نے اسکے ساتھ کی تھیں، ہمیشہ ناراض رہتا تھا اور وہ اس کو پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ اس کی گفتگو یا اس کی نگاہوں میں اس غم کے اثر کو محسوس کرلے، کچھ تو اپنی خودداری اور خود پسندی کی خاطر اور کچھ اس خیال سے کہ جب وہی میری پروا نہیں کرتی تو پھر میں کیوں کروں، اور جب وہی اپنے عہد وپیماں پر ثابت قدم نہ رہی تو میں کیوں رہوں۔

الغرض یہ کہ اس کے ساتھ اُس کا معاملہ کچھ اس قسم کا تھا کہ ایک ہی وقت میں دو مختلف جذبات اسکے دل میں موجود رہتے۔ ایک جذبہ محبت اور دوسرا جذبہ ناراضگی، وہ اس سے محبت بھی کرتا، اور اپنے اختیار سے اسے چھوڑ بھی نہ سکتا — اس سے ناراض بھی رہتا اور یہ بھی نہ چاہتا کہ اسکی محبت کا اسے علم ہو۔

ماجد ولین کے حالات میں تبدیلی

ایڈورڈ کا ملال روز بروز بڑھتا رہا، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر سے بھی تنگ آگیا اور وہ تمام ان چیزوں سے اپنا دل بہلانے لگا جن سے کمزور طبیعتیں اپنی تنگدلی اور کبیدگی کا علاج چاہتی ہیں۔ چنانچہ اسنے جوا کھیلا، شرابیں پیں اور کبھی کبھی راتوں کو گھر سے باہر بھی رہنے لگا۔

ماجد ولین پر یہ باتیں بہت شاق گزریں، اسے ان باتوں کا سخت صدمہ ہوا اور اس کی نگاہوں میں مادیت

کے وہ تمام مظاہر جو اسے تھوڑی دیر پہلے بہت محبوب تھے، ایک ایک کرکے مکروہ معلوم ہونے لگے۔ چنانچہ رقص گاہوں اور محفلوں میں اسنے شریک ہونا چھوڑ دیا، نمود و نمائش کو ٹھکرا دیا اور زیبایش و آرائیش سے بھی دل برداشتہ ہوگئی۔ وہ دن رات اسٹیفن کے اس جملے کو دہراتی رہتی جو اسنے اپنے پچھلے کسی خط میں لکھا تھا کہ " اے ماجد ولین کبھی یقین نہ کرنا کہ اس دُنیا میں محبّت کے علاوہ کوئی دوسری سعادت بھی ہو سکتی ہے اور اگر تم ایسا کروگی تو یقین جانو اپنے دل کی موت پر آپ دستخط کر دوگی"۔

اِس عالم بدنصیبی میں اگر کوئی چیز اس کے لئے باعث تسلی ہو سکتی تھی تو وہ صرف یہ تھی کہ وہ کبھی کبھی اسٹیفن کو دیکھ لیتی تھی، اس کی مجلسوں میں شریک ہو جاتی تھی، اور اس کی باتوں میں اب بھی وہ ملکوتی تصورات دیکھتی تھی جو ایک زمانہ تک اسے مسحور کر چکے تھے اور جب سوچتی کہ وہ اپنی گزشتہ زندگی میں اسکے پاکیزہ اور شریف دل کی مالک رہ چکی ہے تو وہ خود اپنے اوپر فخر کرنے لگتی اور اس طرح گزشتہ زمانے کی خوش نصیبی کی یاد موجودہ بدبختی کی تلخیوں کو کچھ کم کر لیتی۔

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

چند روز ہوئے مجھے ایک خوفناک راز کا علم ہوا ہے۔ کاش مجھے اسکی خبر نہ ہوتی اور کاش میں اسکے سننے سے پہلے ہی مرگئی ہوتی۔

ایڈورڈ مفلس و قلاش ہوگیا، اس نے اپنی تمام جائداد فروخت کردی۔ تاہم اس پر ابھی کچھ قرض اور باقی ہے جس کی ادائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، اب میرے لئے اپنے جواہرات اور قیمتی کپڑوں کا فروخت کرنا ناگزیر ہے۔ شاید اسی طرح ہم اپنے رہنے کے مکان کو قرض خواہوں کی دستبرد سے محفوظ رکھ سکیں، مجھے کچھ نہیں معلوم کہ اس کے بعد ہمارا کیا حشر ہوگا۔

گزشتہ رات مینے خود ہی ان حالات کے متعلق دریافت کیا۔ پہلے تو اس نے ٹالدینے کی کوشش کی آخر مجبور ہوکر اعتراف کیا کہ سب کچھ جُوے کی نذر ہو چکا ہے۔ میں نے اسکی ان حرکتوں پر اپنی ناراضی کا اظہار تو ضرور کیا، لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے اُسے کوئی سخت بات نہیں کہی۔ مگر اسے سوزان تمھیں معلوم ہے اسنے مجھے کیا جواب دیا؟ کہنے لگا کہ "میں نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی غلطی کی ہے اور وہ یہ کہ میں نے ایک ایسی فقیر و محتاج لڑکی سے شادی کی جو مصیبتوں میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتی"۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس نے بہت ٹھیک کہا۔ کیونکہ ایک مالدار مرد کے لئے ضروری ہے کہ ایک مالدار لڑکی سے شادی کرے اور اسی طرح ایک فقیر لڑکی کیلئے بھی یہی مناسب کہ ایک غریب مرد سے شادی کرے تاکہ دونوں کا معیار زندگی برابر رہے۔

اے سوزان، میں اپنی حالت پر نہیں روتی کیونکہ مینے تو اپنی زندگی کے اکثر دن فقر و احتیاج میں گزارے ہیں، بلکہ اس ننھی سی غریب جان پر روتی ہوں جو میرے شکم میں پرورش پا رہی ہے اور جسے شاید کل ہی فقر و احتیاج اور ذلت و بدبختی کے ساتھ جینا پڑے۔ اب تو میں ہر وقت خدا سے ناگہانی موت طلب کرتی ہوں، جو میرا اور اس کا جلد سے جلد خاتمہ کر دے۔

نیلگوں کمرہ

اس مصیبت کا ایڈورڈ کی طبیعت پر اسقدر گہرا اثر ہوا کہ وہ بیمار پڑگیا اور ایسا سخت بیمار ہوا کہ مرنے کے قریب پہونچ گیا۔
لیکن زندگی کے دن ابھی کچھ اور باقی تھے، اس لئے بچ گیا، اور جوں ہی اس کی حالت ذرا بہتر ہوئی، فوراً ہی اسٹیفن نے جو کہ اس کی علالت کے زمانہ میں اس کے بستر کے پاس سے نہ ٹلتا تھا اور اس مصیبت میں اس کی ہر ممکن امداد و اعانت کرتا رہا تھا، اُس کو اپنے ہمراہ جوتنج لیجانے کی خواہش کی تاکہ اس کا دل ذرا بہل جائے۔ چنانچہ وہ راضی ہوگیا اور ماجد ولین بھی ان دونوں کے ہمراہ روانہ ہوگئی۔ یہاں تک کہ جب گاڑی گاؤں کے قریب پہونچی تو فرتز، اس کی بیوی اور اس کے بچوں نے دریا کے کنارے بڑے جوش و مسرت سے استقبال کیا۔

اسٹیفن نے بڑھکر فرتز سے ہاتھ ملایا اور دونوں دو عزیز دوستوں کی طرح ایک دوسرے سے گلے ملتے رہے۔ پھر اس نے جوزفائن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کے بچوں کو اپنے سینہ سے لگاکر انھیں پیار کرتا رہا، وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "اس مرتبہ تو آپ نے بہت دن لگادئے ہمیں ڈر تھا کہ ہمیں چھوڑ کر وہیں نہ رہنے لگیں"

ان میں سے بڑا لڑکا جسکی عمر اسوقت تیرہ سال کی تھی اسٹیفن سے کہنے لگا: "دیکھئے یہ وہی نئی چادر اوڑھے ہوئے ہوں جو آپ نے میرے لئے بھیجی تھی"۔ اسٹیفن کہنے لگا: "اب تو تم بغیر دوسرے کی مدد کے خود ہی بادبان کھول لیتے ہوگے؟" کہنے لگا "جی ہاں، بلکہ ہوا کی تیزی کے وقت خود ہی اُسے لپیٹ بھی لیتا ہوں"۔ ان میں سے جو منجھلا تھا اور جس کی عمر اسوقت کوئی نو برس کی تھی اسٹیفن سے کہنے لگا "ہماری جوتیاں تو پرانی ہوچکی ہیں، کیا آپ ہمارے لئے نئی جوتیاں لائے ہیں!" اسٹیفن کہنے لگا: "ہاں میں تم سب لوگوں کے لئے بہت خوبصورت جوتے اور اچھے اچھے ٹوپ لایا ہوں"۔ یہ سنکر انکے چہرے خوشی سے چمکنے لگے، اور وہ سب اپنی ماں کے چاروں طرف جمع ہوکر اُسے یہ خوشخبری سُنانے لگے۔

سب سے چھوٹی بچی اسٹیفن کی چادر سے لپٹ گئی اور بولی: "آپ نے جو بکری ہمیں دی تھی اس کے ایک ننھا سا بچہ ہوا ہے اس کا رنگ سفید اور آنکھیں کالی ہیں ہمارے ساتھ چلو ہم تمھیں دکھائیں"۔ اسٹیفن یہ سُنکر مسکرانے لگا اور اسے چمٹا کر کہنے لگا:۔ "اچھا نکتورین، میں ابھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں"۔ اسکے بعد وہ ماجد ولین کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا "یہ سب لوگ مجھ سے بیحد محبت کرتے ہیں اور میں بھی اب ان لوگوں میں اسی طرح رہتا ہوں گویا اپنے خاندان اور بال بچوں میں رہتا ہوں"

ماجد ولین یہ سُنکر کانپ گئی اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑگیا، اس کے بعد سب لوگ کشتی میں سوار ہوگئے اور چھوٹا ملاح کشتی کے بادبان کھولنے کے لئے آگے بڑھا اور اسٹیفن کو مخاطب کرکے کہنے لگا: دیکھئے جناب اب میں بغیر کسی کی مدد کے خود ہی بادبان کھول رہا ہوں"۔ اسٹیفن نے کہا: "شاباش میرے بیٹے بہت خوب"۔ اسکے بعد کشتی چلی اور دریا کے دوسرے کنارے سے جا لگی۔ ایڈورڈ، اسٹیفن کے بازو کا سہارا لیکر کشتی سے اُترا، اور سب لوگ ٹہلتے ہوئے گھر کی طرف جانے لگے کیونکہ وہ قریب

ہی ایک بلند ٹیلے پر واقع تھا۔ اس گھر کی کنجی فرتز کے پاس رہا کرتی تھی اسلئے اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور دروازہ کھلنے پر سب لوگ پایئں باغ میں داخل ہوگئے۔

سب سے پہلے ماجد وکلین کی نگاہ باغ کی چہار دیواری پر پڑی، اس نے دیکھا کہ دیواریں اندر سے چاروں طرف بنفشہ کے پھولوں کا ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے ہیں اور اسے اسٹیفن کا وہ خط یاد آگیا جو اس نے پانچ سال ہوئے ایڈورڈ سے شادی ہونے سے کچھ پہلے بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ اس نے اس کے لئے جو گھر بنوایا ہے اس کے چاروں طرف بنفشہ کے وہی پھول ہیں جنھیں وہ بہت پسند کرتی ہے۔

جب وہ ذرا اور آگے بڑھی تو اسے باغ کے درمیان پانی کا ایک حوض نظر آیا اور اسکے چاروں طرف وہ جنگلہ دیکھا جس کے متعلق اسٹیفن نے اپنے کسی خط میں لکھا تھا کہ اس نے حوض کے چاروں طرف اپنے بچوں کے گر جانے کے خیال سے نصب کرایا ہے۔ پھر اس نے باغ کے ایک کونے میں ایک بڑی سی بنچ بچھی ہوئی دیکھی جس میں دو آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی اور اس کے دوسری طرف قریب ہی بچوں کے لئے ایک چھوٹا سا پالنا لٹک رہا تھا۔

اسوقت اسے اپنی ذلت و رسوائی کا احساس ہوا، اور دل ہی دل میں کہنے لگی: "اس نے مجھے معاف نہیں کیا ہے وہ مجھ سے بہ کشادہ پیشانی صرف اس لئے ملتا ہے کہ مجھے حقیر و ذلیل سمجھتا ہے اور اس قابل بھی نہیں جانتا کہ میرے کسی گناہ کا بدلہ لے اور جن پُر لطف نگاہوں سے وہ مجھے دیکھتا ہے وہ حقیقت میں ایک بڑے آدمی کی رحم آلود نگاہیں ہیں، جنھیں وہ ایک بدبخت انسان پر صرف اس لئے ڈالتا ہے کہ وہ اس کی رحمت و شفقت کا محتاج اور امیدوار ہے" ان خیالات نے اس کی طبیعت پر بہت برا اثر کیا اور وہ غمگین ہوگئی۔

اسٹیفن نے باغ میں ایک طرف اپنے سونے بیٹھنے اور دوستوں سے ملاقات کے لئے چند کمرے بنوائے تھے اور باقی تمام گھر کو یوں ہی خالی چھوڑ دیا تھا اور اس خیال سے کہ کہیں ان چیزوں کو دیکھ کر اس کے گزشتہ جنون کی یاد پھر سے تازہ نہ ہو جائے وہ نہ کبھی اس طرف جاتا اور نہ اس میں ٹھہرتا۔ چنانچہ انھیں کمروں میں سے ایک کمرہ اس نے ایڈورڈ کے لئے بھی مخصوص کر دیا۔

اب رات ہو چلی تھی اور فرتز اور اس کے بیوی بچے اپنے گھر کو جا چکے تھے اور باغبان بھی اپنی کوٹھری میں جا چھپا تھا اور تنہا اسٹیفن، ماجد وکلین کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس جدائی کے بعد اس سے تنہائی میں ملنے کا آج یہ پہلا موقعہ تھا، چنانچہ اس کے ذہن میں گزشتہ خوش نصیبی کی مٹی ہوئی تصویر پھر سے اُبھرنے لگی، اور اپنے دل میں کہنے لگا: "ہاں یہ وہی گھر ہے اور وہی باغ ہے، یہ وہی سبزہ ہے اور وہی پیڑ ہیں، یہ وہی رات ہے اور وہی چاند ہے اور یہ وہی آسمان ہے اور وہی چاندنی ہے یہ پانی کا وہی حوض ہے جس میں مچھلیاں دوڑتی پھر رہی ہیں اور یہ وہی ماجد وکلین ہے جو میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے اور میرے اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں، لیکن میں اپنا ہاتھ اس کی طرف نہیں بڑھا سکتا بلکہ نظر بھر کر بھی اسے

نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ اتنی سخت قربت کے باوجود بھی میرے اور اس کے درمیان وہ بعد ہے جو میرے اور افق پر چمکتے ہوئے اُس ستارے کے درمیان!

وہ اس خیال میں دیر تک مستغرق رہا، آخر ماجد ولین نے خود ہی گفتگو کی ابتدا کی اور بولی: "اے اسٹیفن تمھارا گھر کس قدر خوبصورت ہے اور اس کا نظارہ کیسا دلفریب ہے"۔ اسٹیفن سمجھا کہ وہ اس کے ساتھ مذاق کر رہی ہے اور اسکے غموں کو بے حقیقت سمجھ کر اس آزادی و بیباکی سے اُنھیں یاد دلانا چاہتی ہے۔ چنانچہ غیر شعوری طور پر اس کے دل میں وہ چیز آگئی جو خود اس کے ضمیر کے خلاف تھی اور کہنے لگا: "جو شخص ایسے خوبصورت اور عظیم الیشان محل میں رہتا ہو جس میں تم رہتی ہو وہ اس مختصر جھونپڑی کی کیا پروا کر سکتا ہے"۔ ماجد ولین یہ سمجھی کہ وہ اسے طعنہ دے رہا ہے۔ چنانچہ اس خیال سے وہ اپنے دل میں آزردہ تو ضرور ہوئی لیکن اس آزردگی میں راحت و مسرت کی ایک خفیف سی آمیزش بھی تھی کیونکہ اس طرح اسے معلوم ہوگیا کہ اس کی یاد اس کے ذہن سے ابھی تک محو نہیں ہوئی ہے اور اس گزشتہ محبت کا کچھ نہ کچھ اثر ابتک اسکی طبیعت پر قایم ہے۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ اسکے دل کی گہرائیوں تک پہونچ جائے اور کہنے لگی: "انسان خواہ کتنے ہی چھوٹے سے گھر میں کیوں نہ رہے لیکن اگر وہ وہاں خوش ہے تو وہ چھوٹا سا گھر عالیشان اور خوبصورت محلوں سے کہیں بڑھکر ہے"۔

اسٹیفن نے یہ سُنکر ایک حسرت بھری نگاہ سے اس کی طرف دیکھا گویا یہ کہ رہا تھا کہ "نہیں وہ خوش قسمت نہیں ہے، بلکہ روئے زمین پر سب سے زیادہ بدنصیب انسان ہے"۔ لیکن اس سے پہلے کہ ماجد ولین کو اس کی خبر ہو اس نے اپنی نگاہیں فوراً نیچے کر لیں اور خاموش رہا۔ اس کے بعد وہ بہت دیر تک اس کے ساتھ مختلف قسم کی باتیں کرتی رہی۔ یہاں تک کہ جب رات کا ایک حصّہ گزر گیا تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور اسٹیفن بھی اس کے ساتھ ساتھ اُٹھ بیٹھا، اور دونوں باغ میں تھوڑی دور تک ٹہلتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ وہ اس زینے کے قریب سے ہو کر گزرے جو بالائی منزل کی طرف جاتا تھا۔

ماجد ولین اسے دیکھ کر کہنے لگی: "کیوں اسٹیفن کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اوپر چڑھ کر تمھارے گھر کو دیکھ آؤں، اور اگر تم بھی میرے ساتھ اوپر چلو تو بڑی مہربانی ہوگی"۔ پہلے تو اسٹیفن کچھ پریشان سا ہوا پھر کہنے لگا: "آپ کی مرضی" اور اسے ساتھ لیکر اس زینہ پر چڑھنے لگا جس پر پانچ سال سے اس نے قدم نہیں رکھا تھا اور اوپر پہونچکر وہ پہلے کمرے کی طرف گیا اور اس کا دروازہ کھول کر کہنے لگا: "یہ وہ کمرا ہے جسے میں نے اپنے بیٹھنے اور اپنے مطالعہ کے لئے بنوایا تھا لیکن اب مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ باغ کے کمروں میں سے ایک کمرہ مینے اپنے لئے منتخب کر لیا ہے"۔ پھر اس نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا اور کہنے لگا "یہ وہ کمرا ہے جسے مینے تمھارے والد مرحوم کے لئے اس وقت بنوایا تھا جب میرا خیال تھا کہ وہ اس گھر میں ہمارے ساتھ رہا کریں گے۔

اس نے دیکھا کہ اس کمرے کا فرش بہت خوبصورت اور سامان بہت عمدہ ہے اور پھولوں کے گلدان بھی رکھے ہوئے

ہیں۔ جنکے سوکھے ہوئے پھولوں کی بکھری ہوئی پتیاں کمرے میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اپنے والد کو یاد کرکے اسکی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اس کے بعد وہ تیسرے کمرے کی طرف بڑھا، اس کی کنڈی کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن پھر فوراً ہٹالیا اور بہت ہی پست اور دبی ہوئی آواز میں کہنے لگا:

”اے ماجد ولین، مجھے معاف کرنا میں اس کمرے کو کھولنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا، کیونکہ یہ وہی کمرہ ہے جسے میںنے اپنے بھائی اوجین کے لئے بنوایا تھا اور میں عہد کرچکا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں اسکے دروازوں کو نہیں کھولوں گا“

اس کی اس کیفیت نے ماجد ولین کے دل پر بڑا اثر کیا اور کہنے لگی: ”کیوں اسٹیفن، کیا تم ابھی تک اوجین کے لئے غمگین ہو“

وہ بولا: ”ہاں، یہ وہ غم ہے جو تا زیست مجھ سے مفارقت نہیں کرسکتا“

اس کے بعد وہ سب سے آخری کمرے کی طرف بڑھا اور بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ کنڈی ہٹاکر دروازہ کھولدیا، اور خود ایک طرف کو ہٹ کر خاموش کھڑا ہوگیا۔

ماجد ولین نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور سب کچھ سمجھ گئی۔

یہ ایک وسیع و خوبصورت کمرہ تھا جس کی دیواریں نیلے رنگ سے رنگی ہوئی تھیں، زمین پر نیلا فرش بچھا ہوا تھا، ایکطرف مسہری بچھی ہوئی تھی، جس پر نیلے رنگ کی ریشمیں چادر پڑی ہوئی تھی اور دوسری طرف خوبصورت سی میز رکھی ہوئی تھی، جس پر آرائش کی چیزیں سلیقے سے چنی ہوئی تھیں اور وہیں قریب ہی کپڑے رکھنے کی ایک الماری تھی، اور ایک قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا، اور دو شخصوں کے لائق ایک بڑا سا سوفا بچھا ہوا تھا۔ اسکے علاوہ چند اور نیلے رنگ کی کرسیاں بھی تھیں جو قرینے سے رکھی ہوئی تھیں، لیکن ان تمام چیزوں کے اوپر غبار کی ایک ہلکی سی تہ چڑھی ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ وہی نیلا کمرہ ہے جس کا ذکر اسنے اپنے پچھلے خطوں میں کیا تھا اور بتلایا تھا کہ اس نے ماجد ولین کی شب خوابی کے لئے ایک کمرہ بنوایا ہے، اور اس کے لئے یہ رنگ صرف اس لئے پسند کیا ہے کہ وہ بنفشہ کے پھولوں کا رنگ ہے جسے وہ بہت دوست رکھتی ہے۔

ماجد ولین نے یہ دیکھ کر دل میں ایک جھٹکا سا محسوس کیا اور بے چین ہوگئی۔ اس نے اسٹیفن کی طرف دیکھا تو وہ سر نیچا کئے ہوئے خاموش کھڑا تھا اور آنسو بہ بہ کر اسکے رخساروں پر گر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کا طوفان اُمنڈ آیا اور اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیکر کہنے لگی: ”اے اسٹیفن تمھیں کیا ہوگیا ہے“ اسٹیفن نے آہستگی سے اپنے ہاتھ کو ماجد ولین کے ہاتھوں سے کھینچ لیا اور کہنے لگا: ”کچھ نہیں! مجھے میرے بھائی اوجین کی یاد نے اسوقت بےچین کردیا تھا“ یہ کہکر اس نے اسے نیچے اُترنے کا اشارہ کیا، چنانچہ وہ دونوں اوپر سے نیچے اُتر آئے اور اپنی پہلی جگہ پر جاکر بیٹھ گئے۔

ماجد ولین کہنے لگی: ”اے اسٹیفن تم اپنے حال پر رحم کرو، خدا کی مرضی میں کوئی دخل نہیں دے سکتا، اور گئی ہوئی چیز کو واپس نہیں لاسکتا، اور پھر تمھارا بھائی تو بڑی عزت و احترام کی موت مرا ہے، بہت کم لوگ ایسی موت مرتے ہیں اس لئے تمھارا صبر بھی اسی قدر بلند ہونا چاہیے“

یہ کہکر وہ اسکی طرف دیکھنے لگا اور بولا: "میں اپنی گزشتہ زندگی کے ہر دور کو بھول سکتا ہوں، لیکن یہ میری طاقت سے باہر ہے کہ میں اس زمانہ کو بھول جاؤں" — جو ہم دونوں اپنے ماں باپ اور ان کی رحمت و شفقت سے دور جو تیج کے ایک مدرسہ میں گزارا تھا ہماری والدہ تو اپنی قبر میں ابدی نیند سو رہی تھیں اور ہمارے سخت دل باپ کو ہماری کچھ پروا نہ تھی، ہم پھٹا پُرانا پہنتے تھے، سڑا بسا کھاتے تھے، ہماری جوتیوں میں پیوند ہی پیوند ہوتے تھے، اور ہماری ٹوپیوں میں سوراخ ہی سوراخ نظر آتے تھے اور ان کے سامنے ہم اپنی تباہ حالی کا کوئی صحیح عذر بھی پیش نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ اگر ہم ایسا کرتے تو باپ کی رسوائی ہوتی اور یہ ہمیں پسند نہ تھا۔ خود ہمارے مدرسہ کے طلبہ کا طرز عمل بھی ہمارے ساتھ مختلف تھا، کچھ تو ہمیشہ ہمارے ساتھ تمسخر و استہزا سے پیش آتے اور کچھ نیک دل بھی تھے جو ہماری حالت پر ترس کھاتے، لیکن ہمدرد کے آنسو بھی بیرحم کے تبسم سے کچھ کم نہیں ہوتے، دونوں زخم پر نمک چھڑکتے ہیں، ہمارے لئے ہر طرح مصیبت ہی مصیبت تھی، بسا اوقات ایسا ہوا کہ کوئی بڑا آدمی ہمارے کسی اُستاد کی ملاقات کو آیا اور ہمارے اُستاد نے ہمیں کلاس کے کسی اندھیرے حصے میں چلے جانے کا حکم دیدیا تاکہ اس مہمان کے سامنے ان کی سبکی نہ ہو، اور جب وہ آنے والا شخص چلا گیا تو ہم پھر اپنی اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔ ہمیں اس طرز عمل سے جسقدر رنج پہونچتا تھا اسے خدا کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ لڑکوں کا قاعدہ تھا کہ وہ سب کے سب اتوار کے دن اپنے اُستادوں کے ہمراہ جنگلوں بیابانوں، دریا کے کناروں یا پہاڑوں کی وادیوں میں عمدہ عمدہ لباس پہنکر سیر و تفریح کے لئے جایا کرتے تھے، لیکن ہم نہیں جا سکتے تھے اور جب ہم تنہا رہ جاتے، تو میں تو رونے پیٹنے لگتا تھا اور ادجین کھیلنے کودنے میں مصروف ہو جاتا، یہاں تک کہ میری طبیعت ٹھہر جاتی، آنسو خشک ہو جاتے اور مجبور ہو کر اس کا ساتھ دینے لگتا۔ میں ایک مہربان ماں کی طرح اس سے محبت کرتا تھا اور کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اسے روتے یا تکلیف اُٹھاتے دیکھوں۔ میں سمجھتا تھا کہ اگر میں نے اسکے رخسار پر بہتا ہوا ایک آنسو بھی دیکھ لیا تو غم و اندوہ سے ہلاک ہو جاؤں گا اور بسا اوقات کھانے کے وقت جب میں دیکھتا کہ کھانا تھوڑا ہے تو میں بیمار بن جاتا یا عدم اشتہا کا عذر کر دیتا، تاکہ میرے حصے کا کھانا بھی وہ خود ہی کھالے اور میں بھوک کی کمزوری اُسکے چہرے پر نہ دیکھ سکوں، بسا اوقات ٹھنڈی برف سی راتوں میں اس خیال سے کہ کہیں اسے ٹھنڈ نہ لگ جائے میں اپنی رضائی بھی اُسی کو اُڑھا دیتا اور اسے خبر بھی نہ ہوتی یہاں تک کہ جب صبح کو اس کی آنکھ کھلتی اور مجھے اپنے برابر بغیر رضائی کے سوتا ہوا دیکھتا تو مجھے اپنے سینے سے چمٹا لیتا۔

غرض ہم اسی طرح رہتے رہے، یہاں تک کہ ایک دن ایڈورڈ بھی جو ہماری طرح مصیبتوں کا مارا ہوا تھا ہم سے آملا، اور ہم تینوں ملکر ان تکالیفوں کو برداشت کرتے رہے لیکن زمانہ کے بیرحم ہاتھوں نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔"

اتنا کہکر اسکی آواز بھرانے لگی اور دیر تک سر جھکائے ہوئے بیٹھا رہا۔ جب اس نے اپنا سر اُٹھایا تو اسکی دونوں آنکھیں روتے روتے سُرخ ہو گئی تھیں، اس نے ماجد ولین پر ایک اشک آلود نگاہ ڈالی اور بولا: "اے ماجد ولین، کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اس بھائی کے ساتھ جسے میں اس دنیا میں سب سے زیادہ محبوب رکھتا تھا کیا سلوک کیا ہے؟" کہنے لگی "نہیں، مجھے

نہیں معلوم"۔ کہنے لگا: "آہ! مینے ہی تو اُسے قتل کیا ہے"۔ ماجد ولین یہ سنکر زرد پڑگئی اور کہنے لگی: "میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔ اس نے کہا کہ: "اوجین نے میدان جنگ سے لکھا تھا کہ اس کی زین پُرانی ہوگئی ہے اور اسے ایک نئی زین خریدنے کے لئے بیس فرانک کی ضرورت ہے، اس وقت یہ رقم میرے پاس موجود تھی اور میں اسے دے سکتا تھا، لیکن مینے بخل سے کام لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ عین عالم قتال میں اس کی زین کا تسمہ ٹوٹ گیا اور وہ گھوڑے کی پیٹھ سے زمین پر گر گیا، گھوڑوں کی ٹاپوں نے اسے روند ڈالا اور وہ مر گیا"۔

یہ سُنکر ماجد ولین کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور رونے لگی۔ اسٹیفن نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر دیکھا اور کہا: "تمھیں معلوم ہے کہ میں نے اس رقم کے دینے سے کیوں انکار کر دیا؟" کہنے لگی: "نہیں مجھے نہیں معلوم"۔ کہنے لگا: "صرف اس لئے کہ اس رقم کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہ تھا، اور میں حیران تھا کہ یہ رقم میں اسے بھیجدوں یا اس سفر میں خرچ کروں جو تمھیں دیکھنے کے لئے میں کرنے والا تھا۔ آخر میں نے اسکی زندگی پر تمھارے دیدار کو ترجیح دی"۔

ماجد ولین نے یہ سنکر اپنا سر جھکا لیا، اور شرم و حیا سے اس کا چہرہ سُرخ ہوگیا، اسٹیفن سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا: "اور کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس سفر میں میرے اوپر کیا گزری؟" ماجد ولین نے کوئی جواب نہ دیا اور بُت کی طرح خاموش بیٹھی رہی۔ کہنے لگا: "میں تمھیں دیکھنے کے لئے تماشا گاہ میں پہونچا، لیکن تم وہاں موجود نہ تھیں میں بہت دیر تک تمھارا انتظار کرتا رہا لیکن تم پھر بھی نہ آئیں، مجھے تمھارے نہ آنے کا سخت صدمہ ہوا، اور وہاں سے نکل کر سوزان کے گھر کی طرف چلدیا، تاکہ معلوم تو کروں کہ تمھارے نہ آنے کا سبب کیا ہے؟ وہاں پہونچکر ایک اجتماع دیکھا، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی سہیلی کی شادی ہے۔ تم سے اس قدر قریب ہو جانے کے بعد دل کسی طرح نہ مانا کہ تمھیں دیکھے بغیر لوٹ جاؤں، گو ایک ہی نظر سہی، پھر چونکہ اُس بزم خاص تک میرا یوں پہونچ جانا ناممکن تھا اس لئے میں جاکر نوکروں میں شامل ہوگیا، کیونکہ میرے کپڑے ان کے کپڑوں سے ملتے جلتے تھے، اور اس تدبیر سے میں محل کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا اور ایوان رقص کے دروازے تک پہونچ گیا۔ جب میں نے دروازے کے شیشوں میں سے اندر کی طرف جھانکا، تو تمھیں ایڈورڈ کے ساتھ ناچتے ہوئے دیکھا۔ اس روز تم اپنی نئی زندگی کا افتتاح کر رہی تھیں۔ میں یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ دفعتاً دروازہ بڑے زور سے کھلا اور اندر سے کوئی مہمان باہر آیا۔ اس نے مجھے کھڑا ہوا دیکھکر کسی کام کا حکم دیا، جسے میں اچھی طرح سے پورا نہیں کر سکا اور اس نے طیش میں آکر میرے منھ پر ایک کوڑا اس زور سے مارا کہ اب تک میرے چہرے پر اس کا نشان باقی ہے"۔

یہ کہکر اس نے اپنا ہاتھ اپنے رخسارے پر رکھ دیا، گویا ابھی ابھی اس کے چہرے پر یہ کوڑا پڑا ہو اور زور زور سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اور ماجد ولین کو وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف چلدیا، ابھی وہ کمرے کے دروازے تک ہی پہونچا تھا کہ ماجد ولین بھی اسکے پیچھے پیچھے آگئی اور روتے ہوئے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کی چادر پکڑ کر کہنے لگی: "اے اسٹیفن کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے؟"۔

اسٹیفن نے اپنی چادر کو کھینچ لیا اور کہنے لگا: "آپ اپنے شوہر کے کمرے میں تشریف لیجایئے! وہ بیمار ہے اور ممکن ہے اسے آپ کی ضرورت ہو" یہ کہکر وہ اپنے کمرے میں داخل ہوگیا اور دروازہ اندر سے بند کرلیا۔

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

اب میرے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تمہارے سامنے ہر بات کا اقرار کرلوں، میں اسٹیفن سے اب اس قدر محبت کرنے لگی ہوں کہ اپنی گزشتہ زندگی میں بھی اس سے اتنی محبت نہیں کی تھی۔ کیونکہ اب میری یہ محبت امید و تمنا کی آمیزش سے پاک ہے۔

نہیں! بلکہ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ میں اس کے خیال سے ایک دن کے لئے بھی غافل نہیں ہوئی تھی اور نہ اس کی یاد کبھی میرے دل سے محو ہوئی تھی۔ میں اس وقت اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی تھی، جب میں نے یہ خیال کیا تھا کہ میں اس کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں یا اس کے علاوہ کسی دوسرے انسان کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہوں۔

وہ مجھ سے اب تک دیوانہ وار محبت کرتا ہے اور گزرے ہوئے زمانہ کو اس طرح یاد کرتا ہے گویا وہ اسوقت بھی اس کی آنکھوں کے سامنے ہے، میں اس کی اس حالت سے بےخبر تھی اور بظاہر اس کی طبیعت پر اس کا کوئی اثر نہیں دیکھتی تھی۔ لیکن چند ہی روز کی بات ہے کہ مجھے اسکے ساتھ ایک رات تنہائی میں ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع ملا، تو دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور اس کے سوتے ہوئے جذبات نے ایک طوفانی شکل اختیار کرلی۔ وہ رو دیا، اس وقت میں سمجھی کہ وہ مجھے بھولا نہیں ہے بلکہ اپنے قلبی کیفیات اور غموں کو مجھ سے چھپائے ہوئے ہے، مجھے سخت صدمہ ہوا اور اسے روتا دیکھ کر میں خود بھی رونے لگی۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ مجھ پر اس کے خلوص و محبت کے اس شریف جذبہ کا کتنا اثر ہوا کہ وہ اس عورت پر اب بھی جان دیتا ہے جس نے اس کے ساتھ اتنی سخت بیوفائی کی تھی۔

اس نے اس وقت تک شادی کا خیال بھی نہیں کیا ہے، اور نہ اس نے اپنے مکان کی بالائی منزل کو جو اسنے میرے رہنے کے لئے بنوائی تھی، ایک رات کے علاوہ کبھی کھولا ہے۔ شادی کا کمرہ بھی بدستور اپنی حالت پر ہے اور گرد و غبار کی ایک تہ اس کے پلنگ، اس کی کرسیوں اور اس کے پردوں پر چڑھی ہوئی ہے، اس کمرے کو دیکھ کر میری وہی حالت ہوئی جو کسی پرانی قبر کو دیکھ کر ہوتی ہے۔

اے سوزان، میں ہر طرح سے نقصان میں رہی، وہ دولت بھی مجھ سے رخصت ہوئی جس کے عوض میں نے اپنی خوش نصیبی کو بیچا تھا اور وہ انسان بھی مجھ سے چھوٹ گیا، جس کے سوا میں کسی دوسرے سے محبت کر ہی نہیں سکتی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ ان تمام مصائب و آلام کے بعد دنیا میں میرے لئے کیا ہے؟

میرا جوڑ جوڑ کانپ رہا ہے اور میرا خیال ہے کہ عذاب کا وقت بہت قریب آگیا ہے۔

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

مصیبت کا زبردست پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ ایڈورڈ مجھے چھوڑ کر کہیں چلا گیا لیکن کہاں گیا، مجھے نہیں معلوم۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمبرگ سے جہاز پر سوار ہو کر امریکہ چلا گیا ہے۔

خدا بھلا کرے اسٹیفن کا جس نے مصائب نازل ہونے کے بعد اسکے حالات کو ایک حد تک درست کیا اور اسکی امداد و اعانت میں وہی سب کچھ کیا جو ایک بھائی دوسرے بھائی کے لئے کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ابھی اپنی اس لغزش سے پوری طرح سنبھلا بھی نہ تھا کہ اپنی پہلی عادت کی طرف لوٹ گیا اور اندھا دھند پاگلوں کی طرح جوئے میں کود پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی روز میں دو ہزار فرانک سے زیادہ کا مقروض ہو گیا اور مجبوراً اسے دیوالیہ ہو جانا پڑا۔ چنانچہ میں نے اپنے تمام جواہرات اور قیمتی کپڑے فروخت کر دئے اس امید پر کہ شاید میں اسے اس مصیبت سے بچا سکوں لیکن میں کچھ نہ کر سکی۔ پھر ایک روز صبح کو میں اس کی خوابگاہ میں گئی تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ نوکروں سے دریافت کیا، تو ایک نوکر نے مجھے بتلایا کہ اس نے سورج نکلنے سے پہلے ہی دروازے سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا اور اسکے ہاتھ میں اس کا سفری سوٹ کیس تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں بتلا سکتا کہ کدھر گیا ہے۔

اسکے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس نے اپنے سب سے بڑے قرض خواہ کے ہاتھ اپنا مکان فروخت کر دیا ہے اور ادائے قرض کے بعد جو بچا اسے لیکر چلا گیا اور باقی قرض خواہوں کو یوں ہی ان کے حال پر چھوڑ گیا۔ چنانچہ میں سمجھ گئی کہ اس نامناسب حرکت کے بعد جسکی کوئی شریف انسان جرأت نہیں کر سکتا۔ وہ کبھی واپس نہ ہوگا۔

اب میرے لئے اسکے علاوہ کوئی صورت نہ تھی کہ اس کے بقیہ قرض کو، اسکی عزت و احترام کے خیال سے خود ادا کروں۔ چنانچہ میں نے اپنا وہ گھر بھی فروخت کر دیا جو مجھے میرے والد کی طرف سے ترکہ میں ملا تھا، اور اسکے متصل جو زمین تھی وہ بھی بیچ دی۔ میں نے ہر جگہ دریافت کیا اور جہاں جہاں میں سمجھتی تھی کہ اس کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے، میں اسے تلاش کرنے کے لئے خود گئی۔ لیکن مجھے اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ جب سے اب تک میں کس قدر آنسو بہا چکی ہوں، اور اس مصیبت کے نازل ہونے کے بعد سے اب تک کیسی کیسی سختیاں اٹھا چکی ہوں اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ کل ہی اس گھر کے نئے مالک نے میرے نام ایک خط بھیجا ہے اور گھر کے خالی کر دینے کا مطالبہ کیا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں اور کہاں جاؤں، نہ کوئی عزیز ہے جس کے گھر جا کر پڑ رہوں اور نہ کوئی دوست ہے جس سے مدد کی امید کروں، اور نہ اتنی قدرت کہ اس زندگی میں جو کچھ خدا کی طرف سے میرے لئے مقدر ہو چکا ہے اسے برداشت کر سکوں۔

اسٹیفن نے بھی کو بلانس آنا چھوڑ دیا، اب میں اسے نہیں دیکھتی اور نہ اس کی کوئی خبر سنتی ہوں معلوم نہیں وہ ملنے آتے کیوں رک گیا بار ہا میرے دل میں آیا کہ خودکشی کر لوں مگر پھر اس خیال سے رک گئی کہ اگر میں نے ایسا کیا تو میرے ساتھ ایک بیگناہ ننھی سی جان کا بھی خون ہو گا۔ سوزان تم یہاں میرے پاس چلی آؤ، یا مجھے اجازت دو کہ میں ہی تمھارے پاس آ جاؤں لیکن نہیں

خود تمھیں کو آنا پڑیگا کیونکہ میں تو آج کل اتنی دور کا سفر نہیں کر سکتی جواب اس بوجھ سے سبکدوش ہونے کا زمانہ بہت قریب آپہونچا ہے۔ میں کل ہی سے تمھارے خط کا انتظار شروع کر دونگی، کیونکہ تمھارے سوا میرا اس دنیا میں کون ہے جس پر بھروسہ کر سکوں۔

ماجد ولین کا خط سوزان کے نام

میں کل تمھارے خط کا بڑی بے چینی سے انتظار کرتی رہی، لیکن نہیں آیا۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کیوں نہیں آیا۔ کیا تم بیمار ہو گئیں؟ یا کوئی ایسا ضروری کام پیش آگیا جو مجھے خط لکھنے کی فرصت بھی نہ مل سکی۔ بہر حال کچھ بھی ہو تم مجھے جلد خط لکھو، کیونکہ میری مصیبتیں اب اپنی انتہا کو پہونچ چکی ہیں۔ لوگوں نے میرے پاس آنا جانا بھی بند کر دیا ہے، اور اب نہ میری کوئی سہیلی ہی نظر آتی ہے اور نہ ایڈورڈ کے دوستوں میں سے کوئی دوست دکھائی دیتا ہے۔

زندگی میری آنکھوں میں اندھیر ہے، اور آنکھیں روتے روتے خشک ہو چکی ہیں۔ اور خودکشی کا خیال آج ہمیشہ سے زیادہ مجھ کو ستا رہا ہے۔ اے سوزان تم میرے معاملہ میں غور کرو، اور مجھے لکھدو کہ تم میرے پاس آرہی ہو، یا خود مجھے اپنے پاس چلے آنے کی اجازت دو ــــ اگر کل بھی تمھارا خط نہیں آیا تو میں نہیں کہہ سکتی کہ پرسوں میرا کیا حشر ہو۔

فرڈریک کا خط ماجد ولین کے نام

یہ خط میں تمھیں اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ سوزان اپنی علالت کے نہایت ہی نازک دور سے گزر رہی ہے۔ طبیب نے مجھے ہدایت کر دی ہے کہ میں اسے ہر اس چیز سے بےخبر رکھوں جو اسکی طبیعت پر رنج یا خوشی کا کوئی اثر پیدا کر سکے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے ابتک اسے ہر بات سے بےخبر رکھا، یہاں تک کہ ان خطوں کی بھی اطلاع نہیں دی جو اس زمانہ میں اسکی سہیلیوں کی طرف سے اسکے نام آتے رہے ہیں مجھے معاف کرنا کل شام میں نے تمھارا آخری خط پھاڑ کر پڑھ لیا۔ اس وقت مجھے تمھاری بعض تکلیفوں کا حال معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا اور میں نے ارادہ کیا کہ سوزان کو یا تو تمھارے خطوں کی اطلاع کر دوں، یا اسے خبر کئے بغیر ہی تمھیں لکھدوں کہ تم ہمارے پاس چلی آؤ، لیکن پھر اس ڈر سے رک گیا کہ کہیں تمھارے مصائب کا غم یا تمھاری ملاقات کی خوشی اسے ہلاک کر دے۔ لہذا میں تم سے استدعا کرتا ہوں کہ ابھی تم وہیں رہ کر چند ہفتے انتظار کرو یہاں تک کہ میں خود اسکے لئے کوئی تدبیر نکالوں، یا سوزان کی علالت میں تخفیف ہو جائے۔

مکافاتِ عمل

ماجد ولین نے اس خط کو پڑھا اور سمجھ گئی کہ سوزان نہ تو بیمار ہے اور نہ اتنی نزار کہ اسکے خطوں کو پڑھ بھی نہ سکے، جیسا کہ اسکے شوہر نے لکھا ہے بلکہ وہ اسے ٹالنا چاہتی ہے۔ اسی اثنا میں اس کی ایک سہیلی جو سوزان کی بھی دوست تھی، اسکے پاس آئی اور ماجد ولین نے اس سے پوچھا کہ اسکے پاس سوزان کا آخری خط کب آیا تھا؟ وہ کہنے لگی کہ "کل ہی تو اس کا خط آیا ہے جس میں اسنے

مجھے میری سالگرہ پر مُبارکباد لکھی ہے اور یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ میں یہ موسم بہار اسکے ساتھ برلن میں گزاروں۔ چنانچہ مینے اس کی اس مُبارکباد کا شکریہ اور اپنے نہ آسکنے کی معذرت لکھ بھیجی ہے۔"

یہ سُنکر ماجد ولین چُپ ہوگئی اور جب وہ لڑکی چلی گئی تو دل ہی دل میں کہنے لگی: "اس کے اس فعل پر اظہار ناراضگی بیکار ہے۔ خدا کی مرضی یہی ہے کہ مجھے میری بیوفائی کا بدلہ بیوفائی، اور ناشکری کا بدلہ ناشکری سے دیا جائے۔"

آخری آنسو

ایک روز صبح کو جب قصبۂ ولفاخ کے رہنے والے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر انھیں سخت تعجب ہوا کہ وہی لڑکی جو کل اُن سے اس حال میں جدا ہوئی تھی کہ اسکا خوبصورت چہرہ تمام لڑکیوں سے زیادہ ترو تازہ اور اس کا حال ان سب سے زیادہ سازگار تھا، آج انکی طرف اس حال میں لوٹی ہے کہ اسکا چہرہ کمھلا کر زرد پڑگیا ہے، حالت تباہ اور رنگ فق ہے۔ پھٹے پُرانے کپڑے بدن سے لپٹے ہوئے ہیں، افتادگی، بیچارگی اور ذلت کے آثار نمایاں ہیں، اور جب چلتی ہے تو گرانی سے اسکے قدم مشکل سے اُٹھتے ہیں۔ لوگ سے دیکھ کر انگشت بدنداں رہگئے

وہ اسی طرح اپنے گردوپیش سے بیخبر چلی جارہی تھی ——— کہ وہ اس گھر کے سامنے سے گزری جہاں اسنے اپنے بچپن اور جوانی کے دن گزارے تھے، اور جہاں ایک مدت تک ایک پاکیزہ اور شریف محبت نے اس کی زندگی کو مسرور بنا رکھا تھا، اس کا دل رنج وغم سے دھڑکنے لگا اور تھوڑی دیر کے لئے وہ اسکے سامنے کھڑی ہوکر اسے دیکھتی رہی، اسنے دیکھا کہ خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی ہے ۔ وہ سمجھ گئی کہ ابتک خالی ہی پڑا ہے، چونکہ باغ کا دروازہ کھُلا ہوا تھا اس لئے اس کے دل نے اندر داخل ہونے کا مشورہ دیا اور وہ اندر چلی گئی۔

ابھی چند قدم گئی ہوگی کہ اسنے باغبان اور اس کی بیوی کو ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے اور کھانا پکاتے ہوئے دیکھا، وہ قدم بڑھاتی ہوئی ان کے قریب پہونچگئی۔ انھوں نے اسے دیکھا اور جب کچھ دیر بعد پہچان لیا تو گھبرا کر کھڑے ہوگئے اور قریب پہونچکر سلام کیا۔ باغبان نے اسے غم آلود نگاہ سے دیکھا اور کہنے لگا: "یہ آپ کا کیا حال ہے"۔ اس نے اپنا مختصر قصہ بیان کیا اور کہنے لگی: "میں اس گھر کی بالائی منزل کو ایک یا دو مہینہ کے لئے کرایہ پر لینا چاہتی ہوں، کیا تم اس گھر کے مالک سے میرے لئے اس مدت کی اجازت لے سکتے ہو؟" باغبان یہ سُن کر رونے لگا اور ایک گھنٹہ کے اندر ہی اندر اس نے اس کے لئے اس کمرے کا انتظام کردیا جس کی خواہش اس نے ظاہر کی تھی۔ چنانچہ وہ اوپر چڑھ گئی اور اسے بدستور اسی حالت پر پایا۔

اس نے اس دن کو یاد کیا جب وہ اسٹیفن کے چلے جانے کے بعد اوپر آئی تھی اور اس کی جدائی کے غم میں اسکے فرش کو اپنے آنسوؤں سے بھگویا تھا، وہ پچھلے دنوں کو یاد کرنے لگی اور رونے لگی، کیونکہ زمانہ اپنے ترکش کے سارے تیر اس پر برسا چکا تھا، اور زندگی کے تمام راستے اس پر بند ہوچکے تھے۔

اس کا شوہر اسے چھوڑ چکا تھا، اس کی سہیلی اس سے خیانت کرچکی تھی اور جو اس کا محبوب تھا وہ اس سے بگڑ چکا تھا اور وہ دولت جس کے لئے اس نے اپنی وفاداری کو بیچا تھا اسکے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔ اب اسکے لئے مرجانا بھی مشکل تھا،

کیونکہ اپنے بچے کو وہ اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کرسکتی تھی اور زندہ رہنا بھی آسان نہ تھا کیونکہ اسباب زندگی میں سے اسکے پاس کچھ بھی نہ تھا۔

الغرض چند روز تک وہ اسی حالت میں رہی، آخر وہ دن آپہونچا جس کا انتظار تھا، درد بڑھنے لگے۔ ایسے نازک وقت میں سوائے باغبان کی بیوی اور ایک دوسری بڑھیا کے جو اس کی پڑوسن تھی کوئی شخص اسکے پاس نہ تھا۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں ایک خوبصورت لڑکی نے اس دُنیا میں قدم رکھا، جسے دیکھ کر پہلے تو وہ ذرا مسکرائی، لیکن پھر اسقدر پھوٹ پھوٹ کر روئی جیسے کوئی اپنے اکلوتے بچے کو مرتے ہوئے دیکھ کر رونے لگتا ہے۔

اسکے چند ہی روز بعد اسے یہ خبر ملی کہ ایڈورڈ نے شکاگو کے کسی ہوٹل میں ایک رات جوئے میں سب دولت ہار کر، گلے میں پھندا لگاکر خودکشی کرلی۔ یہ خبر سنتے ہی وہ بیہوش ہوگئی اور جب اسے ہوش آیا تو وہ ایک بُت کی طرح خاموش تھی۔ نہ کچھ کہتی نہ سنتی بلکہ اس وقت تک اپنی بچی کو دودھ بھی نہ پلاتی جب تک اس کے رونے سے مجبور نہ ہوجاتی، نہ وہ صبح کو کھانا مانگتی نہ شام کو اور اگر کوئی اس کے سامنے رکھ بھی آتا تو ایک دو لقمے کھاکر ہاتھ کھینچ لیتی تھی۔ گھنٹوں گزر جاتے اور وہ آسمان کی طرف تکتی رہتی اور جب اس کی طبیعت ذرا ٹھکانے ہوتی تو مالی سے بس اس قدر پوچھ لیتی تھی کہ کیا اس کے نام کوئی خط آیا ہے یا اس کے متعلق کسی نے کچھ پوچھا تھا؟ اور جب وہ کہتا کہ نہیں، تو پھر اپنی پہلی سی خاموشی اور محویت کی طرف لوٹ جاتی تھی۔

۹۳

اس روز رات کو ماجدولین سے گفتگو کرنے کے بعد اسٹیفن کے زخم پھر ہرے ہوگئے اور اسکی شوریدگی نئے سر سے ابھر آئی، چنانچہ اس نے ایک طویل سفر اختیار کیا، موسیقی کے بڑے بڑے ماہروں اور مشہور ڈرامہ لکھنے والوں سے ملاقاتیں کیں، ان لوگوں نے بھی اسکے اعزاز میں بڑے بڑے جلسے کئے اور اسکے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئے۔ اس نے اپنے اس سفر میں بہت سے گیت نظم کئے، اور پھر انھیں بڑی خوبی سے ادا کیا اور تمثیلی روایتوں اور افسانوں کے بہت سے کانوں کو اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا اور جن جن لوگوں نے اس کے گیتوں یا سازوں کو سنا سب نے متفقہ طور پر یہی کہا کہ بتھوفن کے بعد سے آج تک جرمنی کے آسمان پر ایسا سورج کبھی نہیں چمکا۔

وہ اپنی اس سیاحت میں کئی مہینے مصروف رہا، یہاں تک کہ ایک روز اسکے پاس کوبلانس سے اسکے ایک دوست کا خط پہونچا جس میں ایڈورڈ کے امریکہ چلے جانے اور وہاں پہونچکر اسکے خودکشی کرلینے کی اطلاع تھی، وہ اس خبر کو پڑھکر بہت غمگین ہوا اور سوچنے لگا کہ ——— معلوم نہیں اس مصیبت کے نازل ہونے کے بعد ماجدولین پر کیا گزری۔ چنانچہ وہ کوبلانس کے لئے روانہ ہوگیا، اور وہاں صرف ایک رات ٹھہر کر دوسرے دن صبح کو جرتنج کے لئے چلدیا اور یہاں پہونچکر اسے معلوم ہوا کہ وہ اپنی بچی کے ساتھ اپنے پرانے گھر کی بالائی منزل میں بدبختی و بدنصیبی کے دن گزار رہی ہے۔

اس وقت وہ اپنے غم و غصہ کو بھول گیا اور صبح کے وقت اپنی گاڑی پر سوار ہوکر ولفاخ کے لئے روانہ ہوگیا اور پہر کے قریب

وہاں پہونچکر سیدھا موتر کے گھر کی طرف گیا اور گاڑی سے اُتر کر مالی کے پاس آیا اور ماجدولین کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ اسنے اس کا سارا حال مختصراً بیان کیا اور کہا کہ غم اس پر اس درجہ مسلّط ہے کہ قریب ہے اسے ہلاک کردے"۔ اسٹیفن نے کہا: "تم جاکر اسے میرے آنے کی خبر کردو"۔ وہ کہنے لگا کہ "وہ اپنا اکثر وقت اُسی کرسی پر بیٹھ کر گزارتی ہے جس پر تم دونوں بیٹھا کرتے تھے اور میں اسے اس وقت بھی وہیں بیٹھا ہوا چھوڑ آیا ہوں"۔ اسٹیفن قدم بڑھا کر اس کرسی تک پہونچ گیا لیکن ماجدولین کو اس کے آنے کی اسوقت تک خبر نہیں ہوئی جب تک کہ وہ اس کے سامنے نہیں پہونچ گیا۔

وہ اسے دیکھتے ہی کانپنے لگی، اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ گئے اس کا تنفس بے ترتیب ہوگیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ بھی نہ سکی اسٹیفن اس کے برابر بیٹھ گیا اور اس کی مصیبت پر اسے تلقین صبر کرنے لگا اور جب رفتہ رفتہ اس کا دل ٹھہرا تو کہنے لگی:-

"اے اسٹیفن اگر تم مجھے معاف کردو تو میں ان مصائب و آلام کو بڑے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرسکتی ہوں"

اسٹیفن دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا پھر اسنے اپنا سر اُٹھایا اور کہنے لگا: "لیکن معاف کردینا تو میری قدرت سے باہر ہے"! یہ سنکر موت کی زردی اس کے چہرے پر چھاگئی اور اسے ایسا معلوم ہوا گویا اس کی روح اس کی آنکھوں سے قطرہ قطرہ ہوکر ٹپک رہی ہے۔ اس نے کہا: "اے اسٹیفن کیا یہ جگہ جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں، تمھیں ہماری پچھلی باتوں میں سے کسی چیز کو یاد نہیں دلاتی؟" کہنے لگا: "ہاں، بس اس چیز کی یاد دلاتی ہے، جسنے میری تمام آرزوؤں اور تمناؤں کو برباد اور دل کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تھا کیا میں وہ وقت بھول سکتا ہوں، جب آج سے پانچ برس پہلے تم اسی جگہ مجھے تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور میری آنکھوں کے سامنے تم اپنے منگیتر کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے کمرے کی طرف کو لے گئی تھیں، بغیر کچھ سوچے ہوئے کہ مجھ غریب پر کیا گزری۔ آیا میں زندہ بھی رہا یا نہیں۔ پھر اس کے بعد میں نے تم کو کیسے کیسے درد بھرے خط لکھے لیکن تم نے ان سب کو پس پشت ڈالدیا اور پھر ایک مدت کے بعد تم نے مجھے دو حرف لکھے بھی تو وہ جنھوں نے میری امید کا آخری دھاگہ بھی توڑ دیا۔

مجھے اسوقت تک یاد ہے کہ تم نے اپنے اس آخری خط میں مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ اب ہم گزشتہ زمانہ کی یاد کو بھول جائیں اور اور محبت کی جگہ دوستی کا رشتہ ہمارے درمیان قائم ہوجائے، پس اب میں اُسی دوستی کے نام پر تمھارے پاس آیا ہوں اور میں تمھاری ہر مدد کے لئے طیار ہوں"۔ ماجدولین نے روتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کہنے لگی: "اے اسٹیفن کیا میرے لئے تمھارے دل میں اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے"۔ یہ سُنکر اسٹیفن کا دل ہل گیا اور یہ دیکھ کر کہ اسکے دونوں ہاتھ بڑی عاجزی سے اسکی طرف پھیلے ہوئے ہیں، دل نے تقاضہ کیا کہ وہ اسے اپنی آغوش میں لے لے اور اسے اپنے سینہ سے لگالے، لیکن پھر فوراً ہی اسکی شادی کی وہ رات یاد آگئی جب وہ اسکے دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور وہ اپنے شوہر کی آغوش میں پڑی ہوئی اس سے محبت کی باتیں کررہی تھی، اس خیال کے آتے ہی غیرت و خودداری کا شعلہ پھر اسکے دل میں بھڑک اُٹھا۔

ماجدولین اسکے دونوں ہونٹوں کی طرف برابر اس انداز سے دیکھتی رہی گویا ایک مجرم اپنے فیصلہ کے لئے قاضی کی جنبشِ لب کا منتظر ہے۔ وہ اس ایک لفظ کے انتظار میں تھی جو یا تو اسے خوش نصیبی کے اس آسمان پر پہنچادے گا جس کے اوپر کوئی دوسرا

آسمان نہیں ہے، یا بدقسمتی کے اس گڑھے میں گرا دے گا، جس کے نیچے کوئی زمین نہیں ہے۔

اس نے اسٹیفن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسکے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں سے لگایا اور پھر اپنی آنکھوں پر رکھکر رونے لگی۔ اسوقت وہ تمام باتوں کو بھول گیا۔ وہ اس پر جھک گیا اور جب ان دونوں کے ہونٹ ملنے کے قریب ہوئے تو ماجدولین بولی کہ: "تم تو میری زندگی ہو اور تمھارے بغیر میری زندگی ناممکن ہے"۔ اور یہ بالکل وہی الفاظ تھے جو اسنے آج سے پانچ سال پہلے حجلۂ عروسی کے اندر اپنے شوہر سے کہتے ہوئے سُنے تھے۔ جوں ہی یہ آواز اسکے کانوں میں پہونچی وہ دیوانوں کی طرح کود کر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور ایک ایسے جھٹکے کے ساتھ اسے اپنے پاس سے ہٹا دیا کہ وہ کُرسی سے نیچے گر پڑی اور گرجتی ہوئی آواز میں کہنے لگا "نہیں میرے دل میں تمھارے لئے کوئی جگہ نہیں"۔ اس کے بعد وہ اسے اسی جگہ چھوڑ کر سر جُھکائے ہوئے چلا آیا اور جب باغ کے دروازے کے قریب پہونچا تو باغبان کو ایک سربمہر لفافہ دیکر بولا کہ: "اسے ماجدولین کو دیدینا"۔ اور ڈاک گاڑی پر سوار ہو کر لوٹ آیا۔ باغبان لفافہ لیکر پہونچا تو وہ کُرسی کے نیچے پڑی ہوئی تھی اور سکراتِ موت کی سی تکلیف میں مبتلا تھی۔ وہ اسکے پاس بیٹھ گیا اور جب تک کہ اسکے ہوش و حواس درست نہ ہوگئے وہیں ٹھیرا رہا۔ اسکے بعد اس نے وہ لفافہ اسے دیدیا اور وہ خاموشی سے اسے لیکر اوپر چڑھ گئی اس وقت اسکے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ اسنے وہ تمام رات چراغ کے پاس بیٹھ کر گزار دی۔ کبھی لکھتی تھی اور کبھی روتی تھی اور جب ان باتوں سے ذرا فرصت ملتی تو وہ اپنی بچّی کو اپنی چھاتی سے لگا لیتی تھی یہاں تک کہ صبح کا تڑکا نمودار ہو گیا۔

مُصیبت

ابھی سورج بلند نہ ہوا تھا کہ فرنز اپنی بیوی سے بولا: "دیکھو مجھے تو ابھی یہیں ٹھہرنا ہے، کیونکہ اسٹیفن کے لئے میں ایک خاص قسم کی مچھلی پکڑنا چاہتا ہوں، جسکے متعلق کل ہی اسنے مجھے ہدایت کر دی تھی۔ تم اسکے پاس چلی جاؤ اور اسکے اُٹھنے کا انتظار کرو، لیکن چھوٹے بچّے کے علاوہ اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لینا۔ آج وہ بہت دیر سے اُٹھیگا، کیونکہ کل وہ اپنے ولفاخ کے سفر سے بہت غمگین و افسردہ لوٹا ہے۔ اور ہاں اس کا خیال رکھنا کہ تمھارے بچّے کے رونے کی آواز اسے پریشان نہ کر دے۔ میں بھی تھوڑی دیر میں تمھارے پاس پہونچتا ہوں"۔

چنانچہ وہ اپنے بچّے کو اپنے ہاتھ پر اُٹھائے ہوئے چلدی اور جب باغ کے دروازے کے قریب پہونچی تو ایک نقاب پوش عورت پھٹے پُرانے میلے کپڑے پہنے، تیزی کے ساتھ اسکے قریب سے ہو کر نکل گئی، اس نے کچھ خیال نہ کیا، لیکن جوں ہی اسنے دروازے میں قدم رکھا اسنے دیکھا کہ دروازے کے سامنے ایک چھوٹی سی گٹھری پڑی ہوئی ہے اور کوئی چیز اس میں ہل رہی ہے جب وہ اسکے قریب پہونچی تو دیکھا کہ ایک دودھ پیتا بچّہ کپڑوں میں لپٹا ہوا پڑا ہے اور ربڑ کی ایک چُسنی اپنے منہ میں لئے ہوئے چوس رہا ہے یہ دیکھکر اسے وہ عورت یاد آگئی جو ابھی ابھی اسکے پاس سے تیزی کے ساتھ نکل گئی تھی اور اپنے دل میں کہنے لگی: "ہو نہ ہو اُس کا بچّہ ہے اور وہ اپنے گناہ کو چھپانے اور ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے اسکو یہاں پھینک گئی ہے"۔ یہ کہکر اُسنے مالی کو

آواز دی جو باغ میں کسی دوسری طرف اپنے کاموں میں مشغول تھا۔ چنانچہ اسکے آنے پر وہ اُس گٹھری کے متعلق اس سے پوچھنے لگی، مالی خود بھی اسے دیکھ کر گھبراگیا اور اس سے اپنی ناواقفیت ظاہر کرنے لگا۔ لیکن اسنے یہی مناسب سمجھا کہ اسٹیفن کی رائے معلوم کئے بغیر کچھ نہ کرے۔ چنانچہ وہ اس کی خوابگاہ کی طرف گئی اور جھانک کر اسے دیکھنے لگی، وہ اپنے بستر پر پڑا ہوا جاگ رہا تھا۔

اسٹیفن نے اسے دیکھا اور اندر بلالیا۔ اندر جاکر کہنے لگی کہ "میں تو سمجھتی تھی کہ آج آپ دوپہر سے پہلے نہیں اُٹھیں گے"! کہنے لگا "نہیں میں تو ابتک سویا ہی نہیں" اسکے بعد اُس نے اُس گٹھری کا واقعہ بیان کیا، اور اس نقاب پوش عورت کا بھی ذکر کیا جسے اسنے باغ سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا یہ سُنکر اسے تشک ہوگیا اور وہی رات کے معمولی کپڑے پہنے ہوئے بڑی تیزی سے باہر نکل گیا اسنے دیکھا کہ اس کے پاس ہی کوئی سفید سی چیز بھی پڑی ہے۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک سربمہر لفافہ ہے اسنے اسے اُٹھالیا اور اسکے عنوان کو پڑھنے لگا، اس پر لکھا ہوا تھا "ماجدولین کی طرف سے اسٹیفن کے نام" چنانچہ بڑی تیزی سے اسنے اسے پھاڑا اور اس پر ایک اُچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتا ہوا چلا گیا اور آخر میں موت کا لفظ لکھا ہوا دیکھا تو وہ چیخ کر جوزفین سے کہنے لگا "وہ عورت جسکے متعلق تم کہہ رہی تھیں کہاں گئی؟" وہ کہنے لگی اس طرف کو گئی ہے" اور دریا کے راستے کی طرف اشارہ کرنے لگی ــــ یہ سُنکر خط اسنے اپنے ہاتھ سے پھینکدیا اور بڑی تیزی کے ساتھ دریا کی طرف بھاگنے لگا۔ وہاں پہونچکر اسنے دیکھا کہ دریا کے کنارے سیکڑوں آدمی کھڑے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر شخص پانی کی طرف اشارہ کررہا ہے۔ اسنے دیکھا کہ ڈوبنے والی، موجوں کے تھپیڑوں سے سخت مضطرب ہے اور برابر اپنے ہاتھوں کو کنارے کی طرف بڑھارہی ہے، تند و تیز ہوائیں ہر طرف سے چل رہی تھیں اور اس کا دوست فرتز ڈوبنے والی کو بچانے کے لئے اپنی کشتی کو اس کی طرف بڑھاتا ہوا چلا جارہا تھا۔

اس نے اسے دیکھا اور چیخ چیخ کہنے لگا "اے فرتز اسے بچالے اے میرے دوست اسے پکڑلے، یہ ماجدولین ہے"، یہ کہکر اس نے اپنے کپڑے اپنے بدن سے اُتارے اور پانی میں کود پڑنے کے لئے آگے بڑھا۔

لوگ یہ دیکھ کر گھبراگئے کہ کہیں اسے بھی کوئی صدمہ نہ پہونچ جائے، اور اس کا راستہ روک کر کھڑے ہوگئے مگر وہ ان سب کو ہٹاتا ہوا اور بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور دریا میں کود پڑا اور کشتی کے پیچھے پیچھے جانے لگا۔ دریا کی موجیں کبھی اسے کشتی سے قریب کردیتی تھیں، اور کبھی بہت دور لیجاکر پھینکدیتی تھیں۔ آخر اس کشاکش میں تھوڑی دیر کے بعد وہ کشتی کے قریب پہونچنے میں کامیاب ہوگیا اور اسے پکڑلیا۔ اب کشتی بھی اس مقام کے قریب پہونچ چکی تھی جہاں ماجدولین کے بال کبھی سطح آب پر تیرنے لگتے اور کبھی ڈوب جاتے ــــ اس وقت جبکہ لوگوں کے دل دھڑک رہے تھے، ایک خوفناک موج پہاڑ کی طرح اُبھری اور جھٹ کر ڈوبنے والی کو بھی اپنے ساتھ لے گئی ــــ اسٹیفن گھبرا کر پانی میں کود پڑا، اور جس جگہ وہ ڈوبی تھی اسی جگہ خود بھی غوطہ مارا۔ بہت دیر تک دونوں ڈوبتے اُچھلتے رہے اور پھر دونوں ڈوبنے والی کو اپنے ہاتھوں پر لئے ہوئے اُبھرنے لگے۔ دونوں میں سے کسی کو بھی خبر نہ تھی کہ وہ زندہ ہے یا مُردہ۔ یہاں تک کہ وہ دونوں پانی کو چیرتے ہوئے کنارے کی طرف بڑھے اور اسے زمین پر لٹادیا۔ تمام لوگ اس پر جھک پڑے اور اسکے دل کی آوازوں کو سننے، اور تنفس کی آمد و شد کو محسوس کرنے لگے۔

اسٹیفن بھی ایک طرف کھڑا ہوا اس پر نگاہیں جمائے ہوئے دیکھ رہا تھا، یکایک وہ چونک پڑا، اسنے دیکھا کہ لوگ اسکے چاروں طرف جھکے ہوئے ہیں اور سب نے اپنے اپنے سروں سے اپنی اپنی ٹوپیاں اتار لی ہیں اور آہستہ آہستہ دعا میں مصروف ہیں، یہ دیکھکر اس کا دل بیٹھ گیا اور سمجھ گیا کہ ماجد ولین ختم ہو گئی۔

اسکے بعد سب لوگ ایک ایک کرکے رخصت ہو گئے اور جب وہاں کوئی نہ رہا تو اسٹیفن اپنی جگہ سے اٹھا اور ماجد ولین کی لاش کو اپنے ہاتھوں پر اٹھاکر اپنے گھر لے آیا، فرنز بھی ساکت وصامت پیچھے پیچھے آرہا تھا، اور اسے لیکر گھر کی بالائی منزل پر چڑھ گیا اور اسی نیلگوں کمرے میں لیجاکر اس مسہری پر لٹادیا جو اس کی شادی کے لئے اس نے طیار کرایا تھا اور خود اس مسہری کے پایوں پر جھک گیا، اور کئی گھنٹے اسی حالت میں پڑا رہا نہ اسے جنبش ہوئی اور نہ اس کی آنکھوں میں حرکت ہوئی آخر دفن کا وقت آپہونچا اور ماجد ولین کے چہرے سے چادر ہٹاکر اسنے اسکی پیشانی کو چوما اور پھر بے ہوش ہوکر گر پڑا۔

ماجد ولین کا خط اسٹیفن کے نام

"اے اسٹیفن، اب میں تمہارے بعد اس روپیہ کو لیکر کیا کروں گی؟ تمھیں کھو دینے اور اپنی دنیا کو تمہاری دنیا سے الگ کر لینے کے بعد یہ نامراد زندگی میرے کس کام کی؟

میری تو یہی خواہش تھی کہ میں تمہارے لئے زندہ رہتی، لیکن میرے اور میری اس خواہش کے درمیان افسوس ہے کہ تم حائل ہو گئے، اس لئے کہ تم مجھ سے ناخوش تھے اور تمہارے خیال میں تمھیں مجھ سے انتقام لینا ضروری تھا۔

اے اسٹیفن، خدا گواہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں تمہارے سوا کبھی کسی سے محبت نہیں کی اور نہ تمہارے سوا کسی دوسرے کے ساتھ رہکر میرے دل کو کبھی کوئی سکون ملسکا، وہ شخص جس سے نکاح کرنے کی پاداش میں تم نے مجھ سے انتقام لینا پسند کیا، کبھی اس قابل نہ ہوا کہ اس محبت کو جو مجھے تمہارے ساتھ تھی ایک ذرہ بھی کم کر سکتا، اسلئے اگر تم میری غلطیوں سے چشم پوشی کر لیتے اور اپنے علم کو میری جہالت کی پردہ پوشی کی اجازت دیتے تو تم اپنے سامنے ایک ایسی لڑکی کو دیکھتے جو اپنے جذبات ومیلانات کے لحاظ سے بالکل کنواری تھی۔

محبت کا پیام ہمارے سامنے چھلک رہا تھا اور ہمارے لئے یہی مناسب تھا کہ ہم اسے ایک ایک قطرہ کرکے پیتے یہانتک کہ اسکے آخری قطرے تک پہونچ جاتے اور پھر ہم دونوں ایک ساتھ خوشی خوشی مر جاتے، لیکن افسوس کہ یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور ہم ایسے ہو گئے کہ اگر جئیں بھی تو لطف زندگی نہیں پا سکتے، اور اگر مر بھی جائیں تو آرام کی نیند نہیں سو سکتے۔

اے اسٹیفن، تم مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتے، حالانکہ زمانہ میرے گناہوں کی پاداش میں مجھ سے سخت انتقام لے چکا ہے، اس نے مجھ سے وہ دولت چھین لی جسے دیکھکر میں تم سے غافل ہو گئی تھی، وہ شوہر مجھ سے لے لیا جس کی خاطر میں نے تم سے بے وفائی کی تھی اور محبت کی اس چنگاری کو جو میرے دل کی تاریکیوں کو روشن کر دیا کرتی تھی، ایک ایسی کھا جانے والی آگ

میں بدل دیا جو اس کے گوشے گوشے میں بھڑک اُٹھی اور اسکی گہرائیوں تک سرایت کر گئی اور مجھ میں ایسی کوئی جگہ نہ چھوڑی کہ جہاں تمہارا غضب وانتقام سما سکے ــــ اے اسٹیفن کیا تم جانتے ہو وہ کون عورت تھی، کل جسکے پاس بیٹھے ہوئے تم ملامت و سرزنش کر رہے تھے، اور اسکے گناہوں کو ایک ایک کرکے گنا رہے تھے اور اسکی ذلت و خواری کے منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے؟ ــــ وہ کچھ نہ تھی مگر ایک تباہ و برباد ہستی، جسکے احساس و شعور اور آثار حیات میں اسے ایک ایسی آنکھ کے علاوہ جو کھلی ہو اور دیکھتی نہ ہو، ایک ایسے کان کے علاوہ جو سنتا ہو مگر سمجھتا نہ ہو، اور ایک ایسے نفس کے علاوہ جو ہر چیز سے حتیٰ کہ خود اپنی ہستی سے بھی بے خبر ہو، زمانہ نے کچھ نہ چھوڑا ہو ــــ یہی وہ عورت تھی جس پر تم نے ظلم کیا اور اسکی محرومی و ناتوانی پر ذرا ترس نہ کھایا اور اپنے مضبوط اور سخت ہاتھ کو اسکی طرف بڑھا کر اسے زخمی کر دیا حالانکہ وہ خود ہی زخموں سے چور چور تھی، اور پھر اس بری طرح زخمی کیا کہ وہ جانبر نہ ہو سکی ــــ اے اسٹیفن مینے تمھیں معاف کیا۔ کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں جانتی ہوں کہ تم نے مجھ پر یہ تمام مظالم صرف اس لئے گوارا کئے کہ تمھیں بھی مجھ سے محبت تھی۔ پس تم اپنی بخشش و مغفرت سے مجھے محروم نہ کرو اور ایک دفعہ پھر مجھے اپنے دل کی اُنھیں گہرائیوں میں جگہ دیدو جہاں اس سے پہلے مجھے جگہ دیا کرتے تھے اور جس کی خاطر میں آج اپنی زندگی قربان کر رہی ہوں۔ لیکن اگر تمھارے مذہب میں، ان ــــ کے گناہوں کا انتقام لینا ضروری ہو تو خدا کے لئے اس یتیم اور مسکین بچی سے میرے گناہوں کا انتقام نہ لینا، جس کا اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں ہے۔ ــــ ہر چند وہ ایک ایسی عورت کی بچی ہے جسنے تمہارے ساتھ بیوفائی کی ہے تاہم وہ اس عورت کی بھی بچی ہے جسنے تم سے محبت کی ہے۔ میں اس وقت اسے تمھارے فضل و کرم کی پناہ میں دیتی ہوں جب تک تم زندہ ہو وہ زندگی کی تلخیوں سے نا آشنا رہے اور تمھاری آنکھوں کے سامنے زمانہ کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت اس پر نہ آئے ــــ اس سے پہلے بھی تم اسکے ماں باپ پر احسانات کرتے رہے ہو، اسے اپنے سینہ سے لگا لینا، آلام حیات اور مصائب روزگار کے مقابلہ کے لئے تنہا نہ چھوڑ دینا اور جس وقت وہ اپنی زندگی کے راستے میں سب سے بڑے پتھر کو ہٹا رہی ہو، اسوقت تم اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے لینا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑے اور پھر اس بات کو بھی کبھی نہ بھولنا کہ اسکی ماں اس سے بیحد محبت کرتی تھی، اور اسنے موت کو زندگی پر صرف اسلئے ترجیح دی کہ وہ خود بدبخت اور ستائی ہوئی تھی اور ڈرتی تھی کہیں اسکی بدبختی کا اثر اسکی بچی کی زندگی پر نہ پڑے

اے اسٹیفن رخصت! اے سارے جہان سے پیارے انسان رخصت!۔ اب میں اس زندگی کو چھوڑ رہی ہوں اور اس وقت بھی وہ شخص ہو جسکے متعلق سوچ رہی ہوں اور جس کی جدائی پر کف افسوس مل رہی ہوں۔ مجھے بھول نہ جانا اور کبھی کبھی میری قبر پر آتے رہنا، اگر سطح زمین پر قبر مجھے نصیب ہو، اور میری اس امانت کی حفاظت کرنا جو میں تمھارے سپرد کئے جا رہی ہوں۔

اچھا اے اسٹیفن رخصت! اب میں اپنی زندگی کے ان آخری لمحوں میں بس اسی قدر کہنا چاہتی ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں، اور تمھاری خاطر جان دیرہی ہوں۔

قبرستان

کہیں دوسرے دن شام کو اسٹیفن کے ہوش و حواس ٹھکانے ہوئے اور آنکھیں کھولکر اسنے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ فرنز اور اسکے بیوی بچے قریب بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، تھوڑی دیر تک وہ ان کو دیکھتا رہا لیکن پھر فرنز کی طرف متوجہ ہو کر بولا:۔ "کیا تم لوگوں نے دفن کر دیا؟" فرنز نے خاموشی سے سر جھکا لیا اور آہستہ سے کہنے لگا: "ہاں کل ہی دفن کر دیا تھا" پھر بچی کو پوچھا تو معلوم ہوا کہ جوزفین کے پاس ہے۔ اسکے بعد پوچھا خط کہاں ہے؟ اور خط لیکر اُسے گھر چلے جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ وہ اپنے بیوی بچوں کو لیکر وہاں سے چلا آیا۔۔۔ جب اسٹیفن تنہا رہ گیا تو اسنے خط پڑھنا شروع کیا اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کسقدر رویا۔ اسکے بعد اس پر بیہوشی کا دورہ پڑا اور جب آدھی رات کے بعد اسے ہوش آیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔

وہ باغ میں نکل گیا اور کان لگا کر ہر طرف سننے لگا لیکن وہاں کوئی آواز نہ تھی اسنے دیکھا کہ باغبان اپنی کوٹھری میں پڑا ہوا سو رہا ہے اور اس کی کدال کوٹھری کے دروازے پر پڑی ہوئی ہے۔ اسنے اسے اُٹھا لیا اور باغ کا دروازہ کھولکر چپکے چپکے باہر نکل آیا۔۔۔ اور قبرستان کا رخ کیا۔۔۔ اس وقت تاریکی بہت گہری تھی، ہوائیں تیز چل رہی تھیں اور بادل چاند کے چہرے پر چھائے ہوئے تھے۔ قبرستان کو تین طرف سے ایک نیچی سی دیوار گھیرے ہوئی تھی جو کئی جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی اور متعدد رخنے اور شگاف اس میں موجود تھے، اور اسکی چوتھی سمت دریائے جو تیز بہتا تھا، دریا کے کنارے اونچے اونچے اور گھنے درخت تھے۔ تند و تیز ہوائیں جب ان کے پتوں اور شاخوں کو زور سے جھنجوڑتیں تو انکی کھڑکھڑاہٹ دریا کے بہتے ہوئے پانی کے شور سے ملکر بہت مہیب آواز پیدا کرتی۔۔۔ اسٹیفن اپنے راستہ پر چلا جا رہا تھا یہاں تک کہ ان درختوں کے سرے اسے نظر آنے لگے اور انکے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ اسے سنائی دینے لگی اور انکے نیچے سے اُبلتے ہوئے پانی کا شور اسکے کانوں میں پہونچنے لگا۔ اسے ایسا محسوس ہوا گویا وہ بھوتوں کے سیاہ سائے ہیں جو رات کی تاریکی میں ناچتے گاتے اسکی طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں۔۔۔ لیکن وہ بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ قبرستان پہونچ گیا، چاند جب ذرا نکل آتا تو اسے راستہ ملجاتا تھا اور پھر ذرا دیر بعد جب بادلوں میں چھپ جاتا، تو وہ بھی چلتے چلتے رک جاتا تھا۔ چاند کی ہلکی سی روشنی میں وہ قبروں کو دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ جن کی مٹی خشک ہو چکی تھی اور ان پر لگے ہوئے پودے سوکھ چکے تھے کیونکہ اب ان کے لگانے والوں کے دلوں کا غم پُرانا ہو چکا تھا اور وہ انکی نگہداشت سے غافل ہو گئے تھے۔۔۔ اسی طرح وہ قبروں کو ڈھونڈتا بھالتا چلا جا رہا تھا، کہ اسے ایک نئی قبر دکھائی دی جسکی مٹی ابھی تک تر و تازہ تھی۔ چاند کی ہلکی سی روشنی میں جو اسوقت اس پر پڑنے لگی تھی، اسنے "ماجد ولیین" لکھا ہوا دیکھا، وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر جھک گیا اور آہستہ آہستہ کچھ دعا پڑھی، اسکے بعد وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور اس کدال کو جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا اُٹھا لیا اور قبر کھودنے میں مشغول ہو گیا۔ کھودتے کھودتے اسکی کدال کسی ایسی چیز سے لگی جس سے ایک سخت آواز پیدا ہوئی اور خاموش فضا گونج گئی۔

اس کا سارا جسم کانپنے لگا، خون اسکی رگوں میں جمگیا، گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑا اور کدال اسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی

کدال در اصل اس تابوت پر پڑی تھی جس میں نعش رکھی ہوئی تھی، لیکن وہ غلطی سے یہ سمجھا کہ شاید وہ میت کے سر سے ٹکرائی ہے۔ اس وقت چاند بڑی آب وتاب سے بادلوں کے پیچھے سے نکل آیا تھا، اور تمام مقبرہ روشن ہو رہا تھا اور اسے ایسا نظر آرہا تھا گویا تمام قبریں کھل گئی ہیں اور مُردے، اپنی اپنی قبروں سے جھانک رہے ہیں۔ وہ گھبرا کر وہاں سے لوٹ آیا اور جب گھر پہونچا تو تھک کر گر پڑا اور زور زور سے کہنے لگا کہ "ہائے میں نے اسے قتل ہی نہیں کیا بلکہ اس کی صورت بھی بگاڑ دی"، پھر وہ مالی کو لے کر قبرستان گیا۔ چاندنی اس وقت بھی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، اسٹیفن سیدھا قبر تک گیا اور اس پر جھک گیا اسنے دیکھا کہ کدال کا نشان تابوت پر بنا ہوا ہے اور اپنے اُس خیال کی کوئی علامت اسے نظر نہیں آئی، اس نے مالی سے کہا کہ قبر پر مٹی ڈالکر اسے پہلے کی طرح درست کر دو۔ جب وہ اسے ٹھیک کر چکا تب اس نے اسے کدال اٹھا کر گھر جانے کا اشارہ کیا اور وہ خود قبر کے برابر بیٹھ گیا، اس کی مٹی کو چومنے اور آنکھوں سے لگانے لگا اور چیخ چیخ کر رونے لگا کہ "اے ماجد ولین میری تو یہی آرزو تھی کہ میں تمھارے پہلو میں دفن ہوتا لیکن افسوس کہ یہ تمنا بھی پوری نہ ہو سکی، تاہم میں جانتا ہوں کہ یہ دن بھی کچھ دور نہیں ہے"۔

اسٹیفن اس روز سے بہت افسردہ خاطر اور غمگین رہنے لگا۔ اب وہ زندگی کو اس مسافر کی نگاہ سے دیکھنے لگا جو کسی ایسے گھر میں جا اُترے جہاں اس سے پہلے کبھی نہ اُترا ہو اور وہاں اس کا دل نہ لگے، اس کا حال روز بروز زبوں تر ہوتا گیا، وہ لوگوں سے نفرت کرنے اور انھیں دیکھ کر گھبرانے لگا اور ان کی آوازیں اسکے کانوں پر گراں گزرنے لگیں۔ حتے کہ اسنے دوستوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے ماجد ولین کا خیال، اسکے دریا میں ڈوبنے کا نظارہ، سطح آب پر اس کے بھورے اور سنہرے بالوں کے تیرنے کا منظر اور مدد کے لئے اس کا اپنے دونوں ہاتھوں کو بڑھانا لیکن کسی مددگار کو نہ پانا اور ڈوب جانا، ہر وقت اسکے سامنے رہنے لگے ——— ان باتوں کو یاد کرکے اس کے دل کو وہ اذیت ہوتی کہ اسے کسی طرح چین نہ ملتا تھا۔ اور وہ چیخ چیخ کر یہی کہتا تھا کہ ہاں میں نے ہی اسے قتل کیا ہے، میں نے ہی اس کے جگر کے ٹکڑے کو اس سے چھینا ہے، میں بھی کس قدر بدبخت اور بدنصیب ہوں۔ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ میں ان تمام لوگوں کو جو اس زمین پر ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں، اور ان کے بعد بدنصیب اور گرفتار عذاب ہو کر ان پر ماتم کرنے کے لئے رہ جاؤں، نہ اُنھیں فراموش کر سکوں اور نہ اُن تک پہونچ سکوں۔

بیتھوون

کوبلانس کی مجلسوں اور محفلوں میں اب اسٹیفن بالکل شریک نہ ہوتا تھا اور جب اسکے احباب کو حالات معلوم ہوئے تو انھیں بڑی فکر پیدا ہوئی کہ مبادا زمانہ کا بیرحم ہاتھ اس باکمال ہستی کو انکے ہاتھ سے چھین لے۔ چنانچہ ان حالات کے پیش نظر انھوں نے ایک بڑا جلسہ کیا، جس میں موسیقی کے بڑے بڑے ماہر، مشہور مشہور تمثیل نگار اور اصحاب شعر وادب نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ اس کی ملاقات کے لئے اسکے گھر چلنا چاہئے اور اس وقت تک اسکے پاس ٹھہرنا چاہئے جب تک کہ وہ اپنی اس گوشہ نشینی کو خیرباد نہ کہدے اور اپنی پہلی زندگی کی طرف واپس نہ لوٹ آئے۔

چنانچہ انھوں نے اسے لکھا کہ ہم لوگ کل تمھاری ملاقات کے لئے آنے والے ہیں اور دوسرے روز شام کو یہ سب لوگ اپنی اپنی گاڑیوں پر سوار ہوکر اور ان میں سے اکثر اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو ہمراہ لیکر اسکے گاؤں پہونچ گئے۔ اسٹیفن نے ان لوگوں کا استقبال بڑی خندہ روئی اور کشادہ پیشانی سے کیا، اور یہ کسی طرح ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ اپنے پہلو میں کوئی رنج و غم چھپائے ہوئے ہے ـــــ وہ لوگ اسے اس حالت میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ یا تو وہ اپنے غم سے نجات پاچکا ہے یا عنقریب پانے والا ہے، اور یہ ہلکی سی زردی جو ہر وقت اس کے چہرے پر چھائی رہتی ہے گزشتہ واقعات کا اثر ہے جو خودبخود جاتا رہیگا اسٹیفن نے ان لوگوں کے رات کے کھانے کے لئے اپنے باغ میں ایک وسیع دسترخوان بچھوایا اور یہ سب مرد عورت جو تیس سے کچھ زیادہ تھے وہاں جاکر بیٹھ گئے اور وہ خود بھی ان سب کے درمیان میں بیٹھا ہوا اپنی دلچسپ اور لطیف باتوں سے سامان دلچسپی فراہم کرتا رہا تھا ـــــ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے تو چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بناکر باغ میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ یہانتک کہ رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ اس وقت ان میں سے ایک شخص نے یہ خواہش کی کہ باغ کی فضا میں پیانو منگوایا جائے اور پھر جو شخص بھی پسند کرے اسے بجانے کی تکلیف دیجائے۔ چنانچہ پیانو منگوایا گیا اور سب سے پہلے فرڈریک اُٹھا اور موسیقار عظیم بیتھوفن کے راگوں میں سے ایک راگ بیٹھ کر گانے لگا ـــــ سامعین اس راگ کو سنکر بیحد متاثر ہوئے اور ان میں سے ایک شخص کہنے لگا:- سچ تو یہ ہے کہ بیتھووَن خدا کا ایک رسول تھا، کیونکہ تمام ماہرین موسیقی میں تنہا وہی شخص تھا جس نے فطرت کی زبان میں باتیں کیں اور اسی کے نغموں اور ترانوں کو دہرایا ـــــ یہ سنکر شاعر سید روف کہنے لگا، اگر ہم میں سے کسی شخص کو اس کے آخری زمانے کے حالات معلوم ہوں تو براہ کرم بیان کرے۔ اسٹیفن کہنے لگا، میں آپ لوگوں کو اسکے حالات سناؤنگا میرا اُستاد ہوئل اسکی زندگی کے آخری دنوں میں اس کا رفیق رہا تھا اور مرنے کے بعد اس نے اُسے اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کیا تھا۔ وہ اکثر زندگی کے آخری ایام کا تذکرہ کیا کرتا تھا اور پھر انھیں یاد کرکے گھنٹوں روتا رہتا تھا، چنانچہ میں آپ لوگوں کے سامنے اسی طرح بیان کرتا ہوں جس طرح کہ وہ مجھ سے کہا کرتا تھا ـــــ زمانہ نے بیتھووَن کے ساتھ جس بے رحمی کا سلوک کیا، وہ کسی کامل فن کے ساتھ کسی زمانہ میں نہ کیا گیا ہوگا۔ اس نے اس دُنیا کے لئے کیسے کیسے ملکوتی نغمے ایجاد کئے لیکن دُنیا نے کوئی پروا نہ کی، اسی کے ساتھ اسکے ہم پیشہ حاسدوں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ یہی وہ لوگ تھے جو اس کے سامنے آکر اسکا راستہ روک لیتے تھے اور جب کبھی وہ انکے سامنے اپنا ستار لیکر کھڑا ہوتا تو یہ اس کا استہزا کرتے ـــــ یہاں تک کہ انھوں نے اس کی زندگی کو مکدر کردیا اور اپنی عظمت و شہرت میں خود اسے بھی شک ہونے لگا۔ اگر اس کا دوست ہوئل جو اس کے لئے ایک سچے آئینہ کی طرح تھا اور جس میں کبھی کبھی وہ اپنے صحیح خدوخال دیکھ لیا کرتا تھا موجود نہ ہوتا تو یقیناً عالم یاس و نومیدی میں وہ موسیقی سے دست بردار ہوچکا ہوتا، پھر بھی گھبرا کر وہ نکل کھڑا ہوا اور شہروں شہروں پھرنے لگا اس حال میں کہ اس کے پاس اسباب رزق میں سے سوائے اسکے ایک ستار کے اور کوئی دوسری چیز نہ تھی وہ جنگلوں بیابانوں اور پہاڑ کی چوٹیوں پر جہاں فطرت کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز اسے سنائی نہ دیتی تھی، اپنے ستار کے تاروں پر اپنے

رنج و غم کو ظاہر کرتا اور ایسی حالت میں جبکہ وہ فاقے سے ہوتا، وہ بڑے عظیم المرتبت نغمے ایجاد کرتا، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ وہ گھومتے گھومتے دریائے ڈینوب کے کنارے تک جا پہونچتا، اور اسکے ساحلوں پر گھومتا رہتا اور اگر دریا اپنے جانداروں میں سے کسی چیز کو اپنے کنارے پر پھینکدیتا، تو وہ اسے اُٹھا کر کھالیتا، یہاں تک کہ اس کے دوست ہوٹل کو اسکی خبر ملتی اور وہ اسے آبادی کی طرف واپس لے آتا ——— پھر اسے اس حالت تک پہونچا کر بھی زمانہ کو چین نہیں پڑا، اور اسے اس کے آخری زمانہ میں بہرا کر دیا، لیکن اسے اس حادثہ کا کچھ زیادہ افسوس نہیں ہوا، بلکہ اپنے دل میں کہنے لگا: "خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ان لوگوں کی آدھی شرارت سے محفوظ کر دیا کاش ایسا ہوتا کہ وہ مجھے نصف آخر سے بھی اپنی حفاظت میں لے لیتا. تاکہ نہ میں ان کی صورتوں کو دیکھتا اور نہ ان کی آوازوں کو سُن سکتا ——— اخیر میں وہ بالکل خاموش ہو گیا۔ اور شہر بادن کے قریب ہی ایک جنگل میں چلا گیا اور تن تنہا وہاں رہنے لگا۔ نہ اپنے دل کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز سنتا اور نہ ان اندرونی نغموں کے علاوہ جو ہر وقت اور مسلسل اسکے دل کی گہرائیوں میں بلند ہوتے رہتے، کوئی دوسری چیز اس کے کانوں تک پہونچتی۔ ہاں کبھی کبھی وہ اپنے دوست ہوٹل سے مل لیتا تھا، چنانچہ جب کبھی وہ اسکے پاس جاتا تو اسے اپنے نئے نئے نغمے سنایا کرتا ——— وہ اپنی اس عزلت و تنہائی میں بھی بہت دنوں تک نہیں رہ سکا، کیونکہ اُسکے ایک بھانجے کا جو کر ویانا میں رہتا تھا اور جسے اس نے اسکے بچپن ہی سے اپنا متبنی بنایا تھا اسکے پاس ایک خط آیا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ اس پر ایک سخت تہمت لگائی گئی ہے، اور بغیر اسکے آئے ہوئے اس سے نجات پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

چنانچہ وہ اپنے دوست ہوٹل سے ملے بغیر روانہ ہو گیا۔ اس وقت اس کے پاس اتنے روپئے بھی نہ تھے جو اس سفر کے لئے کافی ہو سکتے۔ چنانچہ کبھی پیدل اور کبھی بار برداری کی گاڑیوں پر سوار ہو کر وہ اپنا یہ طویل سفر طے کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ بہت تھک گیا اور چلنے سے عاجز ہو گیا۔ منزلِ مقصود ابھی تک بہت دور تھی کہ ایک رات اس کا گزر ایک ایسے چھوٹے سے گھر پر ہوا جو گاؤں سے باہر بنا ہوا تھا وہ اسکے دروازے پر جاکر کھڑا ہو گیا اور ہلکے ہلکے اسے کھٹکھٹانے لگا۔ صاحب خانہ باہر آیا اور کہنے لگا کیا کام ہے۔ اس نے کہا "میں ایک بوڑھا، بہرا مسافر ہوں، رات ہو چکی ہے اور تکان کی زیادتی سے اب آگے بڑھنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ آپ براہ کرم مجھے اپنے یہاں ایک رات ٹھہر جانے کی اجازت دیجئے اور اگر مناسب سمجھیں تو میرے لئے روٹی کے چند ٹکڑوں کا بھی انتظام کر دیجئے" ——— چنانچہ اس شخص کو اس پر ترس آگیا اور اسے اپنے گھر میں لے آیا، اور بہت ہی عزت و احترام کے ساتھ لیجا کر بٹھا دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ ہال کے ایک کونے میں انگیٹھی کے قریب جاکر بیٹھ گیا اور صاحب خانہ جو موسیقی کا بڑا دلدادہ تھا۔ پیانو کے سامنے جاکر بیٹھ گیا، اور اپنی دونوں بیٹیوں کو بھی ستار اُٹھانے کا اشارہ کیا۔ بیتھوون انہیں گاتا دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ہر چند وہ نہ سُن سکا کہ یہ کیا گا رہے تھے لیکن انکی کیفیت سے یہ اندازہ کر سکا کہ ——— یہ لوگ جس گیت کو گا رہے تھے اس کا ان کی طبیعتوں پر گہرا اثر تھا۔

بیتھوون اپنی جگہ سے اُٹھا اور انکے پاس جاکر کہنے لگا، "دوستو! میں تمہارے گانے کو کچھ بھی نہ سُن سکا۔ ہاں

اسی قدر سمجھ سکا ہوں کہ یہ بہت ہی پُراثر نغمے تھے۔ اس مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے جیسا تم مجھے دیکھ رہے ہو میں بھی موسیقی کا ازحد دلدادہ تھا اور مجھے اپنی زندگی میں گانے سے زیادہ کوئی چیز مرغوب نہ تھی۔ کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ موسیقی کے اس ورق کو ایک نظر میں بھی دیکھ لوں اور جس گیت کو تم اس وقت گا رہے تھے اسے پڑھ لوں ۔۔۔ اس نے وہ ورق اسکی طرف بڑھا دیا، اور بیتھووِن اس پر جھک کر اسے پڑھنے لگا اور جوں ہی اس کی نظر اس پر پڑی اس کا رنگ زرد پڑ گیا، اس کا ہاتھ کانپنے لگا اور اس کی پیشانی پسینہ سے تر ہوگئی اور زور زور سے رونے لگا ۔۔۔ اسے روتا دیکھ کر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے، اور گھبرا کر اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور چاروں طرف سے اسے گھیر کر اسکے رونے کا سبب پوچھنے ۔۔ اسنے کہا "میرے عزیزو یہ گیت میرا ہی ہے اور میں ہی بیتھووِن ہوں"۔۔ وہ لوگ یہ سُنکر گھبرا گئے اور تھوڑی دیر تک تو عالم حیرت و وارفتگی میں اسے دیکھتے رہے پھر انھوں نے اپنے اپنے سروں سے اپنی اپنی ٹوپیاں اُتار لیں اور انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ اسکے سامنے جُھک گئے اور یکے بعد دیگرے اسکے ہاتھوں کو لیکر چومنے لگے اور یہی ساعت اس کی زندگی کی وہ ساعت تھی جس میں وہ عزت و احترام کی لذت سے آشنا ہوا اور یہی وہ ساعت تھی جب موت کا پرندہ اسکے سر پر سے اُڑتا ہوا نکل گیا کیونکہ ٹھیک اسی وقت اس نے اپنے پہلو میں ایک تکلیف دہ چمک محسوس کی، اور جہاں تھا وہیں گر پڑا۔ لوگوں نے اسے اپنے ہاتھوں پر لے لیا اور لیجا کر بستر پر لٹا دیا اور تمام رات اسکے سرہانے بیٹھے ہوئے اسکی تیمار داری میں مصروف رہے، کبھی تو اسکی حالت ذرا سنبھل جاتی اور کبھی پھر بے ہوش ہو جاتا ۔۔۔ اس کا دوست ہوملؔ اسکے اس سفر سے واقف ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے، دیکھتا بھالتا، پوچھتا گچھتا چلا آ رہا تھا، یہاں تک کہ اسے اس گاؤں کا پتہ چل گیا جہاں وہ اُترا تھا، اور اس گھر کا بھی جس میں وہ ٹھیرا تھا اور وہاں اسے دم توڑتے دیکھ کر رونے اور ماتم کرنے لگا تھوڑی دیر بعد بیتھووِن کو اس کی موجودگی کا علم ہوا، اسے دیکھ کر وہ مسکرایا اور کہنے لگا "اے ہوملؔ کیا تم اپنے ساتھ میرے لئے میرا ستار بھی لائے ہو؟" ہوملؔ کہنے لگا، "جی ہاں لایا ہوں، لیجئے آپ کا یہ ستار حاضر ہے"۔ پس اسنے وہ ستار اسکے ہاتھ سے لے لیا اور اپنے ایک ہاتھ کا سہارا لیکر اُٹھا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا اور ان سب لوگوں کے سامنے اپنا مشہور اور پُر درد گیت "اے رب تو نے مجھے کیوں بد قسمت بنایا حالانکہ میں نے تیرے بندوں میں سے کسی کو نہیں ستایا!" گانے لگا اور اسے ختم کرتے ہی اسکے دونوں ہاتھ کانپنے لگے، اس کی دونوں آنکھیں اُبھر آئیں اور پسینہ اسکی پیشانی پر بہکر ٹپکنے لگا۔ وہ اپنے تکیہ پر گر پڑا اور موت کی غشی اس پر چھا گئی۔ پھر ذرا دیر بعد اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے دوست ہوملؔ کو اپنے برابر بیٹھا ہوا دیکھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولا: "اے ہوملؔ، کیا میں اپنی زندگی میں بڑا آدمی نہ تھا؟" وہ کہنے لگا "کیوں نہیں؟ بے شک آپ تو بہت بڑے آدمی تھے!" یہ سُنکر اس کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اور اس نے اپنی آنکھیں یہ کہتے کہتے بند کر لیں۔ "اب میں اس دُنیا سے بامراد رخصت ہو رہا ہوں"۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

نغمۂ موت

اسٹیفن نے یہ قصہ ابھی پوری طرح ختم بھی نہ کیا تھا کہ اسکے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور اسکا سر زمین کی طرف جھک گیا۔ اس حالت میں دیکھ کر لوگ اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ ایک ہاتھ سے دل کو تھامے ہوئے ہے اور آنسو اس کے رخسار پر بہ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان میں سے ایک شخص نے پوچھا: "کیوں رو رہے ہو؟" تھوڑی دیر تو وہ اسی طرح سر جھکائے بیٹھا رہا پھر بولا: "میں اس شخص پر رو رہا ہوں، جو جب تک جیا بدبخت جیا اور جب مرا تو فقیر و محتاج مرا" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو اس دنیا میں کچھ کام کرنا چاہتے ہیں، یہی مقدر ہو چکا ہے کہ وہ یہاں ان عظیم الشان درختوں کی طرح زندگی بسر کریں جو کسی تپتے ہوئے جنگل میں کھڑے ہوں، گزرنے والے انکے سائے کی ٹھنڈک سے فائدہ اُٹھائیں اور وہ خود باد سموم کے جھونکوں میں جھلستے رہیں"۔۔۔ لوگ اسی طرح خاموش بیٹھے سُن رہے تھے کہ دفعتاً وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ پیانو کی کرسی کی طرف بڑھا اور حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: "دوستو! میں تمھارے سامنے بیتھووَن کے حالاتِ زندگی بیان کر چکا۔ اب اگر اجازت ہو تو میں تمھیں اسکا وہ گیت بھی سنا دوں جو وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں گایا تھا"۔ چنانچہ اس نے وہی گیت شروع کیا: "اے رب تو نے مجھے کیوں بدقسمت بنایا حالانکہ میں نے تیرے بندوں میں سے کسی کو نہیں ستایا" اور بہت ہی ہلکے اور نیچے سروں میں گانے لگا۔ لیکن اسکے جذبات اور زیادہ بھڑکنے لگے، اسکی آواز بلند ہونے لگی، اور اسکے نغمے فضا کی وسعتوں میں گونجنے لگے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے ساز کے تاروں کو نہیں چھیڑ رہا ہے، بلکہ درد کی شدت سے تڑپ تڑپ کر رو رہا ہے اور اُسکی سانسوں سے اس کے جلتے ہوئے جگر کی بو آ رہی ہے۔۔۔ جتنا جتنا زیادہ گاتا جاتا تھا اس کا اثر زیادہ بڑھتا جاتا تھا، اسکے جذبات اور زیادہ بھڑکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے آپ سے اور اپنے ماحول سے بیخبر ہو گیا اور وارفتگی و خود فراموشی کی ایک عجیب کیفیت اس پر طاری ہو گئی ۔۔۔ جب وہ اپنے نغمے کے آخری حصے پر پہونچا جو زیادہ طویل اور فضا میں سب سے زیادہ گونجنے والا تھا، تو حاضرین کھڑے ہو گئے اور زور زور سے تالیاں بجانے اور "اسٹیفن زندہ باد" کے نعرے لگانے لگے ۔۔۔ ادھر یہ لوگ زور زور سے تالیاں بجا رہے تھے، اسکی درازیٔ عمر کی دُعائیں مانگ رہے تھے، اُدھر اس کا سر اس کی کرسی کی پشت کی طرف جھک چکا تھا اس کا چہرہ کانپ رہا تھا، رنگ بدل چکا تھا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے کو دبائے ہوئے تھا ۔۔۔ یہ دیکھ کر لوگوں کے ہوش و حواس اُڑ گئے اور بستر پر لیجا کر لٹا دیا۔ طبیب نے آکر اس کا معائنہ کیا اور پھر نگاہ یاس سے سب کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔ سب لوگوں نے نہایت خاموشی اور درد کے ساتھ گردنیں جھکا لیں، اس کے چاروں طرف آکر کھڑے ہو گئے اور خدا کے ارادے کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے ارد گرد دیکھنے لگا۔ پھر فرتز کا نام لیکر پکارا جو وہیں موجود تھا۔ جب وہ سامنے پہونچا تو دیر تک اسے دیکھتا رہا، پھر اس نے ماجدولین کی لڑکی کا نام لیا اور جب وہ اس کے سامنے لائی گئی تو اسے اپنے سینہ سے لگا لیا

اور پیار کیا اسکے بعد وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت پست اور ٹوٹے ہوئے لفظوں میں بولا:۔
"دوستو! میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میری کل دولت ان دو شخصوں کی ہے" یہ کہکر اسنے فرتز اور ماجد ولین کی لڑکی کی طرف اشارہ کیا اسکے بعد وہ پھر غافل ہوگیا اور جب ایک گھنٹہ کے بعد اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں اور اپنے ارد گرد لوگوں کو روتے دیکھا تو اسکے ہونٹوں پر تبسم کی ایک خفیف سی لہر دوڑ گئی اور بولا: "اے فرڈریک میں وصیت کرتا ہوں کہ تم میرے تمام گیتوں کو ایک کتاب میں جمع کر دینا، اور اے سید رؤف میں تمھیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم میری زندگی کی تاریخ کو، جیساکہ فرتز کو معلوم ہے، لکھ کر شایع کر دینا اور اے فرتز تم سے میری اتنی وصیت ہے کہ مجھے ماجد ولین کی قبر میں دفن کر دینا اور اس معصوم بچّی کا ہر طرح خیال رکھنا اور جب وہ جوان ہوجائے تو کسی ایسے شخص سے جسے وہ اپنے لئے پسند کرے اس کی شادی کر دینا اور پھر میں تم سب کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ میری موت پر غمگین نہ ہونا کیونکہ اگرچہ میں اپنی زندگی میں بدقسمت رہا، لیکن جیساکہ تم اس وقت دیکھ رہے ہو میں نہایت خوش قسمت مر رہا ہوں"
یہ کہکر اس نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

انجام

لیکن فرتز اور اس کے خاندان کی حالت سُدھر گئی اور ان کی زندگی خوش حالی میں تبدیل ہوگئی۔ جسے سوائے اسٹیفن کے غم مرگ کے کوئی دوسری چیز مکدر کرنے والی نہ تھی۔ چھوٹی ماجد ولین کو فرتز نے اپنے دامنِ حمایت میں لے لیا، اور اپنے لڑکے برنار کے ساتھ پرورش کیا جس کے ساتھ اس نے اپنے بچپن میں دودھ پیا تھا اور اسے بالکل سادہ اور دیہاتی طریقے پر پالا، یہاں تک کہ وہ دونوں جوان ہوگئے اور ایک دوسرے سے نہایت شریفانہ اور پاکیزہ محبت کرنے لگے اور جسنے بعد کو شادی کی صورت اختیار کرلی، اسٹیفن کے گھر کو "جمعیتہ الموسیقی برلن" نے خرید لیا اور اُسے اسٹیفن کی یادگار کے طور پر محفوظ رکھا۔ یہ گھر اس وقت تک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ لوگ دور دور سے اسکی زیارت کو آتے ہیں اور اُن تاریخی اوراق کو دیکھتے ہیں جنھیں شاعر سید رؤف نے مرتب کیا ہے۔ وہ اسکے باغ کو دیکھتے ہیں اور اس کے اطراف و جوانب میں پھیلے ہوئے بنفشہ کے پھولوں کو دیکھتے ہیں اور اس حوض کا جو باغ کے وسط میں بنا ہوا ہے اور اس جنگلے کا جو اس کے چاروں طرف لگا ہوا ہے طواف کرتے ہیں۔ پھر انھیں وہ کرسی نظر آتی ہے جس پر اسٹیفن اور ماجد ولین بیٹھا کرتے تھے اور پھر اس نیلگوں کمرے کو دیکھتے ہیں جو حجلۂ عروسی بننے کی جگہ ماتم کدہ بنا اور پھر اس کی لائبریری اس کے ستار اور اُس پیانو کو دیکھتے ہیں، جس پر اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں اس نے نغمۂ موت گایا۔
اس گھر کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ مقبرہ کی طرف جاتے ہیں اور اُس قبر کو دیکھتے ہیں جہاں دونوں بدقسمت اور بدنصیب مدفون ہیں۔

اڈیٹر "نگار" کی تصانیف

توقیت
سنہ ۱ ھ سے سنہ ۱۹۳۲ء تک کے تمام اہم تاریخی واقعات - قیمت ۸ر

نقشہائے رنگ رنگ
غالب کے فارسی کلام پر بے مثل تبصرہ - قیمت ۴ر

جھانسی کی رانی (ڈرامہ)
حضرت نیاز کے قلم سے حال ہی میں شایع ہوا ہے - قیمت ۱۲/

اصحاب کہف (ڈرامہ)
حضرت نیاز کے قلم سے جو حال ہی میں شایع ہوا ہے - قیمت ۱۲/

نگارستان
حضرت نیاز کے ایام شباب کے ادبی مقالات اور افسانوں کا مجموعہ -
قیمت تین روپیہ

جمالستان
اڈیٹر نگار کے افسانوں اور ادبی مقالات کا دوسرا مجموعہ -
قیمت چار روپیہ

حسن کی عیاریاں
حضرت نیاز کے افسانوں کا تیسرا مجموعہ - تاریخ و انشار لطیف کا بے مثل امتزاج -
قیمت دو روپیہ

مکتوبات نیاز (حصہ اول)
اڈیٹر نگار کے خطوط یعنی انشار رنگین اور سلاست بیان کا بے نظیر مجموعہ -
قیمت تین روپیہ

مکتوبات نیاز (حصہ دوم)
اس مجموعہ میں اکثر خطوط فن نقد اور شعر و شاعری سے تعلق رکھتے ہیں -
قیمت تین روپیہ

شہاب کی سرگزشت
حضرت نیاز کا وہ طویل افسانہ جو سیرت نگاری اور نفسیاتی تجزیہ کے لحاظ سے آپ اپنی مثال ہے -
قیمت ڈیڑھ روپیہ

ترغیبات جنسی
اس میں فحاشی کے تاریخی و نفسیاتی حقایق پر محققانہ انداز سے بحث کی گئی ہے
قیمت چار روپیہ

مجموعہ استفسار و جواب جلد ۱ و ۲
اردو میں دائرۃ المعارف قسم کی پہلی تصنیف جسکی اہمیت صرف مطالعہ کے بعد معلوم ہو سکتی ہے
قیمت ہر حصہ تین روپیہ

انتقادیات (دو حصے)
حضرت نیاز کے انتقادی مقالات کا مجموعہ جس کے ادبی و انتقادی مباحث دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں
قیمت حصہ اول للعہ حصہ دوم للعہ

مذاکرات نیاز
حضرت نیاز کی ڈائری ادب لطیف اور تنقید عالیہ کا بے مثل نمونہ -
قیمت ڈیڑھ روپیہ

نقاب اٹھ جانے کے بعد
جس میں تین مذہبی علماء کو بے نقاب کیا گیا ہے زبان و انشاء بے نظیر -
قیمت آٹھ آنے

مذہب
اڈیٹر نگار کا وہ معرکۃ الآرار مقالہ جس میں بتایا گیا ہے کہ مذہب کی حقیقت کیا ہے -
قیمت ایک روپیہ

جذبات بھاشا
ہندی شاعری کے بے مثل نمونے -
قیمت بارہ آنے

شاعر کا انجام
جناب نیاز کے عنفوان شباب کا لکھا ہوا افسانہ -
قیمت بارہ آنے

فلاسفۂ قدیم
حضرت نیاز کے دو علمی مقالات کا مجموعہ -
قیمت ایک روپیہ

فراست الید
ہاتھ کی لکیروں کا علم نہایت آسان زبان میں -
قیمت ایک روپیہ

زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہئے

مرزا غالب نے یہ مصرع بادشاہ کے ہاتھ میں
چکنی ڈلی دیکھ کر کہا تھا مگر دنیا آجکل اسے

نکٹائی مارکہ

مال استعمال کر کے پڑھتی ہے

ہر قسم کا زردہ۔ مشکی قوام۔ الائچی دانہ۔ تیل۔ عطر۔ عرق کیوڑہ و گلاب اور مختلف قسم کے پان مسالوں کو مشرقی نفاست اور طبی احتیاط کے ساتھ طیار کرنے والا مشرقی ہندوستان کا قدیم ترین کارخانہ آپ کی فرمائشات کا منتظر ہے۔

فہرست طلب فرمائیے

ٹیلی گرام "مشکی قوام" ہوڑہ　　　ٹیلی فون:- ہوڑہ، ۴۵۵

نکٹائی برانڈ زردہ فیکٹری - ۱۴۱ ہوڑہ روڈ ہوڑہ

سیاسی بصیرت

حاصل کرنے کے اُردو کا واحد سیاسی ماہنامہ

اڈیٹر: سید انیس الرحمن

نئی زندگی

مصوّر

قایم شدہ ۱۹۴۱ء

پڑھا کیجئے، جو محض سیاسیات پر بحث کرتا ہے

مستقل عنوانات

(۱) ایڈیٹوریل، جس میں تمام ملکی سیاسیات پر سیر حاصل بحث ہوا کرتی ہے (۲) رفتار عالم - جس میں غیر ممالک کی سیاسیات پر دقیقہ رسی سے تبصرہ کیا جاتا ہے - (۳) صوبوں کی سیاسیات - (۴) اخبارات کی رائیں - یعنی مختلف ملکی مسایل پر ہندوستان کے اخبارات کیا کہتے ہیں - (۵) ریاستیں - ریاستوں کے اہم کوائف وحالات - (۶) دارالسلطنت - ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی کی سیاسی سرگرمیاں - (۷) معلومات - اہم سیاسی معلومات، اعداد وشمار وغیرہ - (۸) ڈائری - ایک مہینہ کی دنیا اور ہندستان کی سیاسی ڈائری - (۹) صنعت وحرفت - (۱۰) تبصرے (۱۱) افسانے - (۱۲) فلمی تبصرے وغیرہ -

ان مستقل عنوانات کے تحت ادارہ کے مضامین کے علاوہ ہر مہینے اہم ملکی وغیر ملکی سیاسی مسایل پر ہندوستان کے مفکرین علماء کرام اور رہنماؤں کے بصیرت افروز مضامین ہوا کرتے ہیں غرضکہ "نئی زندگی" ہندوستان وبین الاقوامی سیاسی کوائف کی ایک ماہانہ رپورٹ ہے

جس کا مطالعہ موجودہ دور کی پیچیدہ سیاسیات کو سمجھنے کے لئے ازبس ضروری ہے

علاوہ ازیں ہر مہینے سیاسی سرگرمیوں کی بہترین تصاویر

سالانہ چندہ ۷ر - ششماہی ۴ر - نمونہ کے لئے ۸ر کے ٹکٹ - ممالک غیر سے ۱۴ شلنگ

منیجر ماہنامہ "نئی زندگی" - ۹۰ ہیوٹ روڈ - الہ آباد

جنوری سے مستقل خریدار بن جائیے

عالمگیر خاص نمبر ۱۹۴۷ء

رسالہ عالمگیر برابر ۲۳ برس سے اُردو علم و ادب کی جو شاندار خدمات انجام دے رہا ہے اہلِ ذوق اُس سے ناواقف نہیں ہیں۔ ہندوستان کا یہ ممتاز ترین ماہنامہ عام پرچوں کے علاوہ ہر سال تین وزنی اور ضخیم خاص اشاعتیں اپنے سالانہ خریداروں کو مفت پیش کرتا ہے۔ یعنی اپریل میں افسانہ نمبر، جولائی میں سالانہ نمبر اور دسمبر میں خاص نمبر۔ حالانکہ اُن کی مجموعی قیمت چھ روپے اور ضخامت چھ سو صفحات سے کم نہیں ہوتی۔ اس گرانی و نایابی کے زمانہ میں بھی عالمگیر کے خاص اور سالانہ نمبر اُسی آن بان اور شان و شوکت سے شایع ہو رہے ہیں اور مضامین کے لحاظ سے بھی وہ رفتارِ وقت اور ماحول کے تقاضوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ چنانچہ جنوری میں خاص نمبر پیش کیا جا رہا ہے۔ جو ادبی و فنی خوبیوں کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہوگا۔ ضخامت دو سو صفحات۔ قیمت صرف دو روپے۔

سالانہ چندہ چھ روپے چار آنے مع محصول ڈاک۔ سالانہ خریداری کی رعایتوں سے مستفید ہونے کے لئے خاص نمبر سے اپنا سلسلۂ خریداری شروع کیجئے۔

خاص نمبر کے مضامین نظم و نثر کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے۔ اس فہرست میں ہر روز قابلِ قدر اضافہ ہو رہا ہے ——— !

مینیجر رسالہ عالمگیر۔ سید مٹھا بازار۔ لاہور

خاص نمبر کی ایک جھلک

شعر و سخن

اے جانِ من ——— جوش ملیح آبادی
شاہِ خوباں آگیا ——— ڈاکٹر تاثیر
نغمہ و رقص ——— فراق گورکھپوری
خواجہ فرید ——— سید عطاء اللہ بخاری
کھیل ——— اثر لکھنوی
نغمۂ موج ——— راز یزدانی
بیوہ اور برسات ——— ثاقب کانپوری
دو آتشہ ——— ماہر القادری

علم و ادب

صولت سکندری ——— مہر محمد خاں شہاب
حالی غزلگو کی حیثیت میں ——— حامد حسن قادری،
اسلوب بیان ——— محمد عظیم
سلام جلیل ——— احمد علی شاب

افسانے اور ڈرامے

حُسنِ خوابیدہ ——— شبلی - بی، کام
شادی طے ہو گئی ہے ——— ستیش بترا - ایم - اے
کاش میں بھول سکتا ——— ظہور الحسن ڈار
اِک تیرے جانے سے پہلے ——— طفیل ملک
پرندے ——— ایوب سرور
پھانسی ——— معظم علی ایم - اے
ٹیلی گرام ——— مقبول حسین احمد پوری
کرٹ وارس ——— رحمٰن مذنب،
ناؤ ——— شاہین،
جھلکیاں ——— زینت جہاں بی، اے
چھایا پاتر ——— برق صہبائی

(نامکمل)

تن درستی
اور
چہرے کا قدرتی حسن
عمدہ و صاف خون
کا آئینہ دار ہے
موسموں کی تبدیلی کے وقت بالخصوص موسم بہار
اور برسات میں خون کمزور اور ناصاف ہو جاتا ہے اور
انسان پھوڑے پھنسیوں، خارش، داد اگزیما
اور دوسری خون کی بیماریوں اور کمزوری کا شکار
ہو جاتا ہے،
صافی نہ صرف خون کو صاف کرتی ہے
بلکہ اسے طاقت ور بناتی ہے انسان کو چست اور
صحت مند رکھتی ہے صافی کو استعمال میں رکھنے
والے امراض سے محفوظ رہتے ہیں اور مریض جلد
مرض سے نجات پاتے ہیں
صافی بچے، بڑے اور عورت مرد سب استعمال
کر سکتے ہیں
صافی قبض نہیں رہنے دیتی،
Safi
صافی
خون صاف کرنے کی قدرتی دوا
خون کو قوی کرتی ہے
چست رکھتی ہے
ہمدرد دواخانہ دہلی
HAMDARD DAWAKHAMA LABORATORIES, DELHI

چند معیاری کتابیں

تاریخ السلام سید امیر علی کا مکمل سلیس اور بامحاورہ ترجمہ از باری علیگ ۸/ ےہ

بانگ درا --- اقبال --- للعہ/
بال جبریل --- " --- للعہ/
ضرب کلیم --- " --- ے/
زبور عجم --- " --- للعہ/
شعلہ و شبنم --- جوش --- صہ/
نقش و نگار --- " --- ے/ ۸
آیات و نغمات --- " --- صہ/
شعرستان --- اختر شیرانی - عہ/
الطاف کے گیت - الطاف مشہدی عہ/ ۸
تعلقہ --- حاجی لقلق --- عہ/ ۸
رنگ لبست --- اثر لکھنوی --- عہ/ ۸
پیام شباب - قاضی نذرالاسلام - عہ/ ۸
کلیات فانی -- فانی --- ے/
مثنوی شہید ناموس - شاد ملیح آبادی - ۱۲/
نقش چغتائی - دیوان غالب مصور عللہ/

مقالات جمال الدین افغانی - سلیم ڈی ایم اے عا/ ۸
پطرس کے مضامین -- پطرس -- عا/
کیلے کا چھلکا --- سند باد جہازی - عا/
جغرافیہ پنجاب مزاحیہ " عہ/
خوفناک دنیا کامل - سید محمد علیشاہ ےہ/ ۱۲
دہلی چلو --- شورش کاشمیری - ے/
اردو ادب جنگ عظیم کے بعد - ڈاکٹر عبدالقیوم ۱۲/
منٹو کے مضامین -- منٹو --- ے/
جاہ و جلال --- تبسم --- عہ/ ۸
دروازہ --- کرشن چندر --- عا/
گنج ہائے گرانمایہ - رشید احمد صدیقی - عا/
لیلے کے خطوط - قاضی عبدالغفار - عا/ ۸
مجنوں کی ڈائری " عا/ ۸
اسنے کہا --- " --- عہ/ ۸
جواب --- کرنل مجید ملک --- عہ/

خودکشی (ناول) --- ٹالسٹائی --- ے/
افسانۂ زریں " --- اسماء بیگم --- عہ/ ۸
شب غم --- " --- ایم اسلم --- عا/
خار و گل --- " --- " --- للعہ/ ۸
طوفان --- " --- ٹیگور --- ے/
نشان راہ --- " رشید اختر ندوی - ے/ ۸
کانٹوں کی سیج --- " --- ے/ ۸
نسیم --- " --- ے/ ۸
محمد بن قاسم " نسیم حجازی --- صہ/
حیات محمد علی جناح - رئیس احمد جعفری عہ/ ۸
غبار خاطر --- ابوالکلام آزاد --- للعہ/
جرم و سزا --- باری علیگ --- عہ/ ۸
فلسفۂ عجم --- اقبال --- عا/ ۸
مزاحیہ ڈرامے - خلیل --- عا/
گفت و شنید --- بشیر ہاشمی --- عا/

نوٹ:- مکمل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

نیجر اردو اکیڈمی لوہاری گیٹ لاہور

دی مغل لائن لمیٹڈ

بحر احمر اور ماریشس

کی بندرگاہوں کو مسافر اور مال لیجانے والے جہازوں کا بیڑہ بمبئی سے:-

عدن، پورٹ سوڈان، جدہ اور مصر

کی بندرگاہوں کے درمیان ہمارے جہازوں کی آمد و رفت باقاعدگی اور خوش اسلوبی سے ہوتی ہے اور امید ہے کہ ہم حسب ضرورت دوسری بندرگاہوں کو بھی اپنے جہاز بھیج سکیں گے
مال اور مسافروں کو بکنگ کے متعلق تفصیلات کے لئے لکھئے۔

ٹرنر ماریسن اینڈ کمپنی لمیٹڈ

۱۶ بنک اسٹریٹ بمبئی

جھوٹا اشتہار دینا حرام ہے بس اس سے زیادہ میرے پاس کوئی ثبوت صداقت نہیں۔ ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے۔

معجون عنبری یہ دوا دنیا بھر میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے ولایت تک اس کے مداح موجود ہیں۔
دماغی کمزوری کے لئے اکسیر صفت ہے جوان، بوڑھے سب کھاتے ہیں، اس دوا کے مقابلہ میں سیکڑوں قیمتی ادویات اور کشتہ جات بیکار ہیں، اس سے بھوک اس قدر بڑھتی ہے کہ دو تین سیر دودھ اور پاؤ بھر گھی ہضم کر سکتے ہیں، اس قدر مقوی دماغ ہے کہ بچپن کی باتیں بھی خود بخود یاد آنے لگتی ہیں اس کو مثل آبحیات کے تصور فرمایئے اس کے استعمال کرنے سے پہلے اپنا وزن کر لیجئے۔ ایک شیشی چھ سات سیر خون آپ کے جسم میں اضافہ کرے گی اس کے استعمال سے ۱۸ گھنٹے کام کرنے سے مطلق تھکن نہ ہوگی۔ یہ دوا رخساروں کو مثل گلاب کے پھول کے سرخ اور مثل کندن کے درخشاں بنا دے گی۔ یہ دوا نئی نہیں ہے ہزاروں مایوس العلاج اس کے استعمال سے بامراد بنکر پندرہ سولہ سال کے جوان بن گئے ہیں۔ یہ نہایت صد درجہ مقوی باہ ہے کہ آپ صبر و تحمل نہیں کر سکتے۔ القصہ اس کی صفت تحریر میں نہیں آسکتی، تجربہ کر کے دیکھ لیجئے اس سے بہتر مقوی دوا دنیا بھر میں نہیں ہے۔

قیمت فی شیشی چار روپیہ (للعہ)

(نوٹ) فایدہ نہ ہو تو قیمت واپس۔ فہرست دواخانہ مفت منگایئے۔ میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر لکھتا ہوں کہ یہ دوا اکسیر کا کام کرتی ہے۔ نقالوں سے ہوشیار رہیئے، میری ۲۷ سالہ شہرت پر غور فرمایئے۔

پتہ: حکیم ثابت علی نیچ زبان، خوش کلام

(عالم مثنوی مولانائے روم صاحب)

محمود نگر ۳ لکھنو - یو - پی

ضرورت رشتہ

ایک معزز خاندان کے صحیح و توانا نوجوان (ام، اے، ال، بی) کے لئے جو محکمہ اکسائز میں انسپکٹر کے عہدہ پر مامور ہے، رشتہ کی ضرورت ہے، لڑکی قبول صورت، سلیقہ مند، خوش مزاج اور شریف خاندان کی ہونا چاہئے۔ انگریزی تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہیں۔
خط و کتابت اس پتہ سے کی جائے:- ع - ر بذریعہ منیجر نگار لکھنؤ

YOUR PITUITARY GLAND

آپ کا غدہ نخامیہ

اسے قدرت نے بھیجے کے درمیان ہڈیوں کے ایک نہایت مختصر گھوارے میں محفوظ رکھا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق اس سے ۶۔ ۷ مختلف قسم کے کیمیائی اجزا کی تراوش ہوتی ہے، اسی لئے اسے شاہ غدد کہتے ہیں یہ کیمیاوی جوہر جسم انسانی میں مختلف کام کرتے ہیں ایک ہڈیوں کی بالیدگی پر نظر رکھتا ہے اگر اس جوہر کی تراوش بند ہو جائے تو انسان بونا رہ جاتا ہے اور توالد و تناسل کی قوت باقی نہیں رہتی دوسرا جوہر جنسی غدود (سیکسول گلینڈ) پر کنٹرول رکھتا ہے۔ اور مردانہ قوت کو قائم رکھتا ہے دوسرے جوہر خون کے دباؤ کو درست رکھتے ہیں۔

MAJUN SHABAB-AWAR

معجون شباب آور

غدہ نخامیہ کے ان افعال کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے خاص قسم کی دواؤں اور جوہروں سے اس میں وہ تاثیر پیدا کی گئی ہے کہ یہ اس غدد کے افعال کو منظم رکھتا ہے۔ اسی لئے شباب آور تن درستی برقرار رکھتا ہے، جسم کا نشو و نما کرتا ہے، مردانہ قوت پیدا کر کے اسے بحال رکھتا ہے بہادر اور شجاع بناتا ہے کم زور نہیں ہونے دیتا۔ جنرل ٹانک ہے ذرا سی سستی اور تھکن اس کا اشارہ ہے کہ آپ کے جسم اور اعصاب کو شباب آور کی ضرورت ہے اس کا ہمیشہ خیال رکھئے۔ قیمت فی شیشی پانچ روپے

Hamdard ہمدرد دواخانہ لیبارٹریز دہلی